ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI Rose

CALL NO. 297.1408

Accession No. 168K5.4
87690

Rare

Call No. 297.1408 168K5.4

Acc.No. 87692

stamped on the book before taking it out. You will be responsible for any damage done to the book and will have to replace it, if the same is detected at the time of return.

books. A fine of 5 P. for general books, 25 P. for text books and Re 1.00 for over-night books per day shall be charged from those who return them late.

مجموعۂ قوانینِ اسلام

جلد چہارم

(قانون وصیت)

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن
ایم۔اے، ایل ایل۔بی، پی ایچ۔ڈی، ایڈووکیٹ
اعزازی مشیرِ قانون
ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

از مطبوعات ادارۂ تحقیقات اسلامی، پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵، اسلام آباد

سلسلہ مطبوعات ادارہ (۲٦)

87690
4-3-1983

اشاعت اول	:	۱۹۷۳ ع
اشاعت دوم	:	جمادی الاول ۱۴۰۱ھ
	:	مارچ ۱۹۸۱ ع
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	٦۰ روپے

ناشر

ادارہ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد

جملہ حقوق بحق مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی محفوظ ہیں

انتساب

والد مرحوم

حافظ خلیل الرحمن رح

کے نام

جنہوں نے مجھے ہمیشہ

صدق و امانت اور محنت کی وصیت کی۔

تنزیل الرحمن

فہرست مندرجات

چھبیسواں باب

احکامِ وصیت

ستائیسواں باب

احکامِ موصی

اٹھائیسواں باب

احکام موصی لہ

انتیسواں باب

احکام موصی بہ

تیسواں باب

احکامِ وصی

بسم الله الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

شیخ الحدیث ، بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ ، نیو ٹاون ، کراچی

الحمد لله و کفی و سلام علی عباده الذین اصطفی خصوصاً منهم علی سیدنا محمد ن المصطفی الذی نزل به القرآن الکریم ما کفی و شفی و علی آله وصحبه و فقهاء امته ما وفی و کفی ۔

اما بعد ، بلاشبہ دین اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تمام کائنات کے لیے رحمت اور اس کا وہ عادلانہ قانون حکمت و قانون عدل ہے جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی خواہ وہ " روما " کا قانون ہو یا یونان کا فلسفہ ہو یا ایران کا دستور ہو ۔ ظاہر ہے کہ کہاں عقل انسانی کا کارنامہ کہاں حق تعالے جل شانہ کا حکیمانہ نظام " ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا " ۔

تمام فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ " دارالاسلام " وہی ہوگا جس کا قانون اور محاکم شرعیہ کا نظام و " فصل خصومات " (یعنے قانونی فیصلے) اسلامی قانون سے ہوں ۔ نام کی حکومت اسلامی ہو اور قانون غیر اسلامی ہو بےمعنی بات ہے ۔ کسی اسلامی حکومت کے صحیح خد و خال اسلامی قانون کے آئینہ ہی میں جلوہ گر ہوسکتے ہیں ۔

یہ صحیح ہے کہ عالم اسلام کا جدید اعلی تعلیم یافتہ طبقہ اور وہ حضرات جن کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہے اسلامی قانون سے یا دین اسلام سے ان کی مایوسی کا کسی قدر سبب وہ جمود بھی ہے جو اسلامی مرکزوں پر عرصہ سے طاری ہے ، اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ شاید موجودہ ترقی کے دور میں اسلامی قانون ترقی سے قاصر ہے اور عاجز ہے ۔ سودی نظام ، انشورنس کا نظام عہد حاضر کے تجارتی نظام کا تانا بانا بن گیا ہے ۔ ان کو یہ تصور نہیں

ہوسکتا ہے کہ اس نظام سے کیوں کر گلوخلاصی ہوسکے گی اور یہ خیال کر بیٹھے ہیں کہ موجودہ ترقی و تہذیب کے دور میں مجنونانہ خیال ہے کہ ان سب کو چھوڑ کر اسلامی قانون رائج کیا جائے ، جو سود کی حرمت کا اعلان بیانگ دھل کرتا ہے اور اس کو جاری کرنا حق تعالے اور اس کے رسول برحق سے اعلان جنگ کے مترادف ہے۔

درحقیقت یہ کوتاہ فہمی اس کا نتیجہ ہے کہ اسلامی علوم ، قرآنی احکام ، سنت مصطفویہ کی تشریعات ، قدیم فقہاء اسلام کا سرمایہ جس موثر تعبیر اور دل نشین تشریح اور دل پذیر بیان و تدوین کا محتاج تھا ، موجودہ ذخیرہ اس سے تہی دامن تھا ۔

بلاشبہ دین اسلام کے حقائق و قوانین کی ابدیت اپنی جگہ قطعی و یقینی ہے لیکن علماء امت کو قرون اخیرہ میں اس کا زیادہ احساس نہ ہو سکا کہ اسلام کی برتری و فوقیت کو قائم رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قدیم فقہی ذخیرہ کو جدید قالب میں ڈھالا جائے اور اس کی روشنی میں فقیہانہ انداز سے اور مخلصانہ کوششوں سے ایک نقشہ ایسا تیار کریں کہ جدید دور اس کو قبول کرے اور نئی نسل کے دل و دماغ پر اس کا اثر ہو ۔ بلاشک یہ تقصیر ہوئی ۔ لیکن درحقیقت اس تقصیر کا وبال تنہا علماء امت اور فقہاء اسلام پر نہیں ، بلکہ مسلمان حکمرانوں پر ہے جو اسلام کے مدعی تھے اور اسلامی حکوست قائم کرنے کے خواہاں تھے ، انہیں یہ خیال نہ آیا کہ دور حاضر کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ محققین اسلام کے اہل فکر و نظر کو ایک مرکز پر جمع کر کے یہ کام ان سے کرایا جاتا ۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ عالم اسلامی کے مختلف ادوار میں کچھ نہ کچھ سلسلہ جاری رہا ۔ خلافت عثمانیہ کے آخری دور میں سلطان خلیفہ عبدالحمید خان نے علماء سے اسلامی قانون "مجلۃ الاحکام العدلیہ" کی صورت میں مرتب کروایا ۔ امیر کابل شاہ امان اللہ خان نے "تمسک القضاۃ الامانیہ" اور "نفاذ نامہ جزاء عمومی افغانستان" کچھ مجموعے تیار کرائے۔ ضرورت تھی کہ بعد کے حکمران اس کی تکمیل کراتے لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہ ہوا ۔ حال میں بعض ممالک عربیہ میں کچھ شخصیتیں ایسی پیدا ہوئیں جنہوں نے مختلف پہلوؤں پر نہایت قابل قدر کام کیا ۔ ڈاکٹر مصطفی زرقاء کی کتابیں "المدخل الفقہی العام الی الحقوق المدنیہ" اور "کتاب الوقف" وغیرہ اور ڈاکٹر مرحوم مصطفی سباعی کی "کتاب الاحوال الشخصیہ" اور

کٹر عبدالقادر عودہ کی کتاب التشریع الجنائی ، الشیخ ابو زہرہ کے مقالات انشورنس اور سود کی
ت اور بعض جدید مسائل پر قابل قدر خدمات ہیں ۔

ہمارے ملک میں یہ سہرا محترم برادرم جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمن ، ایم ۔ اے ، ایل ایل ۔
، پی ایچ ۔ ڈی ، ایڈوکیٹ ، مشیر قانون ادارہ تحقیقات اسلامی (پاکستان) اسلام آباد کے سر
۔ھا گیا ہے ۔ جو ہر طرح کی مبارک باد کے قابل ہیں ۔ موصوف کا ''مجموعہ قوانین اسلام''
۔ چہارم اس وقت میرے سامنے ہے ۔ '' قانون وصیت '' کی تشریح پر پوری جلد مشتمل ہے ۔
یب ابواب ، ترتیب مواد ، استیفاء مسائل جزئیات ، حسن تعبیر ، موثر تشریح و دل نشین
ایہ بیان میں تمام سابقہ اجزاء سے گوئے سبقت لے گیا ہے ۔ مجھے تفصیلی مطالعہ کا موقع
مل سکا لیکن الحمد للہ کہ میرے رفیق کار فقیہہ عصر مولانا مفتی ولی حسن صاحب ، صدر
الافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ و استاذ حدیث و استاذ التخصص فی الفقہ الاسلامی بارک اللہ فی
تہ العلمیة والدینیة و زادہ توفیقاً الی کل خیر و سعادۃ ، تفصیلی مطالعہ کرکے مطمئن ہوگئے
ں کہ کوئی چیز قابل تنقید و تردید نہیں ، فقہ حنفی کے مسائل سب درست ہیں ۔ حق تعالے
ف کو جزاء خیر عطا فرمائے اور بقیہ قوانین اسلامیہ کی تکمیل ان کے قلم سے کرائے ۔

ع '' ایں کار از تو آید و مردان چنین کنند ''

مولف محترم ہر طرح ہماری دعا و تحسین کے مستحق ہیں ۔ جو کام عصر حاضر کے ممتاز علماء
کر سکے ، بہت خوبی سے انجام دیا ۔ اور موصوف کے فہم و انصاف سے توقع ہے کہ تمام
زاء سابقہ پر نظر ثانی فرماکر اور اہل علم سے مشورہ کرکے جو کوتاہیاں رہ گئی ہیں ان کی
لاح کریں گے تاکہ آئندہ کسی کو تنقید کا موقعہ نہ ملے ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

محمد یوسف بنوری عفا عنہ
خادم حدیث نبوی
و خادم مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی ۔ ٥
یکشنبہ ، ۳ رمضان المبارک ، ۱۳۹۰

پیش لفظ

عالی جناب جسٹس ایس۔ اے۔ رحمن صاحب

سابق چیف جسٹس ، سپریم کورٹ ، پاکستان

ادارۂ تحقیقات اسلامی کی زیرسرپرستی ، تنزیل الرحمن صاحب اپنے مجموعۂ قوانین اسلام کی چوتھی جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس جلد میں ''اسلامی قانون وصیت'' پر شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے۔ فاضل مصنف نے حسب عادت پوری کوشش اور تندہی سے مسلمہ مآخذات سے استفادہ کیا ہے اور ہر مسئلہ کو فقہ کے معروف دبستانوں کے مستند مجموعوں کی روشنی میں حل کرنے کی سعی کی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے اسلامی ممالک میں مروجہ قوانین کا بھی جائزہ لیا ہے تاکہ اختلافی نقطۂ ہائے نظر کی تائید یا تردید میں جدید فکری منہاج سے متعلقہ شواھد سے بھی اعتناء ہوسکے۔ اختلافی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے انہوں نے بعض مقامات پر اپنی ذاتی رائے بھی پیش کی ہے۔ اُن کی تنقید کا رنگ مناظرانہ نہیں، عالمانہ ہے اور وہ معاملہ کے مختلف پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر ، سلیقے اور توازن کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، بلکہ اگر کہا جائے کہ وہ احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں اور اس ضمن میں ان کی نظر میں روایت ایک حد تک درایت کے تقاضوں سے بھی محترم تر ہے ، تو شاید بے جا نہ ہو گا ۔ اس زاویۂ نظر کی چند مثالیں شاید دلچسپی سے خالی نہ ہونگی ۔

فاضل مصنف نے اهل فقہ کی اس رائے پر حصر کیا ہے کہ موصی کا ایک علیحدہ ، مابعد کی وصیت میں، وصیت اول کی موجودگی میں ، اسی موصی بہ کے متعلق ، کسی دیگر شخص کو موصی لہ نامزد کرنا ، پہلی وصیت کے انفساخ کے لئے کافی نہ ہوگا ۔ غالباً فکر جدید ایسی صورت کو پہلی وصیت کے انفساخ کا موجب قرار دینے سے گریز نہ کریگی ۔

اسی قبیل کا ایک مسئلہ فقہ کی کتابوں میں انسانی جسم کے کسی حصہ کے قطع ہو جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اکثر فقہاء کا خیال یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا حصہ مردار ہو جاتا ہے اور اسکی انسانی جسم کے ساتھ پیوند کاری جائز نہ ہو گی ، صاحب تصنیف نے اس پر

اظہار خیال نہیں کیا ،گو ان کی رائے ہے کہ ایک شخص کی وصیت کے مطابق اس کے مردہ جسم سے کوئی حصہ الگ کر کے کسی بیمار سے پیوند کرنا ، صرف اضطراری حالت میں جائز ہوگا سرجری کے موجودہ ترقی یافتہ دور میں ایک کاریگر کے قطعی بریدہ ہاتھ کو بھی ڈاکٹروں نے کٹے ہوئے بازو سے پیوند کر کے صحیح و سالم بنا دیا ہے۔ نیز پلاسٹک سرجری میں انسانی جسم کے ایک حصہ سے گوشت اتار کر دوسرے جلے ہوئے یا زخم خوردہ حصے سے کامیابی سے پیوند کیا جاتا ہے۔ ان ممکنات کے ہوتے ہوئے فقہ کے اس اصول پر نظر ثانی کا مطالبہ قابل فہم ہوگا ۔ آخر یہ استنباطی اصول ہیں اور ان میں ترمیم نص کی خلاف ورزی کے مماثل نہ ہوگی ۔

ایسے مقامات سے قطع نظر ، زیر نظر کتاب اسلامی قانون کی ضابطہ بندی کی ایک اہم کڑی بن سکتی ہے اور فاضل مصنف اپنی محنت کے لئے ہر طرح داد و تحسین کے مستحق ہیں۔

۶۵ گلبرگ لاہور
۳ ۔ اگست ۷۰ء

ایس ۔ اے ۔رحمن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مقدمہ

ابتدا کرتا ہوں تیرے نام سے
انتہا ہے یہ مرے اعمال کی

زبان قلم خدائے بزرگ و بر تر کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے جس نے مجھ جیسے کم علم و بے مایہ شخص کو اسلامی قوانین کی تدوین نو و ترتیب جدید کی توفیق و سعادت بخشی اور ایسے ظاہری و معنوی اسباب بہم پہنچائے جو اس عظیم و گرانبار ذمہ‌داری کی بجا آوری کے لئے حد درجہ ضروری تھے ۔

توفیق حسن کار بھی نعمت خدا کی ہے
تحدیث بھی ہے فرض جو نعمت ملے مجھے

وصیت — ایک تقابلی جائزہ :

تاریخی طور پر وصیت کا ذکر عہد قدیم سے ملتا ہے۔ بابل و آشور اور قدیم مصر کی تہذیبیں اس کے نام سے آشنا تھیں مگر اس زمانہ میں وصیت کی شکل و ہیئت موجودہ وصیت سے بالکل مختلف تھی۔ البتہ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ وحشی قومیں وصیت کے تصور سے قطعاً بے گانہ تھیں ۔

لیکن ابتداءً وصیت جائیداد متوفی کی تقسیم کا ذریعہ نہ تھی بلکہ منجملہ اور طریقوں کے خاندان کی نمائندگی کو ایک سردار کی طرف منتقل کرنے کی ایک صورت تھی ۔ اگرچہ وہ بحیثیت وارث متوفی کی جائیداد پر تصرف کا اختیار بھی حاصل کر لیتا تھا ۔ چنانچہ قانون روما کے بارہ الواح میں وہ مشہور فقرہ پایا جاتا ہے جس میں وصیت کا اختیار صاف طور پر تسلیم کیا گیا ہے لیکن اس سے خاندانی حقوق و فرائض کا مجموعہ مراد تھا کہ کون فرد

خاندان کا سردار ہو گا ۔ تاریخی طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً وصیت صرف اسی وقت نافذ ہوتی تھی جب کہ ایسے افراد خاندان موجود نہ ہوں جو حقیقی یا فرضی شرکت خون کی بناء پر وراثت کے مستحق ہوتے ہیں ۔

ایک باضابطہ شکل میں قانون وصیت کی ایجاد کا اعزاز خاص طور پر اہل روما کا حصہ ہے جس کو عام معاہدات انتقال ملکیت کے بعد انسانی تمدن کے ارتقاء میں بڑا دخل رہا ہے ۔ مگر قانون روما میں وصیت کے جو طریقے بذریعہ مس و میزان یا تحریراتی وصیتی رائج تھے وہ اپنے ضابطوں کے لحاظ سے بے حد پیچیدہ اور دور از کار تھے ۔

یہودیوں کے فقہاء کے قوانین میں بھی جو کچھ وصیت کے متعلق پایا جاتا ہے وہ بڑی حد تک اہل روما کے ساتھ میل جول کی بناء پر معلوم ہوتا ہے ۔ زمانہ ما بعد کے ماہرین قانون کے نزدیک ، جو قانون موسوی کی فروگزاشتوں (Causes Omissi) کی اصلاح کے دعویدار ہیں ، وصیت کا نفاذ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ وہ رشتہ دار جو قانون موسوی کے لحاظ سے وارث قرار پا سکتے تھے ، موجود نہ ہوں یا مفقود الخبر ہوں ۔

انگستان میں ایک زمانہ تک کلیسائی اثر رہا ، چنانچہ ایک مخصوص قسم کی وصیتوں کے متعلق کلیسائی عدالتوں کو اختیارات حاصل تھے جو اکثر اوقات قانون روما کے اصول وصیت نافذ کرتی تھیں ۔ بعض دوسری قسم کی وصیتوں کا دائرۂ اختیار سماعت عدالت عامہ اور چانسری کی عدالتوں کو حاصل تھا ۔ اگرچہ یہ عدالتیں کلیسائی (مذہبی) عدالتوں کے فیصلوں کی پابند نہ تھیں مگر ان کے فیصلوں سے کافی حد تک متاثر پائی جاتی ہیں ۔

لیکن سترھویں صدی کے مغربی مقننین کا عام طور پر یہ خیال تھا کہ انسان کو وصیت کا حق قانون فطرت سے ملا ہے ۔ اس بناء پر "توریث بر بنائے وصیت" کا قاعدہ قائم ہوا ، لیکن نپولین کے مجموعہ قوانین اور ان قانونی نظاموں نے جو اس نمونہ پر تیار کئے گئے ، وصیت کے اختیار پر بہت سی مزاحمتیں عائد کردیں ۔

انگستان میں جدید قانون وصیت کی بنیاد اسٹیچوٹ آف ولس (قانون وصیت) ۳۰ ہنری ہشتم کے عہد میں پڑی ۔ ۱۶۷۵ء میں اسٹیچوٹ آف فراڈ میں وصایا کا تحریری اور تصدیق شدہ ہونا لازمی قرار دیا گیا ۔ انگستان میں وصیت کا موجودہ قانون ۱۸۳۷ء کے وصیت ایکٹ سے ماخوذ ہے ۔

سر ھنری مین نے اپنی مشہور کتاب Ancient Law (قدیم قانون) میں یہ رائے ظاھر کی ہے کہ تاریخ قانون میں عام انسانی تعلقات کی بہتری و خوشحالی پر جس قدر معاھدہ (Contract) اور وصیت (Will) کے نظریات نے اثر ڈالا ہے شاید ھی کسی اور قانون نے ڈالا ھو۔ مین کی اس رائے کی بنیاد غالباً وہ نقطہ نظر ہے جو وصیت کو خاندان کے ارکان کے لئے بہتر انتظام کے طور پر بلا وصیتی جانشینی (Non-Testamentary succession) پر ترجیح دیتا ہے۔ گویا وصیت خاندان کے ارکان کے لئے بہتر انتظام کی ایک صورت ہے جو بلا وصیتی توریث کے قواعد پر عمل کرنے سے حاصل نہیں ھو سکتی۔ چنانچہ اسی نقطہ نظر کا اثر ہے کہ انگریزی قانون موصی کی آزاد مرضی پر سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ ایک شخص بہتر طریق سے اپنی جائیداد کو تقسیم کر سکتا ہے لیکن بعد میں یہ نظریہ غلط ثابت ھوا اور اس میں ورثاء کے ساتھ کھلی بے انصافیاں کی گئیں، جس کے سدباب کے لئے انگلستان میں قانون بلا وصیتی ایکٹ مجریہ ۱۹۰۲ء کے ذریعہ عدالتوں کو اس امر کا مجاز قرار دیا گیا کہ وہ متوفی کے زیر پرورش اھل و عیال (dependents) کے لئے نفقہ کی ادائی کا حکم دے سکتی ھیں، جب کہ موصی نے اپنی جائیداد کی اس طریقہ پر تقسیم کی ھو جس سے بیوہ، نابالغ و معذور بچے محروم رہ گئے ھوں۔

ھند و بنگال کے دیا بھاگا مکتبہ قانون میں اختیار وصیت کے کچھ غیر نمایاں نشانات کے ماسوا، ھندوؤں کے دھرم شاستر میں حقیقی وصیت کا کہیں پتہ نہیں۔ لیکن اس دیا بھاگا مکتب قانون کے تحت ایک ھندو کو صرف اپنی کسبی (self-acquired) جائیداد کے بارے میں وصیت کرنے کا اختیار پایا جاتا ہے۔ اب ۱۹۵٦ء کے قانون ھندو جانشینی ایکٹ کے ذریعہ آبائی مشترک (Co-parcenary) جائیداد میں بھی انہیں اپنے حصہ کی حد تک وصیت کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہے۔

اسلامی قانون وصیت کے مطالعہ سے معلوم ھوتا ھے کہ وہ ابتدا ھی سے اپنے تمام پیشرو (اور بعد میں آنے والے) قوانین کے مقابلہ میں ایک منفرد و مکمل اور جامع قانون ھے۔ مثال کے طور پر اسلام مرد و عورت دونوں کو وصیت کرنے کا حق عطا کرتا ھے۔ اس کے خلاف انگلستان میں ۱۸۸۳ء تک ایک شادی شدہ عورت کو سرے سے اپنے نام یا حق میں جایداد خریدنے یا رکھنے کا حق ھی نہ تھا، وصیت کرنے کا کیا سوال پیدا ھوتا ھے؟

اسپین کے قانون کے تحت انیسویں صدی کے آغاز میں عورت کو یہ حق دیا گیا کہ وہ صرف منقولہ اشیاء کے بارے میں وصیت کر سکتی ہے۔ خود قانون روما میں عورت کے حق پر متعدد بندشیں عائد تھیں۔ اسلام وصیت کے لئے آبائی اور کسبی جائداد اور املاک کے درمیان کوئی تفریق روا نہیں رکھتا، جب کہ ہندو قانون میں صرف چند سال قبل ہی ایسی تفریق کو ختم کیا گیا ہے۔ اسلام موصی بہ کی حد تجہیز و تکفین کے اخراجات اور قرضوں کی ادائی کے بعد باقی ماندہ کا ایک تہائی حصہ قرار دیتا ہے۔ نیز ما سوائے اہل تشیع کے تمام مذاہب فقہ غیر وارث کے حق میں وصیت کو اسکی صحت کی شرط قرار دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف قانون روما یا انگریزی قانون میں ایسی کوئی پابندی نہیں ملتی۔ اس عدم پابندی سے جو مفاسد پیدا ہوئے، ۱۹۰۲ء میں بعض قانونی ترمیمات کے ذریعہ انگلستان میں انہیں کسی حد تک دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر وہ مسئلہ کا اصل حل نہیں ہیں۔ حقیقت میں ترکہ کی ایک تہائی اور وصیت کے غیر وارث کے حق میں ہونے کی شرائط ہی قرین عدل ہیں۔ اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ہیں، جو تقابلی مطالعہ کے دوران سامنے آتی ہیں، اور ایک منصف مزاج انسان یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسلامی قانون وصیت اپنے اخلاقی اوصاف کی بناء پر دیگر قوانین وصیت سے بدرجہابلند و برتر ہے اور اسلامی قانون وصیت میں انسانی فطرت کے تقاضوں کے بموجب خاندانی یکجہتی کے ساتھ معاشرتی بہبود اور صلہ رحمی کا جو تصور ملتا ہے وہ دوسرے قوانین میں ناپید ہے۔

وصیت کے نفاذ کا ایک جدید مسئلہ:

وصیت کے نفاذ کے سلسلہ میں جدید عہد کے ایک مسئلہ کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے — وہ ہے سکونت مستقل کا مسئلہ — مغربی ممالک میں سکونت مستقل (Domicile) کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ تصادم قوانین (Conflict of Laws) کے تحت وصیت کے اجراء و تعمیل میں خاصی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ موصی ایک ایسے ملک میں فوت ہوا جہاں قانوناً وصیت ممنوع نہ تھی لیکن اس نے ایسے ملک میں رہ کر وصیت کی جہاں قانوناً وصیت ممنوع تھی یا یہ کہ جائداد و املاک (موصی بہ) ایک ایسے ملک میں ہیں جہاں وصیت ممنوع ہے۔ عام طور پر مقدمات میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس وقت اور جہاں وصیت کی ہے وہاں کا قانون جاری ہوگا یا جب اور جہاں موصی کا انتقال ہوا ہے وہاں کا؟ سکونت مستقل کے بارے میں عرصہ تک یہ اختلاف رائے رہا کہ سکونت مستقل کا قانون موصی کی موت کے وقت کا ہوگا یا وصیت کرنے کے وقت کا۔ خود

ایک مغربی مقنن فلی‌مور (Phillimor) اپنی کتاب Commentaries upon International Law, iv. Pp. 627 - 28 میں سکونت مستقل کے اصول پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''انگلستان اور شمالی امریکہ غیر دانشمندانہ، یک طرفہ اور غیر فلسفیانہ طور پر ایک موصی کو اس طریقہ وصیت کے اختیار کرنے پر مجبور کرتے ھیں جو اصول سکونت مستقل کے تحت مقرر شدہ ھے''۔

اسکے برخلاف اسلامی قانون ایک عالمگیر قانون ھے جو ھر مسلمان کے لئے خواہ وہ کسی خطہ یا ملک کا رھنے والا ھو، قابل نفاذ ھے۔ سکونت مستقل کا یہ تصور جدید نظریۂ قومیت کے بطن سے پیدا ھوا ھے جس کی اسلام نفی کرتا ھے۔

جن جدید ماھرین قانون کے خیال میں ترقی کی وہ منزل، جہاں سے قانون مذھب سے جدا ھو جاتا ھے، پیچھے رہ گئی ھے، اس لئے وہ عہد حاضر (اور آیندہ) کے اصول قانون میں مذھب کا وجود برداشت نہیں کر سکتے، میری یہ دیانت دارانہ رائے ھے کہ ان کے لئے اسلامی قانون کا غیر جانبدارانہ اور فلسفیانہ مطالعہ یقیناً چونکا دینے والا ثابت ھوگا۔

کچھ اس جلد کے بارے میں:

مجموعۂ قوانین اسلام کی تدوین جدید کا کام ۱۹۶۴ء مین شروع کیا گیا تھا۔ بحمداللہ اس کی چوتھی جلد آپ کے ھاتھوں میں ھے۔ یہ جلد اسلامی قانون وصیت سے متعلق ھے جو پانچ ابواب (۲۶ تا ۳۰) اور ساٹھ دفعات (۲۰۱ تا ۲۶۰) پر مشتمل ھے۔

چھبیسواں باب:

یہ باب احکام وصیت سے متعلق ھے۔ اس باب مین وصیت کی تعریف، شرائط، شہادت، جواز، حکم، رجوع، ابطال اور انکار وصیت وغیرہ سے متعلق شرعی احکام بیان کئے گئے ھیں۔

وصیت کا حکم:

۱۔ یہ سوال کہ وصیت کرنا واجب ھے یا مستحب، جدید عہد میں خاصی اھمیت اختیار کر گیا ھے۔ لہذا اس پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ھے۔ مصر و تونس اور شام و عراق میں یتیم پوتے پوتیوں کے حق میں (اگر دادا نے ان کے حق میں ھبہ یا وصیت نہ کی ھو)، وصیت واجب قرار دی گئی ھے یعنی اگر ایسی صورت میں دادا بغیر وصیت کئے مر گیا تو قانون یہ

فرض کرے کہ ان کے حق میں اس حصہ کی وصیت کی گئی ہے جو حصہ ان کے باپ کو وراثت کے طور پر ملتا، البتہ یہ حصہ کسی صورت میں ترکہ کی ایک تہائی کی حد سے زیادہ نہ ہو گا، جو وصیت کی اصل حد ہے۔ راقم الحروف نے بحث کے بعد آئمہ اربعہ اور شیعہ امامیہ کے اجماعی نقطۂ نظر کو قرآن و سنت سے قریب تر پایا ہے کہ وصیت کرنا مستحب ہے، واجب نہیں۔

قبول وصیت کا مسئلہ :

۲- وصیت کے ارکان کی بحث میں قبول کا مسئلہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ اگر موصی لہ کا موصی کی حیات میں انتقال ہو جائے تو وصیت بالاتفاق باطل ہو جاتی ہے لیکن اگر موصی کے انتقال کے بعد موصی لہ وصیت کو قبول کئے بغیر مر گیا تو کیا صورت ہو گی؟ اس میں اختلاف ہے۔ صاحب بدائع نے لکھا ہے کہ موصی کی موت کے بعد اگر موصی لہ کا وصیت قبول کئے بغیر انتقال ہو گیا تو موصی بہ موصی لہ کے ورثاء کی ملکیت ہو جائے گا۔ یہ استحسان کا مقتضیٰ ہے۔ اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ وصیت باطل ہو جائے، یا یہ کہ موصی لہ کے ورثاء کو اختیار دیا جائے کہ وہ قبول کر لیں یا رد کردیں۔

قیاس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ قبول عقد وصیت کے دو رکنوں میں سے ایک رکن ہے اور موصی لہ کی موت سے یہ رکن ختم ہو گیا، لہذا دوسرا رکن (ایجاب) بھی ختم ہو گیا۔ اسکی مثال عقد بیع کی سی ہے کہ مشتری کے قبول سے قبل اگر مشتری فوت ہو جائے تو عقد بیع کا ایجاب باطل ہو جاتا ہے، یا ہبہ کی صورت میں واہب کی جانب سے ہبہ کا ایجاب ہو اور موہوب لہ قبول سے قبل وفات پاجائے تو ایجاب باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ قبول جو عقد کا ایک رکن ہے وجود میں نہ آ سکا، لہذا اسی طرح وصیت کا حکم بھی ہونا چاہیے۔

قیاس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ موصی لہ کو اپنی زندگی میں قبول یا رد کا اختیار حاصل تھا۔ اب جب وہ وفات پا گیا تو اس کے ورثاء اس کے قائم مقام ہوئے اور ان کو یہ اختیار یا حق رد و قبول حاصل ہونا چاہیے۔ لیکن فقہاء احناف استحسان کی بناء پر موصی بہ کو موصی لہ کے ورثاء کی ملکیت قرار دیتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جو رکن موصی لہ کی جانب سے وجود میں آنا تھا، یعنی رد کا نہ پایا جانا، یہ اس طرح وجود میں آتا ہے کہ موصی لہ کی جانب سے رد کردینے سے مایوسی ہو جائے اور جب موصی لہ فوت ہو گیا، تو یہ مایوسی ثابت ہو گئی یعنی عدم رد ثابت و قائم ہو گیا اور دلالتاً قبول وجود میں آگیا اور یہی رکن

ثانی تھا جو ثابت ہو گیا۔ لہذا وصیت جائز اور نافذ ہو جائے گی۔ (بدائع جلد ے - ص ۳۳۲)۔

اسی طرح مجمع الانہر میں اس مسئلے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ موصی لہ قبول کے بعد وصیت کا مالک ہو جاتا ہے۔ اگر موصی لہ موصی کی موت کے بعد قبول سے قبل فوت ہوجائے تو اس صورت میں بھی موصی لہ وصیت کا مالک ہو جائے گا، اور وصیت کا مال موصی لہ کے ورثاء کی ملکیت ہو گا اور قبول کی حاجت نہ رہے گی - یہ حکم دلیل استحسان پر مبنی ہے - قیاس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ وصیت باطل ہو جائے ، کیونکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو جبراً اسکی رضا مندی کے بغیر کسی چیز کا مالک نہیں بنا سکتا ، لہذا موصی لہ کی موت بیع کے مشتری کی موت کی مثل ہے کہ اگر بائع کے ایجاب کے بعد قبول سے قبل مشتری فوت ہو جائے تو بیع کا ایجاب باطل ہو جاتا ہے - اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ وصیت کا ایجاب موصی کی جانب سے موصی کے انتقال کے بعد مکمل و قطعی (لازمی) ہو گیا ، کیونکہ موصی کی جانب سے رجوع یا فسخ کا امکان نہ رہا اب اگر یہ عقد موقوف ہے تو صرف موصی لہ کے حق کی بنا پر موقوف ہے ، جب موصی لہ بھی فوت ہو گیا تو موصی بہ اس کی ملکیت میں داخل ہوجائیگا - اس کی مثال وہ بیع ہے جس میں بائع یا مشتری نے اپنے لئے خیار (Option) محفوظ رکھا ہو اور پھر اس فریق کا ، جس کو خیار حاصل تھا خیار کے استعمال سے قبل انتقال ہو جائے تو شے مبیعہ اسکی ملکیت میں داخل ہو کر ورثاء کا حق ہو جاتی ہے - اگر خیار بائع کو تھا تو شے بائع کے ورثاء کی ملکیت ہو گی اور اگر مشتری کو خیار تھا تو وہ مشتری کے ورثاء کی ملکیت ہو گی - (مجمع الانہر جلد ۲، ص ۹۳ - ۶۹۳)۔

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک جس طرح قبول ، قبول ہے ، اسی طرح عدم رد بھی (رد کا نہ پایا جانا) خواہ کسی صورت سے ہو ، قبول کے درجہ میں ہے - کیونکہ عدم رد ہی کو قبول کہتے ہیں جیسا کہ بعض مسائل میں سکوت رضامندی سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ کلام کے موقع پر سکوت عدم رد کی دلیل ہوتا ہے -

اس کے برخلاف شافعیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر موصی کی وفات کے بعد موصی لہ وصیت کے رد یا قبول کرنے سے قبل فوت ہو گیا تو موصی لہ کا یہ حق اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ مالکی اور حنبلی مکاتیب فقہ بھی اسی نقطۂ نظر کے حامل ہیں -

در اصل اختلاف کی اصل بنیاد خیار (Option) کے اصول پر ہے۔ حنفیہ خیار میں وراثت جاری نہیں کرتے بلکہ خیار کی صورت میں انقضاء مدت یا موت سے بیع لازم ہو جاتی ہے، جب کہ شافعیہ (اور مالکیہ و حنبلیہ) کے نزدیک خیار قابل توریث ہے۔

جہاں تک اس اختلاف کا تعلق ہے، راقم الحروف کی رائے میں وہ خیارات جن کا تعلق مال سے نہ ہو، بلاشبہ توریث کے دائرہ سے باہر ہونے چاہئیں، لیکن جو خیار بمعنی مال ہوں یا تابع مال ہوں، ان میں توریث ہونی چاہیے۔ خیار کی اس توجیہ کے پیش نظر، وصیت کے قبول کا حق بھی موصی لہ کے ورثاء کی طرف منتقل ہونا چاہیے، کیونکہ یہ حق ایسا ہے جو مال (موصی بہ) سے متعلق ہے۔

اس سے قطع نظر، راقم الحروف کے نزدیک حنفیہ کا قبول وصیت کے مسئلہ پر خیار کے اصول کا اطلاق درست نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ قبول وصیت نہ اپنی اصل میں خیار شرط سے مشابہ ہے اور نہ خیار رویت یا خیار عیب سے، کیونکہ ان خیارات میں اور قبول (یا رد) وصیت میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا خیارات میں خریدوفروخت کا معاملہ تو طے ہو جاتا ہے یعنی بائع کے ایجاب کے بعد خریدار کا قبول، ایک حد تک، یا مشروط طور پر موجود ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں شئے مبیعہ بھی بائع کے قبضہ سے جدا ہو کر خریدار کے قبضہ میں آ جاتی ہے، صرف خیار شرط یا رویت یا عیب کے استعمال کی بناء پر وہ بیع (خرید وفروخت) فسخ کی جا سکتی ہے، یا یوں کہیے کہ وہ رد ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اگر خیار کے استعمال کی کوئی مدت مقرر ہو تو محض اس مدت کے گذر جانے سے بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر خریدار کو خیار حاصل تھا، مگر وہ اس کے استعمال سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ خیار ساقط متصور ہو گا اور بیع لازم ہو جائے گی، لیکن قبول وصیت کا معاملہ اس لحاظ سے ممیز ہے کہ اس میں قبل از موت قبول کی صورت ہی موجود نہیں ہوتی۔ بنابریں میرے نزدیک حنفیہ کے استدلال کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے۔

لہذا حنفیہ کا یہ استدلال، کہ بعد از وفات موصی، اگر موصی لہ وصیت کے قبول یا رد کرنے سے قبل فوت ہو گیا، تو موصی بہ موصی لہ کے ورثاء کی ملکیت میں خودبخود داخل ہو جائے گا، کیونکہ رد کرنے کا امکان باقی نہ رہا، مجھے تسلیم کرنے میں تامل ہے، کیونکہ اثبات وصیت کی شرط تو قبول ہے نہ کہ عجز رد یا عدم قبول سے مایوسی۔ ہاں، کوئی اور قرائن ایسے موجود ہوں جن سے گمان غالب پیدا ہوتا ہو کہ اگر موصی لہ زندہ رہتا تو وصیت

کو قبول کر لیتا ، تو معاملہ اور تھا۔ مثلاً موصی کی زندگی میں ہی اس نے ایسے خیال کا اظہار کیا ہو تو تسلسل واقعات طبعی کے اصول کے پیش نظر یہ نتیجہ غالباً قرین صواب ہو گا کہ وہ قبولیت کے حق میں تھا۔ لیکن اس قسم کے قرائن کی عدم موجودگی میں یہ قیاس بنیادی طور پر کمزور ہو گا کہ اگر وہ جیتا رہتا تو قبول کر لیتا ۔ اگر علم وصیت کے باوجود وہ اپنی موت تک تذبذب میں رہا تو قیاس غالباً قبول کے خلاف ہونا چاہیے ۔ بہر حال ، ایسے مسائل چونکہ بالعموم ، قرائن کی شہادت پر مبنی ہوتے ہیں ، استنباط سے پہلے گرد و پیش کے حالات پر غور و خوض لازمی ہو گا اور محض موصی لہ کی موت کا واقع ہو جانا اس بارے میں قطعی دلیل نہ ہونا چاہیے ۔ اگر امام زفر کا نظریہ کہ وصیت کے لئے صرف ایجاب شرط ہے قابل قبول نہیں تو پھر راقم الحروف کی رائے میں شافعی اور مالکی و حنبلی اصول زیادہ قرین مصلحت ہو گا کہ صورت متذکرہ میں اختیار قبول موصی لہ کے ورثاء کو پہنچتا ہے، وہ چاہیں تو وصیت قبول کر لیں اور چاہیں تو رد کر دیں ۔ چنانچہ راقم الحروف نے ائمہ ثلاثہ کے اس نقطۂ نظر کے بموجب قانون کی متعلقہ دفعہ مرتب کی ہے ۔

فسخ وصیت :

۳۔ فسخ وصیت کے سلسلہ میں یہ بحث بھی خاصی اہمیت رکھتی ہے کہ اگر موصی وصیت اول کی موجودگی میں اسی موصی بہ کے متعلق ، کسی دوسرے شخص کے حق میں وصیت کرے تو اسکی یہ دوسری وصیت پہلی وصیت کی خود بخود ناسخ قرار پائے گی یا نہیں ؟

خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایسی صورت میں پہلی وصیت دوسری وصیت کے فسخ کا موجب ہو گی ، کیونکہ تعبیر قانون کے جدید و مسلمہ قاعدہ کے بموجب دوسرا عمل پہلے عمل کا ناسخ ہو گا ، جس حد تک وہ ایک دوسرے کے متناقض ہوں ۔ صورت موجودہ میں پہلے موصی بہ کی وصیت الف کے حق میں کی گئی اور دوسری وصیت اسی موصی بہ کی ب کے حق میں کی گئی ، لہذا افراد کے فرق کے سبب پہلی وصیت فسخ قرار پا کر مال موصی بہ ب کا حق ہو گا ، کیونکہ ان کے نزدیک دوسری وصیت پہلی وصیت کے فسخ سمجھنے کا خود ایک قرینہ ہے ۔ مسلم فقہاء نے اس مسئلہ میں ایک اصول یہ اختیار کیا ہے کہ جب یکے بعد دیگرے ایسی دو وصیتیں کی جائیں جو باہم ایک دوسرے کے منافی ہوں تو دوسری وصیت اول کے باطل ہونے کا سبب ہو جائے گی ، گویا یہ اول سے رجوع کر لینا متصور ہو گا ، لیکن اگر دونوں وصیتوں میں منافات نہیں ہے تو دونوں نافذ ہوں گی اور دوسری وصیت اول سے رجوع کا

سبب نہ ہو گی۔ مثلاً موصی نے اولاً ایک شخص کے حق میں اپنے غلام کی وصیت کی پھر اسی غلام کی کسی دوسرے شخص کو فروخت کر دینے کی وصیت کی - یہ دوسری وصیت اول سے رجوع کر لینا متصور نہ ہو گا بلکہ دونوں وصیتیں نافذ کی جائیں گی کیونکہ دونوں کے درمیان منافات موجود نہیں - دونوں میں تملیک مقصود ہے۔ اول میں تملیک بغیر عوض اور دوسری میں تملیک بالعوض - چنانچہ یہ موصی بہ غلام نصف اول موصی لہ کا ہو گا اور نصف دوسرے موصی لہ کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے گا لیکن اگر اولاً غلام کے آزاد کر دینے کی وصیت کی پھر اسی غلام کے فروخت کردینے کی وصیت کی یا اس کے برعکس عمل کیا تو اب دوسری وصیت اول سے رجوع متصور ہوگی ، کیونکہ ان دونوں وصیتوں میں منافات ہے۔ کسی ایک معنی میں دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ آزاد کر دینا بیع کے منافی ہے۔ لہذا دوسری وصیت کا اقدام اول سے رجوع کی دلیل ہو گا -

نیز دوسرا اصول یہ ہے کہ کسی ایک شے کی اولاً ایک شخص کے لیے وصیت کی، پھر اسی شے کی دوسرے کے حق میں کی - یا تو دوسری وصیت کرتے وقت اول وصیت کا ذکر کیا گیا ہو گا یا نہ کیا گیا ہو گا - اگر اول کا ذکر کیا گیا ہے تو دوسری وصیت اول سے رجوع کر لینا سمجھا جائے گا ، اور اگر اول کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے تو دونوں موصی لہم کے اشتراک پر محمول ہو گا - اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی ایک ہی شے کی یکے بعد دیگرے دو شخصوں کے حق میں وصیت کا اصول یہ ہے کہ دونوں کو اس شے میں شریک متصور کیا جائے، کیونکہ اس طریقہ میں بقدر امکان وصیتوں پر عمل ہو جائے گا اور ایک عاقل شخص کے تصرف کے لئے بنیادی اصول یہی ہے کہ تصرف کو باطل کرنے سے محفوظ رکھا جائے - چنانچہ عدم ذکر کی صورت میں اگر ہم دوسری وصیت کو اول سے رجوع قرار دیتے ہیں تو ایک وصیت کا کلیۃً باطل کر دینا لازم آتا ہے۔ اور اگر اشتراک کا قول اختیار کرتے ہیں تو ایک طریقہ پر ہر وصیت پر عمل ہو جاتا ہے۔ لہذا حتی الا مکان اشتراک ہی پر محمول کیا جائے گا ، بخلاف اس صورت کے جب کے دوسری وصیت کے وقت اول وصیت کا ذکر کرتے ہوئے یوں کہا ہو کہ جس شے کی میں نے اول شخص کے حق میں وصیت کی تھی اب اس شے کی میں فلاں شخص کے لئے وصیت کرتا ہوں یا کہا کہ وہ چیز اب فلاں کی ہو گی لیکن اگر یہ کہا کہ جس شے کی میں نے فلاں کے لئے وصیت کی ہے۔ اس کی فلاں (شخص دیگر) کے لئے بھی کرتا ہوں تو یہ صورت اشتراک پر محمول ہو گی۔

بہر کیف اس وضاحت سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اگر علیحدہ وصیت بعد کی تاریخ کی ہو تو وہ پہلی وصیت کی بجائے خود ناسخ نہ ہو گی ، الا یہ کہ دوسری وصیت میں کوئی داخلی شہادت ایسی موجود ہو جو پہلی وصیت کے فسخ ہونے پر دلالت کرتی ہو یا حالات و قرائن سے موصی کی نیت کا اس کے خلاف ہونا ظاہر ہوتا ہو یا دونوں وصیتوں میں منافات موجود ہو اور یا پھر دونوں کا ایک معنی میں اجتماع محال ہو۔

موصی بہ میں کمی :

۴۔ بطلان وصیت کے سلسلہ میں ایک دلچسپ مسئلہ سامنے آتا ہے وہ یہ کہ ، فقہاء نے لکھا کہ ہے موصی بہ میں کمی نفاذ وصیت میں مانع نہ ہوگی چنانچہ اگر موصی نے موصی لہ کے حق میں کسی مکان کی وصیت کی تھی، پھر وہ مکان منہدم کر دیا تو موصی کا یہ عمل بطلان وصیت کا سبب نہ ہو گا ۔ عہد حاضر کے ایک قانون دان کو یہ مسئلہ کھٹکے گا ۔ دراصل فقہاء نے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں لفظ ''الدار،، استعمال کیا ہے۔ عربی زبان میں ''دار،، اس بڑے احاطہ کو کہتے تھے جس کے اطراف میں متعدد کوٹھریاں تعمیر ہوں اور درمیان میں ایک وسیع صحن (میدان) ہو ۔ ایسے احاطہ میں فقہاء نے آراضی کو اصل قرار دیا ہے اور ان کوٹھریوں کی تعمیرات کو ''الدار،، کا تابع اور اس کا وصف ۔ اس بناء پر ان تعمیرات کا انہدام اصل کے تابع قرار دیا گیا اور اس لئے وصیت قائم اور قابل نفاذ سمجھی گئی ، لیکن ہمارے عہد میں مکان کا لفظ تعمیر شدہ عمارت پر بولا جاتا ہے ، آراضی مع عمارت مکان کہلاتی ہے ۔ محض آراضی کو مکان نہیں کہتے۔ لہذا ہمارے عرف کے اعتبار سے عمارت کا منہدم کرا دینا موصی بہ میں تغیر اور تبدل کے مترادف ہو گا ۔

البتہ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مکان کا لفظ اس تعمیر اور تحتی آراضی دونوں پر مجموعی طور دلالت کرتا ہے تو تعمیر کے منہدم کرا دینے کے بعد جوآراضی رہی وہ اس مکان کے تابع قرار دی جانی چاہیے اور اس طرح وصیت نافذ قرار پائے گی، کیونکہ عین موصی بہ کی (ذات) میں کمی نفاذ وصیت کا مانع نہیں ہوتی ۔ مگر یہ صورت اس وقت صحیح ہو گی جب کہ تعمیر کا کچھ حصہ موجود ہو۔ اگر تعمیر بالکل موجود نہیں اور وہاں مکان کے بجائے ایک سپاٹ میدان ہے تو ایسی صورت میں انکے لئے مکان کا لفظ کیونکر بولا جا سکتا ہے ۔ لہذا یہ کہا جائے گا کہ جس مکان کی وصیت کی گئی تھی ، اس کا وجود نہ رہا اور وصیت باطل قرار دی جانی چاہیے۔ کیونکہ یہ تبدیلی وصفی نہیں بلکہ ذاتی ہے یعنی شئے کے

کسی ایک وصف میں واقع نہیں ہوئی بلکہ خود شئے تبدیل ہو گئی ۔ اس توضیح سے راقم کا منشاء یہ ہے کہ بعض وہ مسائل جو کسی نص سے ثابت نہیں اور فقہاء نے اپنے عہد کے حالات یا عرف کو پیش نظر رکھتے ہوئے بیان کئے ہیں ، حالات یا عرف کی تبدیلی سے ان مسائل میں بھی تبدیلی واقع ہو جائے گی ۔

انکار وصیت :

۵۔ اسی قبیل کا ایک مسئلہ انکار وصیت سے متعلق ہے ۔ حنفیہ کے نزدیک (ما سوائے امام ابو یوسف کے) موصی کا وصیت سے انکار کر دینا وصیت سے رجوع متصور نہ ہو گا ۔ رآئمہ کے دلائل کے لئے ملاحظہ ہو تشریح دفعہ ۲۱۰) راقم کے نزدیک اس بارے میں دیگر حالات و قرائن متعلقہ کی روشنی میں مختلف رائے کے لئے گنجائش ہونی چاہیے، کیونکہ اس قضیے میں رجوع کا اثبات دلالۃً ہی ہو سکتا ہے ۔ چنانچہ دفعہ ۲۱۰ میں امام ابو یوسف کے قول کو مرجح قرار دے کر اسی کے مطابق قانون کی تدوین کی گئی ہے ۔

ستائیسواں باب :

اس باب میں موصی (وصیت کرنے والے) کی اہلیت ، اختیار اور اسکی مختلف حالتوں کا بیان ہے۔

حاملہ کی وصیت :

۶۔ موصی کی اہلیت کے ضمن میں موصی کے مرض موت کی حالت میں وصیت کرنے کے مسئلے میں ایک دلچسپ مثال یہ سامنے آتی ہے کہ فقہاء مالکیہ کے نزدیک حمل کے آخری زمانہ میں حاملہ عورت مرض موت کا حکم رکھتی ہے ۔ چنانچہ زرقانی نے امام مالک کے قول کی دلیل میں لکھا ہے کہ عورت کے حمل کا ابتدائی زمانہ چھ ماہ سے قبل زمانۂ بشارت ہے ۔ جب بچہ حمل میں ولادت کے قریب زمانہ کو پہنچ گیا ہو اور عورت بچے سے ثقل محسوس کرنے لگے تو اب وہ اپنے مال کی ایک تہائی سے زائد میں تصرف نہ کر سکے گی حتی کہ وضع حمل ہو جائے ۔ لیکن ہمارے خیال میں حمل کوئی مرض نہیں الایہ کہ حاملہ واقعی بیمار ہو جائے، اس لئے محض حاملہ کا چھ ماہ کے بعد کی مدت کو مرض موت سے تعبیر کرنا کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔ ہو سکتا ہے کہ امام مالک کے زمانہ میں حاملہ کی دیکھ بھال اور صحت کے وہ طریقے موجود نہ ہوں جو فی زماننا پائے جاتے ہیں ۔ راقم الحروف کے نزدیک محض آخری زمانۂ

حمل مرض موت قرار نہیں دیا جا سکتا البتہ وہ وقفہ جب عورت درد زہ میں مبتلا ہوتی ہے وضع حمل تک بلا شبہ اپنی کیفیت کے اعتبار سے سخت جان گسل ہوتا ہے، ایسے عالم میں عورت کے تصرفات پر شرعی پابندی لگائی جا سکتی ہے کہ وہ ایک تہائی سے زائد تصرف نہیں کر سکتی یعنی وہ اگر کسی کو ہبہ وغیرہ کرے تو اس سے احکام وصیت متعلق ہو جائیں گے۔

اٹھائیسواں باب :

اس باب میں موصی لہ (جس کے حق میں وصیت کی جائے) سے متعلق مباحث شامل ہیں۔ اس باب میں خاص طور پر وارث کے حق میں وصیت، مفقود، قاتل اور حمل کے لئے وصیت کے شرعی احکام تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

شخص نامزد کی شرعی حثیت :

۷۔ موصی لہ کے ضمن میں ایک نیا مسئلہ پیدا ہوا ہے جو ہمارے عہد کی پیداوار ہے یعنی یہ کہ ہمارے بعض قوانین مثلاً انشورنس ایکٹ ۱۹۳۸ء پراویڈنٹ فنڈ ایکٹ ۱۹۲۵ء اور کواپریٹو سوسائیٹیز ایکٹ ۱۹۲۵ء کے تحت متوفی کو اختیار ہے کہ وہ کسی بھی شخص کو اپنا نامزد (Nominee) مقرر کر سکتا ہے۔ نامزد مقرر کرنے کی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ شخص نامزد آیا وہ مفاد جو متعلقہ ادارہ یا حکومت سے وصول کرتا ہے کیا اس کی ذاتی ملکیت ہو جاتا ہے؟

اس سلسلہ میں چند فیصلوں کا ذکر متن کتاب میں کیا گیا ہے اور کچھ فیصلے وہ ہیں جو ان متذکرہ مقدمات میں بطور حوالہ پیش ہوئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ متعلقہ قوانین پر اس نقطۂ نظر کے تحت نظر ثانی ہونی چاہیے کہ نامزدگی سے متعلق قانونی دفعات اسلامی قانون ہبہ، وصیت و وراثت کو کس حد تک متاثر کرتی ہیں؟ امید ہے کہ مرکزی و صوبائی وزارت ہائے قانون اپنے اپنے دائرہ اختیار کی حد کے تحت متذکرہ بالا قوانین میں مناسب ترمیم کرنے سے گریز نہ کریں گی۔

وصیت بحق وارث :

۸۔ موصی لہ کے سلسلہ میں ایک اہم بحث وصیت بحق وارث سے متعلق ہے۔ مذاھب اربعہ اور ظاھریہ کے نزدیک وصیت بحق وارث جائز نہیں الا یہ کہ ورثاء بعد وفات موصی، راضی ہوں۔ لیکن شیعہ امامیہ کے نزدیک وصیت وارث کے حق میں بھی جائز ہو

گی بشرطیکہ وہ ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔ ایک تہائی سے زائد ہونے کی صورت میں دیگر ورثاء کی اجازت ضروری ہو گی۔ راقم الحروف کے نزدیک آئمہ اربعہ اور ظاہریہ کا مسلک قرآن اور سنت سے قریب تر معلوم ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر قانون کی تدوین کی گئی ہے البتہ متعلقہ دفعہ میں موصی کے شیعہ ہونے کی صورت میں استثناء شامل ہے۔

انتیسواں باب :

یہ باب موصی بہ (جس شے کی وصیت کی جائے) کے احکام سے متعلق ہے۔ اس باب میں موصی بہ کی شرائط اور مقدار نیز منافع و وظیفہ کی وصیت ، شئے معدوم کی وصیت ، موصی بہ میں کمی و زیادتی، ابہام اور تزاحم سے متعلق مباحث شامل ہیں۔ اسی باب میں عصرحاضر کے مسئلے — انسانی اعضاء کی وصیت و پیوندکاری سے متعلق بھی تفصیلی بحث آ گئی ہے۔

جائز مال کی شرط :

۹ - موصی بہ کے سلسلہ میں یہ امر لازمی ہے کہ وہ مال جائز اور حلال ہو مثلاً شراب، خنزیر اور مردار جانور کی کھال جائز نہیں ہے۔ اس لئے ان کی وصیت بھی ناجائز ہو گی۔ اس ضمن میں ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں بعض ایسے اموال ، جو قدیم کتب فقہ میں شرعاً حلال قرار نہیں دیے گئے ، باہمی لین دین کا ذریعہ ہیں۔ ان اموال کی وصیت کا کیا ہو گا ؟ ظاہر ہے کہ خالص شرعی نقطۂ نظر اور احتیاط کے تقاضہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہی کہا جائے گا کہ ایسے اموال ناجائز ہونے کے سبب شرعاً مال موصی بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے ، ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ غیر اسلامی معاشرہ میں ان کی وصیت کے اجراء کا جو حکم عدالت دے گی وہ ملکی قانون کی رو سے ہو گا ، نہ کہ شرعی قانون کے تحت۔ (یہ دوسری بات ہے کہ وہ حقیقتاً قیمتی مال ہوں مگر سوال شرعی اطلاق کا ہے)۔

اعضاء انسانی کی وصیت :

۱۰ - موصی بہ کے سلسلہ کی ایک اور بحث اعضاء انسانی کی وصیت (مثلاً بغرض پیوند کاری) سے متعلق ہے۔ یہ ایک بالکل نئی بحث ہے جو وصیت کے قانون میں بیان ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں جو مواد راقم الحروف کے پیش نظر رہا وہ قدیم کتب فقہ کے علاوہ،

کے حوالے متن کتاب میں جابجا موجود ہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا مرتب کردہ
ہ '' انسانی اعضاء کی پیوند کاری ،، سر فہرست ہے۔ یہ رسالہ در اصل ان علمی کوششوں
کاوشوں کا ماحصل ہے جو مجلس مسائل حاضرہ کراچی کی کئی نشستوں اور بیرونی
اء سے استصواب رائے پر مشتمل ہے، جس میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری کو
لقاً حرام اور ناجائز کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ادارۂ تحقیقات اسلامی کے ریسرچ فیلو
کٹر احمد حسن صاحب کے مرتب کردہ نوٹ اور ادارہ کے انوسٹی گیٹر مفتی امجد العلی
صب کے افادات سے بھی مستفید ہوا ہوں۔ یہ بات بھی میرے مطالعہ میں آئی کہ ملائیشیا
، منعقدہ اسلامی کانفرنس نے انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے جواز کا فتوی دیا ہے،
ہ دلائل نہیں ملے۔ یہ بات بھی میرے علم میں آئی کہ مصر کے علماء نے کچھ
یمی ضرورتوں کے پیش نظر علم الابدان کی تشریح کی غرض سے انسانی ڈھانچہ کے محفوظ
ھنے اور بغرض تفتیش جرائم لاش کے پوسٹ مارٹم کی اجازت دی ہے۔

اس مسئلہ میں تفصیلی مطالعہ کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ
ضاء انسانی کی وصیت ناجائز ہے۔ پیوند کاری خواہ وصیتی ہو یا غیر وصیتی ناجائز ہے،
نہ اضطرار کی حالت میں بعض شافعی اور حنبلی فقہاء کے اقوال سے، استخراجاً، پیوند کاری کی
بائش نکل سکتی ہے، جب کہ مضطر کی فوری ہلاکت کا خطرہ ہو۔ رہا، بحالت زندگی
د اپنے ہی کسی ٹوٹے ہوئے عضو کو دوبارہ اس جگہ لگوانا یا زخم مندمل کرنے کے
(اور شاید بد صورتی دور کرنے کے لئے بھی) کسی ایک جگہ کا گوشت اتار کر دوسری
ہ پیوندکاری کرانے یا قلم لگوانے (grafting) کا مسئلہ، تو اس بارے میں حنفیہ کے
ں، امام ابو یوسف کے قول کے بموجب گنجائش موجود ہے۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ،
م محمد الشیبانی، اور امام شافعی اس کے بھی سخت مخالف ہیں کہ علیحدہ شدہ انسانی
ت بھی اپنی جگہ دوبارہ لگایا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ پیوند کاری کے مسئلہ میں جو موقف
تیار کیا گیا ہے اس میں اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے کہ مسئلہ زیر بحث بنیادی
ر پر وصیت کے تابع ہو۔ اگرچہ پیوند کاری براہ راست موضوع زیربحث سے خارج تھی
ر اس کا ذکر کئے بغیر بات پوری نہیں ہوتی تھی، اس لئے اس بحث میں انسانی اعضاء کی
ند کاری پر بھی اچھا خاصا مواد آ گیا ہے۔

تیسواں باب

تیسواں اور آخری باب وصی (Executor) سے متعلق ہے۔ اس میں وصی کی معزولی، قانونی اہلیت اور وصیت کے اجراء و تکمیل کے لئے اس کے اختیارات و تصرفات اور حدود سے متعلق شرعی احکام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس باب کے بیشتر مسائل اجتہادی نوعیت کے حامل ہیں۔ وصی کے متعلق ان احکام کے اخذ کرنے میں حنفی فقہ کی مشہور کتب البحر الرائق، فتاوی العالمگیریہ، رد المحتار اور بالخصوص زید الابیانی کی کتاب الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیہ سے مدد لی گئی ہے۔ فقہ امامیہ کے احکام ان کی مستند کتاب شرائع الاسلام سے ماخوذ ہیں۔ ظاہری فقہ کی زیر مطالعہ کتاب المحلی میں اوصیاء سے متعلق کوئی مستقل باب نہیں ہے اس لئے ان مسائل میں ظاہری فقہ سے اعتناء نہیں کیا گیا۔

حوالہ جات :

حوالہ جات کے مسئلہ میں یہاں اس قدر وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اس کتاب میں جا بجا ایک ایک حوالہ کے تحت متعدد کتب فقہ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ مجموعی طور پر یا متقارباً ان کتابوں میں مذکور ہے، بعض مقامات پر بعض مقامات پر معناً۔ بالفاظ دیگر ہر جگہ عبارت کے لفظی ترجمہ کا التزام ملحوظ نہیں لفظاً اور رکھا گیا، بلکہ جس چیز کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسئلہ صحیح طور پر بیان ہو جائے۔ البتہ بعض مقامات پر موقع کی اہمیت کے پیش نظر لفظی ترجمہ ہی دیا گیا ہے۔ بالخصوص قرآن و حدیث کی عبارتوں میں اس کا خاص اہتمام ملحوظ رہا ہے۔

خلاصۂ مسائل

سطور بالا میں باب وار وصیت کے بعض اہم مضامین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان امور کو بھی اجمالاً بیان کر دیا جائے جن کے بارے میں ائمۂ اربعہ میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے، یا جو مسائل مختلف فیہ ہیں۔

متفق علیہ مسائل :

حسب ذیل امور پر ائمۂ اربعہ متفق ہیں:

(۱) تعریف وصیت کے بارے میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ (دفعہ ۲۰۱ کتاب ھذا)

(۲) وصیت مستحب ہے، واجب نہیں، الا یہ کہ انسان کے پاس کسی کی امانت

رکھی ہوئی ہو یا کسی کا دین ہو جس کا علم دوسروں کو نہ ہو یا نامعلوم ودیعت ہو، ایسی صورت میں وصیت کرنا واجب ہو گا۔ یہی مسلک شیعہ امامیہ کا بھی ہے۔ البتہ طاؤس اور ظاهری فقہ کے امام ابو محمد ابن حزم ظاهری نادار و تنگدست غیر وارث اقرباء کے حق میں وصیت کے وجوب کے قائل ہیں۔ (دفعہ ۲۰۶ کتاب هذا)،

(۳) ما سوائے شیعہ امامیہ، اس پر اجماع ہے کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ (دفعہ ۲۲۰ کتاب هذا)،

(۴) وصیت کی حد بالاتفاق ایک تہائی ہے۔ (دفعہ ۲۲۶ کتاب هذا)،

(۵) وارث کے لئے یا ایک تہائی سے زائد کے لئے وصیت کا نفاذ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگا، البتہ شیعہ امامیہ کے نزدیک ایک تہائی تک وارث کے لئے اجازت کی ضرورت نہ ہوگی۔ (دفعہ ۲۲۰، ۲۲۶ کتاب هذا)،

(۶) فوری نفاذ کی صورت میں مثلاً ہبہ و وقف وغیرہ مرض موت کی حالت میں ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک نافذ ہو سکیں گے، اگر موصی کا اس مرض میں انتقال ہوا ہو۔ اس میں ائمہ اربعہ اور شیعہ امامیہ کا اتفاق ہے لیکن مجاهد اور داؤد بن علی الظاهری کے نزدیک کل مال سے نافذ ہو سکیں گے۔ (دفعہ ۲۱۶ کتاب هذا)،

(۷) عین شے کی وصیت صحیح ہو گی (دفعہ ۲۰۱، ۲۲۰ کتاب هذا)،

(۸) شے کی منفعت کی وصیت ائمہ اربعہ اور شیعہ امامیہ اور مشہور فقہاء امت کے نزدیک صحیح ہو گی۔ قاضی ابن ابی لیلی اور ابن شبرمہ کے نزدیک اور ظاهری فقہ میں منفعت کی وصیت باطل ہو گی، بلکہ عین شے کی وصیت کی جانی چاہئے کیونکہ وصیت کا اصل مقصود تملیک (دوسرے کو مالک بنانا) ہے۔ (دفعہ ۲۰۱، ۲۲۸ کتاب هذا و بدایۃ المجتہد، ابن رشد، ج ۲ ص ۳۳۵)،

(۹) اگر ان الفاظ سے وصیت کی ”فلاں کے بیٹوں کے لئے“، تو اس صورت میں سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ محض لڑکے اور ان کی نرینہ اولاد اس لفظ میں داخل ہو گی اور اگر یہ کہا کہ فلاں کی اولاد کے لئے، تو اس صورت میں اس فلاں کے لڑکے لڑکیاں سب اس لفظ میں داخل ہوں گی اور مال موصی بہ کو سب میں

برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ (رحمۃ الامہ ، برحاشیہ المیزان الکبریٰ صفحہ ۲۰)،

(۱۰) شئے معدوم کی وصیت کے مسئلہ میں ائمہ اربعہ اور فقہاء امامیہ کا فی الجملہ اتفاق پایا جاتا ہے۔ (دفعہ ۲۳۰ کتاب ھذا)۔

مذکورہ بالا مسائل کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو المیزان الکبری ، شعرانی ، جلد ۲ صفحہ ۶ - ۱۰۵)۔ رحمۃ الامہ ، محمد بن عبدالرحمن الشافعی ، بر حاشیہ المیزان الکبری، جلد ۲ ص، ۱۹ - ۱۸ و ۲۰ - بدایۃ المجتہد ، ابن رشد ، جلد ۲ ، صفحات ۳۰ - ۳۳۳)۔

مختلف فیہ مسائل :

حسب ذیل مسائل کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے :-

(۱) ایک تہائی مال سے زائد کی وصیت میں جب کہ ورثاء اجازت دے دیں ، امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر ورثاء نے موصی کے مرض موت میں اجازت دی ہو ، تو اب ورثاء کے لئے رجوع کا حق نہ ہوگا ، اور اگر موصی کی صحت کی حالت میں اجازت دی ہو تو موصی کی موت کے بعد رجوع کا حق حاصل ہوگا ، امام ابو حنیفہ اور شافعی ہر دو صورتوں میں حق رجوع کی صحت کے قائل ہیں - (دفعہ ۲۲۰ ، ۲۲۶ کتاب ھذا) ،

(۲) جب اولاً کسی ایک معین شخص کے لئے وصیت کرے اور پھر اسی شے کی کسی دوسرے معین شخص کے لئے وصیت کرے ، اور اول شخص سے رجوع کرنے کی صراحت نہ کرے تو ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ دونوں موصی لہ برابر کے شریک ہوں گے ، لیکن حسن اور عطاء و طاؤس نے لکھا ہے کہ اول سے رجوع متصور ہوگا اور موصی بہ محض دوسرے کا حق ہوگا ، داؤد بن علی الظاہری کے نزدیک محض اول کا حق ہو گا - (المیزان الکبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۵ - رحمۃ الامہ بر حاشیہ المیزان الکبریٰ ص ۱۸) ،

(۳) جو شخص قصاص کے لئے قتل گاہ میں لے آیا گیا ہو ، یا جو دشمن کے مقابل جنگی صفوں میں کھڑا ہو ، یا جس حاملہ کے بحالت حمل جریان خون لاحق ہو گیا ہو ، یا جہاز کے مسافر کا جہاز طوفان میں آ گیا ہو ، امام ابو حنیفہ ، مالک ، شافعی اور احمد کے دو قول میں سے ایک قوی قول کے بموجب ان کی وصیت ایک تہائی مال میں جاری ہو سکے گی زائد میں نہیں - اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ پورے مال میں نافذ ہو سکے گی امام مالک کا حاملہ کے متعلق یہ قول بھی ہے کہ جب اس کا حمل (۶) ماہ کا پورا ہو جائے

ہو تب وہ صرف ایک تہائی میں وصیت کر سکے گی اور چھ ماہ سے کم درجہ میں تندرست کے حکم میں ہو گی ۔ (المیزان الکبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ ۔ رحمہ' الامہ محولہ بالا صفحہ ۱۹ و دفعہ ۲۱۶ کتاب ھذا) ۔

۴۔ نابالغ جوکہ عاقل و صاحب تمیز ہو ، امام مالک کے نزدیک وصیت کر سکتا ہے لیکن امام ابو حنیفہ اور احمد اور صحیح قول امام شافعی میں ماسوائے تجہیز و تکفین و امور خیر اسکی وصیت صحیح نہ ہو گی ۔ (دفعہ ۲۱۱ کتاب ھذا)۔

۵۔ جس شخص کی زبان کسی وقتی عارضہ کے تحت گنگ ہو گئی ہو اسکی وصیت اشارے کے ذریعہ امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک صحیح نہ ہو گی لیکن امام شافعی کے نزدیک اور امام مالک کے قوی مذھب میں صحیح ہو گی۔ (المیزان الکبریٰ ، جلد ۲ ص ۱۰۶ و رحمہ' الامہ' میر حاشیہالمیزان جلد ۲ ص۲۲)۔

۶۔ امام شافعی کے نزدیک موصی بہ میں موصی کی موت کے بعد موصی لہ کی ملکیت موقوف رھتی ھے ۔ جبتک کہ وہ قبول نہ کرے ، مالک نہیں ہوتا۔ ھر سہ ائمہ کے نزدیک وہ قبول کرنے ھی پر مالک ھوتا ھے اس سے قبل ملکیت کا کوئی تصور نہیں ھوتا ۔ بالفاظ دیگر امام شافعی کے نزدیک موصی کے انتقال کے بعد وصیت موصی لہ کی ملکیت موقوف کے ساتھ موجود ھوتی ھے ، اگرچہ اس ملکیت کے اثرات قبول کے بعد ظاھر اور نافذ ھوتے ھیں۔ اسکے برخلاف امام ابو حنیفہ ، مالک اور احمد بن حنبل کے نزدیک قبول وصیت سے پہلے ملکیت موجود نہیں ھوتی بلکہ وہ قبول کے ساتھ وجود میں آتی ھے ۔ (رحمہ'الامہ ، محولہ بالا ، جلد ۲ ص ۱۹ دفعات ۲۰۲ و ۲۰۳ کتاب ھذا)۔

۷۔ امام ابوحنیفہ و شافعی واحمد بن حنبل کے نزدیک میت کے لئےوصیت صحیح نہ ہوگی ۔ امام مالک کے نزدیک بصورت علم صحیح ہو گی ۔ چنانچہ ان کے نزدیک اگر میت موصی لہ پر دین یا کوئی کفارہ ادا کرنا لازم ہو تو یہ وصیت کا مال اس میں صرف کر دیا جائے گا ، اگر ایسا نہ ہو تو وصیت کا مال موصی لہ میت کے ورثاء کا حق ہو گا ۔ (المیزان الکبری محولہ بالا صفحہ ۱۰۷ ۔ رحمہ' الامہ محولہ بالا صفحہ ۲۲ ۔ دفعہ ۲۱۸ کتاب ھذا) ۔

۸۔ امام مالک و شافعی کے نزدیک مسجد کے لئے وصیت صحیح ہو گی ، امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب ان الفاظ سے وصیت کرے کہ مسجد پر وصیت کا مال صرف کیا جائے تب تو

صحیح ہو گی بصورت الفاظ دیگر صحیح نہ ہو گی۔ (رحمۃ الامہ محولہ بالاصفحہ ۲۰ و المیزان الکبری محولہ بالا صفحہ ۱۰۸ و دفعہ ۲۱۹ کتاب ھذا)۔

۹ ۔ حنفیہ کے نزدیک موصی کے قاتل کے لئے جب کہ یہ قاتل قتل کا خود مرتکب ہوا ہو اور مکلف ہو خواہ قتل عمداً ہویا خطاءً (اور ورثاء بھی موجود ہوں) وصیت جائز نہیں لیکن اگر قاتل مسبب ہے یا غیر مکلف ہے جیسا کہ نابالغ یا دیوانہ، یا وارث بالکل موجود نہیں ہیں تو وصیت مطلقاً جائز ہو گی، اور امام مالک کے نزدیک قاتل کے لئے وصیت مرجح قول میں صحیح ہوگی ۔ امام احمد کے نزدیک بھی وصیت جائز نہیں، الا ایک مخصوص جزئیہ میں، امام شافعی کے دو قول ہیں۔ صحیح یہ ہےکہ وصیت جائز ہے۔ (رد المحتار، جلد ۵، صفحہ ۴۵۹ جواہر الاکلیل جلد ۲ صفحہ ۳۱۷، الاقناع جلد ۳ صفحہ ۵۹، المہذب محولہ بالا ج ۱ص ۴۵۸ ، دفعہ ۲۲۳ کتاب ھذا) ۔

۱۰۔ آئمہ ثلاثہ کےنزدیک مال موصی بہ کو متعین کرنا صحت وصیت کی شرط ہے، چنانچہ اگر اس طرح وصیت کی کہ میں تم کو یا فلاں کو وصیت کرتا ہوں اور مال موصی بہ کو نہ بیان کیا تو وصیت صحیح نہ ہو گی ۔ لیکن امام مالک کے نزدیک صحیح ہو گی اور ہر قسم کے مال میں عام متصور ہو گی ۔ (المیزان الکبری، محولہ بالا صفحہ ۱۰۶ ورحمۃ الامہ، محولہ بالا صفحہ ۲۱ و دفعہ ۲۲۵ کتاب ھذا) ۔

۱۱۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک اگر کسی موصی کا باپ یا دادا موجود ہو تو اسکے لئےیہ جائز نہیں ہےکہ اپنی اولاد کے حق میں کسی اجنبی شخص کو وصی مقرر کرے جب کہ باپ ، دادا عادل ہوں، لیکن امام مالک و ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ باپ دادا کی موجودگی میں ایک اجنبی شخص کو اپنی اولاد کے حق میں وصی مقرر کرنا صحیح ہو گا ۔ اگر ایک عادل وصی کسی بعد کے زمانے میں فسق اختیار کرے تو امام مالک ، شافعی اور احمد کی ایک روایت میں منصب وصایت سے معزول کر دیا جائے گا ، جیسا کہ ابتداءً ایسا شخص وصی مقرر نہیں کیا جا سکتا ، لیکن امام ابو حنیفہ و احمد کی دوسری روایت میں فاسق کے ہمراہ ایک عادل شخص کو متعین کر دیا جائے گا ۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کے نزدیک اگر ابتداء کسی فاسق کو وصی بنایا گیا ، تو حاکم پر واجب ہے کہ وہ فاسق کو علیحدہ کر کے عادل کو وصی مقرر کر دے، لیکن اگر حاکم نے ایسا نہ کیا اور اس فاسق وصی نے

تصرف کیا تو یہ تصرف نافذ ہوگا ، اور وصیت صحیح ہو گی ۔ (دفعہ ۲۳۷ و ۲۴۳ کتاب ھذا) ۔

۱۲- آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کسی غیر اسلامی مملکت کے غیر مسلم یا اسلامی مملکت کے غیر مسلم شہری کو وصی مقرر کرنا صحیح ہے، لیکن ابو حنیفہ کے نزدیک کسی غیر اسلامی مملکت کے غیر مسلم کو وصی مقرر کرنا صحیح نہیں ہے (دفعہ ۲۴۰ کتاب ھذا) ۔

۱۳- وصی کا کسی دوسرے شخص کو وصی مقرر کر دینا امام ابو حنیفہ و امام مالک کے نزدیک صحیح ہے ، اگرچہ موصی نے اس کو یہ ہدایت نہ کی ہو ، لیکن امام شافعی اور احمد کے قوی قول میں ممنوع ہے ۔ ہر سہ آئمہ اس پر متفق ہیں کہ عادل وصی اپنے تصرفات اور وصیت کے نافذ کرنے میں حاکم کے حکم کا محتاج نہ ہوگا ، امام ابو حنیفہ نابالغ کے حق میں وصی کی خرید و فروخت کو جائز نہیں کہتے ، البتہ نابالغ کے نفقہ کے حق میں اس کا قول معتبر ہو گا ۔ (المیزان الکبری، محولہ بالا صفحہ ۱۰۶ ج ۲ - رحمۃ الامہ، محولہ بالا صفحہ ۲۱-۲۰ و دفعات ۴۶ - ۲۴۵ کتاب ھذا) ۔

۱۴- اگر وصیت کنندہ نے اپنی وصیت کی نسبت دو شخصوں کی طرف کر دی یعنی دو شخصوں کا نام لے کر وصی بنایا ، اس صورت میں امام مالک شافعی واحمد بن حنبل کے نزدیک محض ایک وصی کا تصرف منفرداً صحیح نہ ہوگا ، لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک حسب ذیل آٹھ مخصوص امور میں وصی کا منفرداً تصرف صحیح ہوگا، (۱) خریداری کفن (۲) تجہیز میت (۳) بچوں کا طعام (٤) ان کا لباس (۵) معینہ ودیعت کی واپسی (٦) دین کی ادائی۔ (۷) وصیت معینہ کا نافذ کرنا (۸) اور میت کے حق میں فریق بننا ۔ (المیزان الکبری محولہ بالا صفحہ ۱۰۷ - رحمۃ الامہ، محولہ بالا صفحہ ۲۲ و دفعہ ۲۴۴ کتاب ھذا) ،

۱۵- امام ابو حنیفہ کے نزدیک وصی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ یتیم کے مال سے اپنی ذات کے لئے کسی شئے کو مثل(برابر) قیمت پر خرید کرے البتہ مثل قیمت سے زائد قیمت پر خرید سکتا ہے ، امام مالک کے نزدیک مثل قیمت پر بھی خرید سکتا ہے ۔ امام شافعی کے نزدیک وصی کا اپنی ذات کیلئے یتیم کا مال خریدنا مطلقاً جائز نہیں ہے ۔ امام احمد کے دو قولوں میں سے مشہور قول میں جائز نہیں ہے ، دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اپنے ماسوی کسی دوسرے کو وکیل مقرر کرکے خریداری کا عمل کیا تو جائز ہوگا ۔ (دفعات ۲۴٦ تا ۲۵۱ کتاب ھذا) ۔

۱۶- امام ابو حنیفہ فرماتے ھیں کہ اگر نابالغ یتیم کے بالغ ھونے کے بعد وصی نے یتیم کے مال کو اسکے سپرد کر دینے کا دعوی کیا ، تو حلف کے ساتھ وصی کا قول معتبر ھوگا ، جیسا کہ مال کے ضائع ھوجانے میں معتبر ھوتا ھے ، کیونکہ وصی امین ھوا کرتا ھے یہی حکم حاکم ، شریک اور مضارب کا ھے۔ امام مالک اور شافعی فرماتے ھیں کہ بغیر دلیل و حجت کے وصی کا قول معتبر نہ ھو گا۔

۱۷- امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب کہ وصی غنی ھو تو اسکے لئے یہ جائز نہیں ، کہ یتیم کے مال میں سے کچھ بھی بطور قرض بضرورت یا بغیر ضرورت اپنے صرف میں لا سکے۔ امام شافعی و احمد کے نزدیک اپنے عمل کے معاوضہ میں اتنی اجرت کے مطابق لے سکتا ھے جتنی اجرت اصولاً ھو سکتی ھو - (دفعہ ۲۰۸ کتاب ھذا)۔

امام شافعی اور امام احمد کے دو قول میں سے ایک قول کے مطابق اگر خود موصی اپنی حاجت کے پیش نظر یتیم کے مال میں سے کچھ اپنے صرف میں لائے پھر وصی کی حالت بہتر ھو جائے تو اس کو لیا ھوا مال واپس کرنا ھو گا۔ امام مالک کے نزدیک اگر محتاج ھے تو معروف کے مطابق لے سکتا ھے اور غنی ھے تو پرھیز کرنا لازم ھوگا۔ (المیزان الکبری، محولہ بالا صفحہ ۸ - ۱۰۷ ، رحمۃ الامہ، محولہ بالا صفحہ ۲۵ - ۲۳ و دفعہ ۲۰۸ کتاب ھذا)۔

مندرجہ بالا امور کا ذکر اس مقصد کے تحت کیا گیا ھے کہ یک نظر قاری کو قانون وصیت کے متفق علیہ اور مختلف فیہ مسائل کی واقفیت حاصل ھو جائے۔ تفصیلات اور دلائل اصل کتاب میں ملاحظہ ھوں۔

اسلامی ممالک میں جدید قانون سازی

یہ مقدمہ نامکمل رہ جائے گا اگر اسلامی ممالک میں وصیت سے متعلق اس جدید قانون سازی کا ذکر نہ کیا جائے جو گذشتہ ۲۰ سال میں ھوئی ھے۔ سب سے پہلے حکومت مصر نے ۱۹۴۶ء میں قانون الوصیت مجریہ ۱۹۴۶ء نافذ کیا۔ اس قانون کے تحت وصیت واجبہ کا نظریہ قانونی شکل میں سب سے پہلے پیش کیا گیا ، وصیت بحق وارث جائز قرار دی گئی۔ مصر کی متابعت میں دوسرے اسلامی ممالک مثلاً شام ، تونس مراکش اور عراق میں بھی قانون الاحوال الشخصیہ کے تحت قانون الوصیہ کو دفعہ وار مدون کیا گیا۔ ان ممالک میں وصیت کے احکام میں جو تصرفات کئے گئے وہ بڑی حد تک رائج الوقت مصری قوانین کے مطابق ھیں۔

لبنان اگرچه اسلامی ملک نہیں ہے، لیکن اس میں از روئے قانون تنظیم محاکم شرعیه جدید مورخه ۳ نومبر ۱۹۶۲ء سنی و شیعی جعفری شرعی محکمون کی تجدید و اصلاح اور تنظیم کے لئے قانون سازی کی گئی۔ سنی شرعی محکمون کے لئے دولت عثمانیه (ترکیه) کے عائلی قانون اور حنفی مذہب کے واضح ترین اقوال پر عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ جعفری شرعی محکموں کے لئے جعفری مذہب کی پابندی لازمی قرار دی گئی، گویا اس طرح ہر دو مذہب کے مفتیٰ به اقوال پر عمل ہو رہا ہے، اور جہاں تک راقم کو علم ہے کوئی بنیادی ترمیم نہیں کی گئی۔

سعودی عرب میں مکمل ضابطه بند شکل میں قانون موجود نہیں، بلکه محکمهٔ قضا چیف جسٹس کی نگرانی میں قرآن و سنت کی روشنی میں حنبلی فقه کے بموجب احکام صادر کرتا ہے۔

اردن میں بھی قانون وصیت رائج ہے لیکن اس میں زیادہ تر ضابطون کے متعلق احکام مذکور ہیں۔ ترکی اور ایران میں بھی قانون وصیت مدونه شکل میں موجود ہے۔

برصغیر ہندوپاکستان میں:

بر صغیر ہند و پاکستان میں مسلم پرسنل لا شریعت (اطلاق) ایکٹ ۱۹۳۷ء کی دفعه ۲ کے تحت جن امور و معاملات میں اسلامی قانون نافذالعمل قرار دیا گیا تھا، ان میں وصیت شامل نه تھی۔ البته اسی قانون کی دفعه ۳ میں یه صراحت کی گئی تھی که اگر کوئی مسلمان وصیت کے معامله میں یه چاہتا ہے که اسپر عرف و رواج (custom) کے بجائے اسلامی قانون کا اطلاق ہو، تو اسے اس انتخاب کا حق ہوگا، جسکے بعد اسکے نابالغ بچے اسلامی قانون وصیت کے تابع سمجھے جائینگے۔

لیکن مغربی پاکستان میں ۱۹۶۲ء میں جو پرسنل لاء نافذ کیا گیا اس میں یه تخصیص ختم کر کے وصیت کو بھی ان امور میں بھی شامل کر لیا گیا جن میں اسلامی قانون کا علی العموم اطلاق ہوگا۔ عرف و رواج کی قانونی حثیت اسلامی قانون کے مقابله میں منسوخ و غیر نافذ قرار پائی۔ چنانچه آج پاکستان میں جو قانون وصیت نافذ ہے وہ حنفی اور شیعی فقہاء کے مفتیٰ به اقوال کے مطابق ہے لیکن اس موضوع پر کوئی قانون مدون شکل میں موجود نہیں۔

ضابطہ بندی :

حسب سابق " قانون وصیت " کو بھی دفعات کی شکل میں ضابطہ بند (Codify) کیا گیا ہے۔ چنانچہ مقدمہ ھذا کے بعد ھی اس ناچیز کا مرتب کردہ قانون وصیت کا متن دیا گیا ہے تاکہ قاری کو بیک نظر اسلامی قانون وصیت کے تمام پہلوؤں سے متعلق ضروری واقفیت ہو جائے اور پاکستان کی قومی اسمبلی جب بھی "اسلامی قانون" وصیت کو ضابطہ بند (Codify) کرنے کا اقدام کرے تو اس ناچیز کے سابقہ مدونہ قوانین کی طرح قانون وصیت کا بھی ایک خاکہ اس کے سامنے موجود ہو ۔ اگر جملہ اسلامی قوانین (فوجداری، دیوانی، صنعتی ، معاشی و تجارتی وغیرہ) اس طرز پر مدون ہو جائیں تو آئندہ زمانہ میں اسلامی قانون سازی میں بڑی مدد ملے گی ، جو وقت کی ایک اہم پکار بھی ہے اور آئینی و ملی تقاضا بھی ۔

بلا شبہ اسلامی قوانین کی ترتیب نو اور تدوین جدید کا کام اس انداز پر کرنا نہ صرف مشکل اور کٹھن ہے بلکہ اپنی وسعت اور پھیلاؤ کے اعتبار سے اس کا کما حقہ احاطہ کرنا کسی فرد واحد کے بس کی بات نہیں ۔ بس ایک جذبۂ بے اختیار شوق ہے جو نامساعد حالات کے باوجود راقم الحروف سے یہ کام کرا رہا ہے

تو مپندار کہ ایں قصہ زخود می گویم
گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

چنانچہ " ما لا یدرک کلہ لا یترک بعضہ " کے مصداق شخصی قوانین کی حد تک یہ مجموعہ اس ناچیز کے ہاتھوں چھ جلدوں میں مکمل ہو جائے گا ۔ پانچویں جلد اسلامی قانون وراثت اور چھٹی جلد شفعہ پر ہو گی ۔ یہ جلدیں ، انشاء اللہ العزیز ، جلد ھی منصۂ شہود پر آجائیں گی۔

کر رہے ہیں گوشۂ وحشت میں تعمیر جہاں
گوشۂ داماں وحشت میں لیے ویرانہ ہم

ناسپاسی ہو گی اگر میں محترم جناب جسٹس ایس ۔ اے۔ رحمن ، سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ ، پاکستان کا شکریہ ادا نہ کروں ۔ جسٹس موصوف نے اس کتاب کے مسودہ کا از اول تا آخر مطالعہ فرمایا اور بعض جگہ حاشیہ پر نوٹ لکھ کر راقم الحروف کو مزید غور و خوض کی طرف توجہ دلائی ۔ مجھے خوشی ہے کہ موصوف کے ان ارشادات سے میری رہ

نمائی ہوئی ، جس کے نتیجہ میں مزید غور و فکر کے بعد متعلقہ مسائل میں تحقیق کا معیار کچھ اور بلند ہو گیا ہے۔

آخر میں اللہ تبارک و تعالی سے دست بدعا ہوں کہ وہ اس حقیر خدمت کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے سعادت تاثیر سے نوازے اور فقہ اسلامی کے اس سلسلہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین واللہ سبحانہ و تعالی ھو المعین ، انہ نعم المولی و نعم النصیر ۔

سبک زجائے نہ گیری کہ بس گراں گہراست
متاع من کہ نصیبش مباد ارزانی

۲۶ فروری ۱۹۷۱ء
مطابق ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۰ ھ

تنزیل الرحمن

قانونِ وصیت

متن (Text)

قانون وصیت

متن (Text)

چھبیسواں باب

احکامِ وصیت

تعریفات

۲۰۱ ـ (۱) کسی شخص کا اپنی وفات کے بعد کے زمانہ کے لئے علی الدوام یا معین وقت کے لئے اپنی شرعی مملوکہ عین شے یا اس کی منفعت کا کسی شخص یا ادارہ کے حق میں بلا عوض و بطریق ملک منتقل کرنے کا قطعی اظہار ''وصیت،، کہلاتا ہے ـ

(۲) وصیت کرنے والے کو ''موصی،، کہتے ہیں ـ

(۳) جس شئے کے بارے میں وصیت کی جائے وہ ''موصی بہ،، کہلاتی ہے ـ

(۴) جس کے حق میں وصیت کی جائے اس کو ''موصی لہ،، کہتے ہیں ـ موصی لہ کی جمع ''موصی لہم،، آتی ہے ـ

(۵) جو شخص موصی کے قائم مقام کی حیثیت سے وصیت کے اجراء و تعمیل کے لئے مقرر کیا جائے وہ ''وصی،، کہلاتا ہے ـ

ارکان وصیت

۲۰۲ ـ (۱) ارکان وصیت دو ہیں : (اول) ایجاب ، اور (دوم) قبول ـ

(۲) ایجاب یا قبول زبانی یا تحریری دونوں طرح درست ہو گا ـ

(۳) عجز کے سبب وصیت کا ایجاب یا قبول اشارہ کے ذریعہ صحیح ہوگا ـ

تکمیل وصیت

۲۰۳ ـ (۱) وصیت ایجاب سے منعقد اور قبول سے مکمل و قابل نفاذ ہوگی ـ

(۲) موصی لہ موصی بہ کا اس وقت مالک متصور ہوگا جب کہ اس کی جانب سے صراحتاً یا دلالتاً وصیت قبول کر لی گئی ہو ـ

(۳) قبول موصی کی وفات کے بعد قابل اعتبار ہوگا ـ موصی کی حیات کے دوران موصی لہ کے قبول یا رد کا کوئی اعتبار نہ ہوگا ـ

(۴) تاوقتیکہ موصی لہ کی جانب سے ، بعد وفات موصی ، قبول یا رد نہ پایا جائے موصی بہ نہ کسی وارث کی ملکیت ہوگا نہ موصی لہ کی ـ اس کی ملکیت ایک مناسب مدت تک موقوف رہے گی ، جس کا تعین عدالت کی صوابدید پر منحصر ہوگا ـ

(۵) اگر موصی لہ موصی کی وفات کے بعد وصیت کے قبول یا رد کرنے سے قبل فوت ہو گیا تو موصی لہ کے ورثاء اس کے قائم مقام ہونگے اور اُن کو وصیت کے رد و قبول کا اختیار حاصل ہو گا۔

(۶) قبول کے بعد وصیت کی صحت کے لئے موصی لہ کا موصی بہ پر قبضہ شرط نہ ہوگا۔

توضیح : نفاذ وصیت کے لئے قبول کی شرط اس وقت لازم ہو گی جبکہ موصی لہ شخص معین ہو اور قبول کی صلاحیت رکھتا ہو۔

شہادت وصیت

۲۰۴ - موصی کے ورثاء کے انکار کی صورت میں وصیت کے ثبوت کے لئے شہادت ضروری ہو گی۔

وصیت مطلق مقید یا معلق بالشرط

۲۰۵ - وصیت خواہ مطلق ہو یا مقید یا معلق بالشرط، جائز ہو گی۔

حکم وصیت (واجب یا مستحب)

۲۰۶ - وصیت کرنا شرعاً مستحب ہے۔

جواز وصیت

۲۰۷ - (۱) بمتابعت احکام مندرجہ قانون ھذا وصیت کے جواز و صحت کے لئے لازم ہوگا کہ وہ مقاصد شرع کے منافی نہ ہو۔

(۲) فقرہ (۱) دفعہ ھذا کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے، وصیت معلقہ یا متصلہ بالشرط صحیح متصور ہو گی۔

توضیح : (۱) اگر شرط صحیح ہو تو اس وقت تک اس کی رعایت لازم ہو گی جب تک کہ اس وصیت میں اس شرط کی وہ مصلحت موجود و قایم رہے لیکن اگر شرط غیر صحیح ہو یا مصلحت مقصودہ زائل ہو گئی، تو اس کی رعایت نہ کی جائے گی۔

(۲) صحیح شرط وہ کہلائے گی جس میں موصی یا موصی لہ یا ان کے ماسوا کسی کا فائدہ متصور ہو اور ممنوعات میں سے نہ ہو اور نہ مقاصد شرعیہ کے منافی ہو۔

رجوع و فسخ وصیت

۲۰۸ - (۱) موصی کے لئے وصیت سے رجوع کرنا جائز ہوگا، خواہ یہ رجوع صریحاً ہو یا دلالتاً یا ایسے فعل سے ہو جو موصی بہ کے نام، بنیادی صفت یا منفعت کو زائل کرنے والا ہو یا اس میں ایسی زیادتی کرنے والا ہو جس کے بغیر موصی بہ

کو سپرد نہ کیا جاسکے یا ایسا تصرف ہو جس سے موصی کی ملکیت زائل ہو گئی ہو، خواہ یہ تصرف انتقالی ہو یا تغیراتی ہو یا ایسا اختلاطی ہو کہ موصی بہ ممیز نہ ہو سکے۔

(۲) وصیت تحریری یا زبانی اظہار سے یا کسی ایسے فعل سے جس سے اس کے فسخ کرنے کی نیت ظاہر ہوتی ہو، فسخ ہو سکتی ہے۔

توضیح: بد اغراض دفعہ ہذا کسی شئے کا تلف ہونا اس وقت کہا جائیگا جبکہ اسکی ہیئت اس قدر کامل طور پر تبدیل ہو جائے کہ بطریق معمول اسکے بیان کرنے کیلئے کوئی اور لفظ استعمال کرنا پڑے۔

مگر لازم ہوگا کہ محض اس امر سے انفساخ وصیت کی نیت قیاس نہیں کی جا سکتی کہ اسی وصیت کے فقرۂ مابعد یا علیحدہ وصیت کی رو سے اس موصی بہ کی کسی اور کے حق میں وصیت کیگئی ہے۔ ایسی صورت میں دونوں وصیتیں ایک ہی سمجھی جائینگی اور پہلا اور دوسرا موصی لہ اس موصی بہ کے مشترکاً حقدار ہوں گے، الاّ یہ کہ وصیت نامہ کے حالات و قرائن سے موصی کی نیت اسکے خلاف ہو یا دونوں وصیتوں میں منافات پائی جاتی ہو اور باہم دونوں کا ایک معنی میں اجتماع محال ہو۔

۲۰۹ - بحالات ذیل وصیت باطل ہوگی: ابطال وصیت

(۱) موصی کے دائمی طور پر پاگل ہو جانے سے،

(۲) موصی سے قبل موصی لہ کے فوت ہو جانے سے،

(۳) موصی یا موصی لہ کے مرتد ہو جانے سے،

(۴) موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے موصی بہ کے ضائع یا ہلاک ہوجانے سے،

(۵) موصی کی وفات کے بعد موصی لہ کے وصیت کو رد کرنے سے،

(۶) موصی لہ کے موصی کو عمداً قتل کرنے سے،

(۷) موصی بہ پر کسی دوسرے شخص کا تحق ثابت ہو جانے سے، اور

(۸) کسی دیگر امر شرعی کی بناء پر جو بطلان وصیت کا موجب ہو۔

انکار وصیت

۲۱۰ - وصیت سے انکار کر دینا وصیت سے رجوع کرنا متصور ہو گا، بشرطیکہ حالات و قرائن اس کے متقاضی ہوں ۔

ستائیسواں باب

احکامِ وصی

اھلیت موصی

۲۱۱ - بہ پابندی ان حدود کے جو دفعات آئندہ میں مذکور ھیں ھر بالغ و عاقل اور تصرف کا اھل مرد یا عورت اپنی املاک و جائداد وصیت کے ذریعہ منتقل کرنے کا اھل ہے ۔

(۲) موصی کے لیے لازم ہوگا کہ وہ وصیت کرتے وقت بالغ، عاقل، خود مختار اور سلوک و احسان (تبرع) کا شرعاً اھل ہو ۔

استثناء : (۱) ایک قریب البلوغ لڑکا جو سن رشد کو پہنچ گیا ہو اپنی تجہیز و تکفین اور امور خیر کی وصیت کرنے کا مجاز ہو گا ۔

کم عقل کی وصیت

۲۱۲ - جس شخص کو اس کی کم عقلی کی بناء پر تصرفات سے روک دیا گیا ہو امور خیر کیلئے اس کی وصیت صحیح ہو گی ۔

وصیت ترکہ کے دین میں مستغرق نہ ہونے کی صورت میں

۲۱۳ - جس شخص کے ترکہ پر مستغرق دین نہ ہو اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے کل یا بعض مال کی وصیت جس کسی کے حق میں چاہے کرے۔ اس کے لئے حکومت سے وصیت کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوگی ۔

موصی بہ کے دین میں مستغرق ہونے کی صورت میں موصی کا اختیار

۲۱۴ - جس شخص کا کل مال دین میں مستغرق ہو اس کی وصیت جائز نہ ہوگی الا یہ کہ دائنین اپنا دین معاف کردیں اور وصیت کے نفاذ پر راضی ہوں ۔

مسلم کی وصیت غیر مسلم کے لیے

۲۱۵ - دین و ملت کا اختلاف وصیت کا مانع نہ ہوگا ۔ ایک مسلم کی وصیت غیر مسلم ذمی یا مستأمن کے حق میں اور ایک غیر مسلم کی وصیت مسلم کے حق میں صحیح ہوگی البتہ غیر مسلم حربی کے حق میں مسلم کی وصیت باطل ہو گی جبکہ حربی کے ملک سے موصی کا ملک برسرپیکار ہو یا دونوں ممالک کے درمیان حالت جنگ پائی جاتی ہو ۔

وصیت بحالت مرض موت

۲۱۶ - مرض موت کے مریض کے تمام تصرفات ، خواہ انشائی ہوں یا خبری ، بعد ادائی دین بطور وصیت بقیہ ترکہ کے ایک تہائی کی حد تک نافذ ہو سکیں گے۔

بحالت مرض موت زوجہ مطلقہ کے لیے وصیت

۲۱۷ - جب کسی مرض موت کے مریض کی زوجہ ، مرض کی حالت میں ، اپنے شوہر سے طلاق بائن کا مطالبہ کرے اور شوہر اس کو طلاق دے دے۔ بعد ازاں شوہر اس کے حق میں دین کا اقرار یا وصیت کرے۔ اگر عورت کی عدت میں شوہر کا انتقال ہوجائے تو اس کو میراث یا اقراری دین یا مال موصی بہ (ترکہ کی ایک تہائی تک) جو کم مقدار میں ہو گا وہ دیا جائے گا۔ اگر عدت گذرنے کے بعد شوہر کا انتقال ہوا تو اقراری دین یا مال موصی بہ (ترکہ کی ایک تہائی تک جیسی کہ صورت ہو) دیا جائے گا ، لیکن اگر عورت کے مطالبہ کے بغیر طلاق دی گئی ہو تو اسکو عدت میں شوہر کی وفات کی صورت میں میراث کا مکمل حصہ دیا جائے گا۔

اٹھائیسواں باب

احکامِ موصی لہ

حیات موصی لہ

۲۱۸ - (۱) وصیت کے جواز کے لیے لازم ہوگا کہ موصی لہ حقیقتاً یا حکماً موصی کی موت کے وقت زندہ ہو اور مال وصیت پانے کا اھل ہو۔ اگر موصی لہ موصی سے پہلے فوت ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائیگی اور موصی بہ میں موصی کے ورثاء کا استحقاق قائم ہو جائیگا ، الاّ یہ کہ موصی کی نیت کچھ اور ہو۔

(۲) اگر وصیت بلا کسی شرط کے صرف دو اشخاص کے حق میں ہو اور وصیت کے وقت ان اشخاص نامزد میں سے ایک شخص مرچکا ہو یا کبھی پیدا ہی نہ ہوا ہو تو دوسرا موصی لہ بشرطیکہ وہ موصی کی وفات کے وقت زندہ ہو، کل شے موصی بہٗ کا مستحق ہوگا لیکن اگر دوسرا موصی لہ موصی کی وصیت کے وقت موجود تھا، مگر موصی کی حیات میں فوت ہو گیا تو جس حصہ کی اس کے حق میں وصیت کی گئی تھی، وہ موصی کے ورثاء کا حق ہو گا ، نہ کہ مرحوم موصی لہ کے ورثاء یا موجود موصی لہ کا۔

(۳) اگر دو اشخاص کے حق میں مشترک وصیت کی جائے ، اور موصی کی وفات پر معلوم ہو کہ ان میں سے ایک شخص موصی کا وارث ہے اور اس وجہ سے

وصیت پانے کا مجاز نہیں تو اسکا حصه دوسرے موصی له کو نه دیا جائے گا ، بلکه وه موصی کے ورثاء کا حق ہوگا۔ یہی صورت اس وقت ہو گی جبکه مشترک موصی لهم میں سے ایک موصی له موصی کے قتل کا باعث ہوا ہو یا کسی اور سبب سے شرعاً وصیت پانے کا اہل و مستحق نه رہے۔

(۴) جبکه موصی دو معین موصی لہم کے حق میں وصیت کرے جن میں سے وصیت کے وقت ایک موصی له فوت شده ہو یا معدوم الوجود ہو تو یه موصی له (یا اسکا کوئی وارث) وصیت کا مستحق نه ہوگا۔ اور اگر وصیت کے وقت دونوں موجود ہوں ، اسکے بعد موصی کی موت سے قبل کسی ایک کا انتقال ہو جائے یا وصیت کا اہل نه رہے تو اسکے حق مین وصیت باطل ہو گی ۔

امور خیر کے لیے وصیت

۲۱۹ - مساجد ، مدارس ، مسافر خانوں ، خانقاہوں ، خیراتی اداروں نیز ہر قسم کے امور خیر کے لیے وصیت جائز ہو گی ۔

وصیت بحق وارث

۲۲۰ - (۱) وارث کے حق میں وصیت ، دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر جائز نه ہوگی ۔ مگر لازم ہوگا که وه اجازت موصی کی موت کے بعد دی گئی ہو اور اجازت دینے والے ورثاء اس کے اہل ہوں ۔

(۲) وارث کا وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہوگا ، نه که وصیت کرنے کے وقت ۔

(۳) اجازت دینے والے ورثاء کو اجازت دینے کے بعد اس سے رجوع کرنے کا اختیار نه ہوگا۔ اگر بعض ورثاء نے اجازت دی اور بعض نے نه دی تو اجازت دینے والوں کے حصص کے بقدر وصیت نافذ ہوگی اور اجازت نه دینے والے ورثاء کے حصوں کے بقدر وصیت باطل قرار پائے گی۔

مگر لازم ہوگا که وصیت کسی اجنبی (غیر وارث) کے حق میں، کوئی مانع نه ہونے کی صورت میں ، وارث کی اجازت پر موقوف نه ہو گی ، البته تہائی سے زائد کیلئے ہو تو اس زائد مقدار کی حد تک وصیت کا نفاذ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگا ، بشرطیکه ورثاء تبرع کے اہل ہوں اور اجازت موصی کی وفات کے بعد دی گئی ہو ۔

استثناء: موصی کے شیعہ ہونے کی صورت میں وصیت بحق وارث ایک تہائی کی حد تک بلا اجازت ورثاء جائز و نافذ ہو گی ۔

زوجین کی ایک دوسرے کے لیے وصیت
۲۲۱ - شوہر کی وصیت زوجہ کے حق میں اور زوجہ کی وصیت شوہر کے حق میں ، جب کہ کوئی دیگر وارث موجود نہ ہو، صحیح ہو گی ۔

مگر لازم ہوگا کہ کسی دیگر وارث کی موجودگی میں وصیت اس وارث کی اجازت پر موقوف ہو گی ۔

وصیت بحق مفقود
۲۲۲ - مفقود کے حق میں وصیت جائز ہو گی ، مگر موصی بہ اس کی حیات یا موت کے ثبوت تک موقوف رکھا جائے گا ۔اگر مفقود زندہ ہوا تو اپنا حصہ لے گا، ورنہ مال موصی بہ موصی کے ورثاء کا حق ہوگا ۔

وصیت بحق قاتل
۲۲۳ - ایسے قاتل کے لیے جو قتل عمد یا شبہ عمد کا مرتکب ہوا ہو ، وصیت جائز نہیں ، الاّ یہ کہ ورثاء اجازت دے دیں یا یہ کہ قاتل بچہ یا دیوانہ ہو ۔

استثناء: موصی لہ قتل بالتسبب یعنی قتل کا سبب ہونے کی صورت میں وصیت سے محروم نہ ہوگا ۔

وصیت بحق حمل
۲۲۴ - حمل کے لیے وصیت صحیح ہو گی۔

توضیح : (۱) حاملہ کے شوہر کے زندہ ہونیکی صورت میں موصی کی موت سے چھ ماہ کے اندر وضع حمل ہوگیا ہو ۔ حاملہ کے معتدہٗ طلاق بائن یا معتدہٗ وفات ہونے کی صورت میں وضع حمل کی آخری مدت دو سال ہو گی ۔

انتیسواں باب

احکامِ موصی بہ

شرائط موصی بہ
۲۲۵ - موصی بہ کے لیے لازم ہوگا کہ مال متقوم ہو یا متعلق بمال یا تابع مال یا بمعنی مال ہو ، جو شرعاً جائز ہو اور موصی کی ملکیت میں داخل ہو ۔

مقدار موصی بہ
۲۲۶ - موصی کی تجہیز و تکفین اور اس کے ذمہ جملہ دیون کی ادائی کے بعد بقیہ ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک وصیت جائز ہوگی ۔ ایک تہائی سے زائد میں وصیت کا نفاذ موصی کی وفات کے بعد ورثاء کی اجازت پر منحصر ہوگا ۔

وارث نہ ہونے کی صورت میں کل مال کی وصیت

۲۲۷ - جس شخص پر کچھ دین نہ ہو اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے کل مال کے بارے میں جس کے حق میں چاہے وصیت کر دے۔

منافع کی وصیت

۲۲۸ - منافع کی وصیت علی الدوام یا ایک معین وقت کے لیے جائز ہوگی -

وظیفہ کی وصیت

۲۲۹ - ترکہ کی آمدنی سے وظیفہ دیئے جانے کی وصیت جائز ہوگی -

شے معدوم کی وصیت

۲۳۰ - کسی ایسی شے کی وصیت جو بوقت وصیت موجود نہ ہو، مگر بوقت مرگ موصی وجود میں آچکی ہو ، جائز ہوگی -

اعضاء انسانی کی وصیت

۲۳۱ - موصی کا اپنے کسی عضو کی کسی کے حق میں بغرض انتفاع (مثلاً پیوند کاری کی غرض سے) وصیت کرنا جائز نہ ہوگا -

موصی بہ میں اضافہ

۲۳۲ - موصی بہ میں اضافہ جو اس سے متصل ہو وصیت میں شمار ہوگا -

موصی بہ کا ابہام

۲۳۳ - (۱) جب موصی کی وصیت کے الفاظ میں کوئی اس قسم کا ابہام پایا جائے جس کا ازالہ ممکن ہو تو وصیت جائز اور نافذالعمل ہو گی -

(۲) بہ پابندی احکام قانون ھذا، اگر وصیت سے اسکے برخلاف منشا نہ پایا جائے، تو جائداد میں موصی بہ کا حلیہ وھی سمجھا جائےگا اور وھی جائداد وصیت میں شامل سمجھی جائیگی جو موصی کی وفات کے وقت موجود تھی

تزاحم وصایا

۲۳۴ - (۱) وصیتوں میں تزاحم کے وقت ، بصورت انکار ورثاء ، موصی لہم کے درمیان موصی کے تجویز کردہ حصوں میں بقدر تناسب کمی کر کے موصی بہ کی تقسیم عمل میں لائی جائے گی -

(۲) امور خیر سے متعلق وصیت میں درجہ کا لحاظ کیا جائے گا - اور فرض کو واجب پر اور سنت کو نفل پر فوقیت دی جائے گی - ہم درجہ ہونے کی صورت میں مساوی تقسیم عمل میں آئے گی -

(۳) معین اشخاص اور امور خیر دونوں کے حق میں تزاحم کی صورت میں ان کے معین حصوں کے تناسب سے تقسیم عمل میں آئے گی - حصص کی عدم تعین کی صورت میں موصی بہ برابر تقسیم کیا جائے گا۔

تیسواں باب

احکام وصی

وصی کا تقرر

۲۳۵ - وصی کے تقرر کا حق خود موصی کو حاصل ہوگا -

نگراں کا تقرر

۲۳۶ - مرد یا عورت دونوں کو وصی مقرر کیا جاسکتا ہے خواہ وہ میت سے رشتہ رکھتے ہوں یا نہ ، اور یہ صحیح ہوگا کہ کسی وصی کے موجود ہوتے ہوئے اولاد کیلئے ماں یا دادی یا نانی کو نگران مقرر کر دیا جائے -

وصی کا حق تاتق

۲۳۷ - (۱) صغیر سن بچوں کے باپ کے وصی کو دادا پر فوقیت حاصل ہوگی -

(۲) اگر موصی نے اپنے بچے کیلئے اس کی ماں یا کسی دوسری عورت کو وصی مقرر کیا ہو تو دادا کو ان بچوں کے مال میں ولایت کا حق حاصل نہ ہوگا: البتہ اگر بچوں کے باپ کا بغیر وصی مقرر کئے انتقال ہو گیا اور دادا تصرف پر قادر اور امین موجود ہو ، تو اس کو مالی تصرفات کا حق حاصل ہوگا -

وصی کا قبول یا رد کرنا

۲۳۸ - (۱) اگر وصی نے موصی کی زندگی میں اپنے منصب کو قبول کر لیا ، تو اس کو موصی کی موت کے بعد اس سے رجوع یا رد کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا ، الاّ یہ کہ موصی نے وصی مقرر کرتے وقت یہ صراحت کر دی ہو کہ جس وقت وصی چاہے گا اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے علیحدہ کرسکے گا -

(۲) وصی کے لیے اپنے منصب کا رد کرنا موصی کی حیات میں اس کے علم میں لاتے ہوئے صحیح ہوگا - وصی کے علم میں لائے بغیر رد کرنا صحیح نہ ہوگا -

(۳) اگر وصی نے موصی کی حیات میں منصب وصایت کو بشرط علم موصی رد کر دیا تو موصی کی موت کے بعد اس کا قبول کرنا قابل اعتبار نہ ہوگا -

(۴) اگر وصی موصی کی زندگی میں خاموشی اختیار کئے رہا حتی کہ موصی کی موت واقع ہو گئی تو اسے موت کے بعد قبول یا رد کرنے کا اختیار حاصل ہوگا -

دلالۃ قبول

۲۳۹ - (۱) وصی کے تقرر کے لئے کسی خاص لفظ یا عبارت کی ضرورت نہیں ، البتہ لازم ہوگا کہ اس لفظ یا عبارت سے وصیت کا انتظام اور انصرام وصی کے سپرد کرنیکی نیت و منشا صاف طور پر ظاہر ہوتی ہو -

(۲) وصی کا دلالۃً قبول کرلینا صراحۃً قبول کرلینے کی مانند متصور ہوگا چنانچہ وصی کا میت کے ترکے سے کسی چیز کو ورثاء کے حق میں منفعت بخش سمجھتے ہوئے فروخت کردینا یا ترکے سے خرید لینا ، یا میت کے دین کو ادا کردینا ، یا دین کا وصول کرلینا منصب وصایت کا قبول سمجھا جائے گا ۔

شرائط وصی

۴۴۰ - وصی کا مسلم ، عاقل ، بالغ اور امین ہونا شرط ہوگا ، نیز یہ کہ وہ معاملات سے بخوبی واقف ہو ۔ اگر میت نے کسی ایسے شخص کو وصی مقرر کیا جو مذکورہ صفات سے متصف نہ ہوا ، تو حاکم عدالت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کو معزول کر کے کسی ایسے شخص کو وصی مقرر کردے جو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہو ۔

وصی کی معزولی

۴۴۱ - موصی کو اختیار ہوگا کہ اپنے مقرر کردہ وصی کو کسی بھی وقت منصب وصایت سے معزول کردے ۔

عدالت کا اختیار معزولی

۴۴۲ - (۱) موصی کا مقرر کردہ وصی جب عادل ہو اور نفاذ وصیت پر قادر ہو تو عدالت کو اس کے معزول کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا ، البتہ وصی کے بعض امور کی انجام دہی سے جزوی عجز کی بناء پر عدالت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کے ہمراہ ایک اور شخص کا اضافہ کردے ۔

(۲) اگر عدالت کو یہ یقین ہو جائے کہ وصی وصیت کے اجراء سے حقیقتاً مکمل طور پر عاجز ہے تو وہ اس کی جگہ دوسرا شخص مقرر کرسکتی ہے ، لیکن اگر کسی آئندہ وقت میں معزول شدہ وصی اجراء وصیت پر قادر ہوگیا تو عدالت کے لئے اس کو بحال کرنا ضروری ہوگا ۔

(۳) وصی خیانت کی وجہ سے معزول کیا جاسکے گا ۔

عدالت کا اختیار تقرر

۴۴۳ - جب کسی میت کا وصی مختار موجود نہ ہو اور میت پر یا میت کا لوگوں پر دین ہو یا اس کی کوئی وصیت موجود ہو لیکن اس کے نافذ کرنے کے لئے کوئی وارث بھی موجود نہ ہو جو اس کے دین کو ادا کرے یا وصول کرے یا وصیت کو جاری کرے ، یا وارث نابالغ ہو تو عدالت کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ اپنی جانب سے کسی اہل شخص کو وصی مقرر کر دے ۔

ایک سے زائد وصیوں کے تقرر کی صورت میں تصرفات کی نوعیت

۴۴۴ - جب کہ میت یا کسی عدالت مجاز نے دو شخصوں کو وصی مقرر کیا ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ مستقلاً تصرف کرنا جائز نہ ہو گا - اگر ایک نے کوئی تصرف کیا تو وہ تصرف نافذ نہ ہو گا، الا یہ کہ دوسرا وصی بھی اس کی اجازت دے دے، اس سے امور ذیل مستثنے ہوں گے:—

(۱) میت کی تجہیز و تکفین -

(۲) جو حقوق میت کے دوسروں پر واجب ہوں ان کے متعلق خصومت (چارہ جوئی) -

(۳) میت کے دیون کا مطالبہ بغیر قبضہ کرنے کے -

(۴) میت پر ثابت شدہ دیون کی ادائی، ترکے کے اس مال سے جو دین کا ہم جنس ہو - معین شئی کی وصیت کا کسی معین موصی لہ، کے حق میں نافذ کرنا -

(۵) موصی کے نابالغ بچوں کی ضروریات زندگی کا مہیا کرنا -

(۶) موصی کے نابالغ بچوں کے حق میں ہبہ قبول کرنا -

(۷) موصی کے نابالغ بچوں کو کسی غیر مضر کام پر لگانا -

(۸) موصی کے نابالغ بچوں کے مال کو کرایہ پر اٹھانا -

(۹) عاریت اور ودیعتوں کو واپس کرنا اور میت نے جو مال غصب کیا ہو یا بیع فاسد کے ذریعہ خریدا ہو، اس کو واپس کرنا -

(۱۰) موصی کے شریک سے قابل تقسیم اشیاء کی تقسیم کرنا اور جن چیزوں کے خراب و فاسد ہونے کا خطرہ ہو ان کو فروخت کرنا -

(۱۱) ضائع ہونے والے متفرق اموال کا جمع کرنا -

مگر شرط یہ ہے کہ اگر موصی نے کسی قسم کے تصرفات میں منفرداً یا مجتمعاً عمل کرنے کی تصریح کی ہو تو اس کا اتباع تا حد امکان لازم ہو گا، الا یہ کہ ضرورت وقت اس کے خلاف مقتضی ہو -

وصی کا اختیار تقرر

۴۴۵ - وصی موصی کو اپنی وفات سے قبل دوسرے شخص کو موصی کے ترکہ کا وصی مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہو گا، بشرطیکہ موصی نے اس کو یہ اختیار دیا ہو -

وصی کے تصرفات

۲۴۶ - میت کے ترکہ پر دین اور وصیت نہ ہونے کی صورت میں، اگر میت کے تمام ورثاء نابالغ ہوں تو وصی کو منقولات کی بیع کا حق حاصل ہوگا اور یہ بھی کہ بعض مواقع پر معمولی نقصان کے ساتھ فروخت کر دے، بشرطیکہ وصی کا ایسا کرنا ان اموال کی حفاظت کا بہتر ذریعہ ہو۔ لیکن جائیداد غیر منقولہ کی بیع کا حق حاصل نہ ہو گا، الا یہ کہ۔

(۱) ان کے فروخت کرنے میں یتیم کا بین فائدہ ہو مثلاً جائیداد دوگنی قیمت پر فروخت ہو رہی ہو،

(۲) میت پر دین ہو اور جائیداد غیر منقولہ فروخت کرنے کے علاوہ اس کی ادائی کی کوئی صورت نہ ہو تو، بقدر دین، فروخت کرے،

(۳) ترکے میں فوری جاری کی جانے والی کوئی وصیت موجود ہو اور مال منقولہ اور نقد رقم موجود نہ ہو تاکہ ان کے ذریعے وصیت کو پورا کیا جا سکے، تو جائز ہو گا کہ بقدر اجراء وصیت جائیداد غیر منقولہ فروخت کر کے وصیت نافذ کر دے۔

(۴) نابالغ اپنی ضروریات زندگی میں نقد رقم کا محتاج ہو تو جائز ہو گا کہ مثل قیمت یا معمولی نقصان کے ساتھ فروخت کر کے نابالغ کی ضروریات زندگی فراہم کر دے۔

(۵) جائیداد پر ٹیکس یا دیگر کوئی بار ایسا پڑ رہا ہو کہ جائیداد کی آمدنی اس کو برداشت نہ کر سکے،

(۶) جائیداد (مکان، دوکان، آراضی وغیرہ) کے تباہ یا غیر آباد ہو جانے یا اسپر کسی جابر کے قبضہ کر لینے کا خوف ہو۔

مذکورہ بالا امور شرعیہ کے خلاف اگر وصی نے غیر منقولہ جائیداد فروخت کی تو اس کا یہ تصرف باطل قرار پائے گا اور نابالغ کا بعد بلوغ اس تصرف کی اجازت دینا بھی قابل اعتبار نہ ہو گا۔

Accession number 87690
Date 4-3-1983

ترکہ پر دین نہ ہونے اور ورثاء کے بالغ ہونیکی صورت میں وصی کے اختیارات

۲۴۷ - جب ترکہ پر دین نہ ہو اور نہ کوئی وصیت ہو، اور میت کے ورثاء بالغ اور موجود ہوں تو وصی کو ان ورثاء کی اجازت کے بغیر ترکے کی کسی شئے کے بیع کرنے کا حق نہ ہو گا، البتہ وہ اس کا مجاز ہو گا کہ میت کے دیون کا مطالبہ کرے، اس کے حقوق پر قبضہ کرے اور انہیں ورثاء تک

پہنچادے، لیکن اگر بالغ ورثاء حاضر نہ ہوں بلکہ غائب ہوں تو وصی اس کا مجاز ہوگا کہ منقولات فروخت کر کے ان کی قیمت محفوظ کر دے۔ جائیداد میں کوئی تصرف نہ ہو سکے گا ۔ اسی طرح جب بعض ورثاء موجود ہوں اور بعض غائب ہوں تو غائبین کے حق میں مذکورہ بالا تصرف کر سکے گا ، البتہ غیر منقولہ جائیداد میں محض ادائی دین کی خاطر ہی تصرف کیا جا سکے گا ۔

ترکہ پر دین یا وصیت ہونے کی صورت میں وصی کے اختیارات

۲۴۸ - جب کہ ترکہ پر کوئی دین ہو یا کوئی وصیت قابل نفاذ ہو مگر ترکہ میں نقد رقم موجود نہ ہو ، ورثاء نے نہ وصیت پوری کی ہو اور نہ میت کا دین اپنے مال سے ادا کیا ہو تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ ترکہ کے دین میں مستغرق ہونے کی حالت میں ترکے کی منقولہ اشیاء و غیر منقولہ جائداد کو فروخت کر کے دین ادا کردے۔ اگر ترکہ دین میں مستغرق نہیں ہےاور ترکے میں ادائے دین یا وصیت کے اجراء کے لئے نقد رقم موجود نہیں تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ بقدر ادائی دین یا بقدر نفاذ وصیت ترکہ کو فروخت کرکے دین کی ادائی اور وصیت کا اجراء کردے ، خواہ ورثاء راضی ہوں یا نہ ہوں ۔

البتہ وصی کے لئے لازم ہوگا کہ ادائی دین و اجراء وصیت کے لئے اولاً منقولات کی قیمت سے ادائی کرے۔ اگر دین اور وصیت کے لئے ان کی قیمت کافی نہ ہو تو بقایا کی ادائی کے لئے جائداد غیر منقولہ کو فروخت کر دے ، لیکن ادائی دین یا وصیت کی حد سے تجاوز کرنا جائز نہ ہوگا ۔

ماں کے وصی کے اختیارات

۲۴۹ - (۱) ماں کا وصی محض اس منتزلہ ترکہ کی حد تک تصرف کرسکے گا جو نابالغ کو ماں کی جانب سے پہونچا ہو ،لیکن جو ترکہ کسی دوسرے کی جانب سے پہونچا ہو ، خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ ، دین میں مشغول ہو یا نہ ہو، اس میں تصرف نہ کرسکے گا ۔

(۲) وصی کو ماں کے ترکہ میں جب کہ بچے کا باپ یا جد صحیح موجود و حاضر ہو یاان دونوں کا مقرر کردہ وصی حاضر ہو ، تصرف کا حق حاصل نہ ہو گا ۔

(۳) اگر مذکورہ اشخاص میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ماں کے وصی کو بچے کے اس ترکے میں جو ماں سے اس کو پہونچا ہے تصرف کرنے کا باین

طور حق ہوگا کہ وہ اشیاء منقولہ کو فروخت کر کے ان کی قیمت محفوظ کرے اور بچے کی ضروریات زندگی مہیا کرے، لیکن جائداد غیر منقولہ کی بیع اس وقت تک جائز نہ ہوگی جب تک اس پر دیون کا بار نہ ہو یا اس سے اجراء وصیت مقصود نہ ہو۔

(۳) جو شخص صرف بچے کا پرورش کنندہ ہو گا، کسی قسم کا تصرف نہ کر سکے گا، بجز یہ کہ وہ تصرفات بچے کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کے سلسلے میں ہوں۔

وصی کا اختیار تجارت

۲۵۰ - وصی کے لئے جائز ہوگا کہ نابالغ کے مال میں اضافہ کی نیت سے اس کے مال سے تجارت کرے یا اور کوئی ایسا عمل کرے جو نابالغ کے حق میں بہتری کا ذریعہ اور سبب ہو۔ لیکن یہ جائز نہ ہوگا کہ نابالغ کے مال سے اپنی ذات کے لئے یا اپنی ذات کے ساتھ تجارت کرے۔

بیع کی شرائط

۲۵۱ - (۱) وصی کے لئے جائز ہوگا کہ وہ یتیم کے مال منقولہ کو کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جو وصی یا میت سے کوئی رشتہ نہ رکھتا ہو بشرطیکہ یہ بیع واجبی قیمت یا معمولی سی کمی کے ساتھ ہو، زیادہ نقصان کی شکل میں جائز نہ ہوگا یہی حکم نابالغ کے لئے کسی شئے کی خریداری کا ہو گا۔

(۲) باپ کے وصی کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ نابالغ کا مال کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جس کے حق میں وصی کی شہادت نہ قبول کی جاسکتی ہو، اور نہ میت کے کسی وارث کے ہاتھ، مگر یہ کہ نابالغ کے حق میں ایسا کرنا بہتری کا سبب ہو۔

(۳) حاکم کے مقرر کردہ وصی کے لئے بھی جائز نہ ہوگا کہ ایسے شخص سے بیع کرے جس کے حق میں اس وصی کی شہادت مقبول نہیں ہو سکتی، جس طرح کہ وہ اپنے حق میں بیع نہیں کر سکتا۔

بیع کی اساس

۲۵۲- باپ کے وصی کے لئے یہ جائز ہوگا کہ اپنا مال نابالغ کو فروخت کرے یا نابالغ کا مال خود خرید لے بشرطیکہ یہ معاملہ نابالغ کے حق میں نفع بخش ہو۔ نفع بخش ہونے کی صورتیں حسب ذیل ہیں :-

(الف) غیر منقولہ جائداد جب کہ دوگنی قیمت پر خریدے اور فروخت جب کہ ڈیڑھ گنا قیمت پر کی جائے ۔

(ب) منقولہ اشیاء کی صورت میں کل قیمت کے ایک تہائی کے فرق کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہوگا، بشرطیکہ اس معاملت کا نابالغ کے حق میں نافع ہونا بالکل واضح ہو ۔

لیکن حاکم کے وصی کے لئے کسی حالت میں اپنی ذات کے لئے نابالغ سے خرید یا فروخت کرنا صحیح نہ ہوگا ۔

میعادی ادائی پر بیع

۲۵۳ - وصی کے لئے جائز ہوگا کہ کسی اجنبی شخص سے میعادی ادائی پر بیع کا معاملہ کرے بشرطیکہ ادائی قیمت کی مدت بہت زیادہ نہ مقرر کی گئی ہو، اور یہ کہ خریدار سے مدت ختم ہونے پر رقم کی عدم وصولی کا خطرہ لاحق نہ ہو ۔

وصی کا اختیار رھن

۲۵۴ - وصی کے لئے جائز نہ ہوگا کہ وہ نابالغ کے مال سے اپنا دین ادا کرے یا قرض لے یا کسی کو قرض دے یا اپنا مال نابالغ کے پاس رھن رکھے یا نابالغ کا مال اپنے پاس رھن رکھے، البتہ یہ جائز ہوگا کہ کسی اجنبی شخص کا نابالغ پر دین ہے یا میت پر دین ہے تو نابالغ کی جائداد کو رھن رکھ دے یا اگر نابالغ کا مال کسی دین میں مطلوب ہے تو اس کے عوض میں رھن رکھے یا کفالت قبول کرے ۔

وصی کا وکیل مقرر کرنا

۲۵۵ - وصی کے لئے اپنی جانب سے اپنے استحقاقی تصرفات میں کسی شخص کو وکیل مقرر کر دینا جائز ہوگا ۔ یہ کہ وکیل وصی یا نابالغ کی موت سے خودبخود معزول ہو جائے گا ۔

وصی کا صلح کرنا

۲۵۶ - (۱) اگر میت یا نابالغ کا کسی پر دین ہو، اور اس دین کو ثابت کرنے کے لئے میت یا نابالغ کی جانب سے شہادت موجود نہ ہو اور مدیون دین سے انکاری ہو تو وصی کے لئے جائز ہو گا کہ فریق مقابل (مدیون) سے جس مقدار پر مناسب ہو صلح کرے، لیکن اگر میت یا نابالغ کی جانب سے دین کے ثبوت کے لئے شہادت عادلہ موجود ہو، یا یہ کہ مدیون دین کا اقراری ہو

یا یہ کہ حاکم کی عدالت سے وجوب دین فیصل شدہ ہو تو ایسی صورت میں وصی کیلئے حق سے کم مقدار پر صلح کرنا جائز نہ ہوگا ۔

(۲) اگر میت یا نابالغ پر کسی معین شئی کا دعوی کیا گیا ، اور مدعی کے پاس دعوی کے ثبوت میں شہادت موجود ہو یا اس کا دعوی عدالت سے فیصلہ شدہ ہو تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ شئی متدعویہ کے بقدر قیمت پر صلح کر لے ۔

(۳) وصی کا میت کے ذمہ دین یا اس کے ذمہ کسی معین شئی کے واجب ہونے یا وصیت موجود ہونے کا اقرار کرنا صحیح نہ ہوگا ۔ البتہ اگر میت کا کوئی وارث میت کے ذمہ دین کا اقرار کرے تو اس مقر کے حصہ کی حد تک اقرار صحیح متصور ہوگا ۔ لیکن دوسرے غیر مقر ورثاء کے حق میں یہ اقرار غیر موثر ہوگا ۔ اور مقر لہ محض اس وارث مقر کے حصہ کے بقدر اپنا حق پائے گا ۔ یہی حکم اس وقت ہوگا جب کہ کسی وارث نے میت کے ترکہ میں ایک تہائی کی وصیت موجود ہونے کا اقرار کیا ہو ، تو یہ اقرار اس کے حصہ کے بقدر معتبر ہوگا ۔

وصی کے ذمہ ضمان

۲۵۷ - اگر وصی نے میت کا کوئی ایسا دین ادا کر دیا جس پر مدعی کے پاس شہادت نہ تھی اور نہ اس کے متعلق حاکم کا فیصلہ موجود تھا ۔ اور نہ وصی کے پاس اس دین کے ثبوت کے لئے شہادت موجود تھی اور نہ ورثاء نے دین کی تصدیق کی تھی بلکہ حلفاً لاعلمی ظاہر کی ، تو وصی ورثاء کے حق میں دین کی باز ادائی کا ذمہ‌دار ہوگا ۔

وصی کا معاوضہ

۲۵۸ - وصی کو بشرط طلب آسکے منصب وصایت اور کارکردگی کا معاوضہ یا اس کا اجر مثل (واقعی اجر) کی حد تک دیا جاسکے گا ۔

حساب فہمی

۲۵۹ - موصی کے نابالغ بچوں کو بعد بلوغ وصی سے اپنی ذات پر صرف کئے جانے والے اخراجات کے محاسبہ کا حق حاصل ہوگا ۔

وصی کی ذمہ داری سے برات

۲۶۰ - اگر حساب کی افہام و تفہیم سے قبل وصی کا انتقال ہوگیا تو موصی کے ورثاء کو وصی کے ورثاء سے حساب فہمی کا حق نہ ہوگا ، الا یہ کہ وصی نے اپنی حیات میں نابالغوں کے اموال کی تفصیلات بیان کر دی ہوں اور بوقت وفات وہ اموال موجود نہ ہوں ، یا وہ اموال یا انکا کچھ حصہ وصی کی وفات کے بعد ضائع ہوا ہو ۔

قانونِ وصیت

مع شرح

چھبیسواں باب

احکامِ وصیت

تعریف، ارکان و شرائط وصیت

فات ۲۰۱ - (۱) کسی شخص کا اپنی وفات کے بعد کے زمانہ کے لئے علی الدوام یا وقت معین کے لئے اپنی شرعی مملوکہ عین شئے یا اس کی منفعت کا کسی شخص یا ادارہ کے حق میں بلا عوض و بطریق ملک منتقل کرنے کا قطعی اظہار "وصیت" کہلاتا ہے۔

(۲) وصیت کرنے والے کو "موصی" کہتے ہیں۔

(۳) جس شئے کے بارے میں وصیت کی جائے وہ "موصی بہ" کہلاتی ہے۔

(۴) جس کے حق میں وصیت کی جائے اس کو "موصی لہ" کہتے ہیں۔ موصی لہ کی جمع "موصی لہم" آتی ہے۔

(د) جو شخص موصی کے قائم مقام کی حیثیت سے وصیت کے اجراء و تعمیل کے لئے مقرر کیا جائے وہ "وصی" کہلاتا ہے۔

تشریح

وصیت، توصیہ اور ایصاء اسم بمعنی مصدر ہیں، اور ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں۔ وصیت کے لغوی معنی "اتصال" یعنی ایک شئے کے دوسرے تک پہونچنے یا ملنے کے ہیں۔ کبھی کبھی موصی بہ کو بھی وصیت کہا جاتا ہے کیونکہ وہ میت کے معاملہ کے ساتھ متصل ہوتا ہے[۱]۔ ایصاء کے حقیقی معنی ایک

---

(۱) تاج العروس، زبیدی، مطبوعہ بیروت، ج ۱، ص ۳۹۲:
"سمیت وصیة لاتصالها بامرالمیت"

انسان کے دوسرے انسان سے معاونت طلب کرنے کے ھیں، تاکہ وہ دوسرا شخص طالب کی جانب سے مطلوبہ امور انجام دے، شرعاً وصیت کے ذریعہ وفات کے بعد ھی اثر فعل، مقصود ھوتا ھے۔ چنانچہ عراقی قانون میں وصیت کے تعلق سے صرف " بعد وفات " امور کی انجام دھی کا ذکر کیا گیا ھے۔[۲]

وصیت کی شرعی تعریف:

شریعت اسلام میں وصیہ[۳] (یاایصاء) ایسی تملیک کو کہتے ھیں جس کی نسبت مرنے کے بعد کے زمانہ کی طرف ھو۔ اس سے مراد تملیک بطور تبرع ھے، یعنی بطور احسان (بلا عوض) موت کے بعد مالک کردینا، اور مرنے والا جس چیز کا مالک کرتا ھے خواہ وہ خود عین (ذات) شئے ھو یا عین شئے سے حاصل ھونے والی منفعت۔[۳]

وصیت کی تعریف:

حنفی کتب فقہ، البحرالرائق[۴] اور مجمع الانہر[۵] میں لکھا ھے کہ " تبرع کے طریقہ پر کسی شخص کو اپنے مرنے کے بعد کے زمانہ کی طرف نسبت کرکے اپنے مال کا مالک بنانا "وصیت"، کہلاتا ھے۔ امام علاء الدین کاسانی کہتے ھیں کہ "وصیت یہ ھے کہ وصیت کرنے والا اپنی موت کے بعد کے زمانہ کے لیے اپنے مال میں کسی تصرف کو واجب قرار دے۔[۶] حنفی فقہ کی ایک اور مشہور کتاب الدرالمختار میں لکھا ھے کہ "وصیت تملیک ما بعدالموت سے عبارت ھے"۔[۷] اسی طرح کنزالدقائق میں لکھا ھے کہ "کسی شخص کا اپنے مرنے کے بعد کے زمانہ کیطرف، نسبت کرکے کسی کو مالک بنانا وصیت ھے"[۸] حنبلی فقہ کی

---

(۲) قانون الاحوال الشخصیہ، عراق، ۱۹۵۹ع، دفعہ ۷۵:
"الایصاء اقامة الشخص غیره لینظره فیما اوصی به بعد وفاته"

(۳) کنز الدقائق، محمود نسفی، مطبع مجتبائی ص ۴۷۶۔

(۴) البحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ج ۸، ص ۴۰۳: الوصیة تملیک مضاف لمابعد الموت بطریق التبرع "۔ یہ تعریف دراصل کنز الدقائق کی ہے جس کے بارے میں ابن نجیم نے لکھا ہے کہ یہ تعریف غیر جامع ہے۔

(۵) مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۶۹۱

(۶) بدائع الصنائع، کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۳

(۷) الدرالمختار، حصکفی بر حاشیہ ردالمحتار (ابن عابدین)،مطبوعہ مصر ۱۳۲۷ھ، ج ۵،ص ۴۵۸:
"ھی تملیک مضاف الی مابعد الموت"

(۸) کنز الدقائق، نسفی، مطبوعہ مجتبائی، دھلی، صفحہ ۴۷۶ "الوصیة۔ تملیک مضاف الی ما بعد الموت

مشہور کتاب ''الاقناع ،، میں موت کے بعد تصرف کرنے کا حکم دینا وصیت کہلاتا ہے۔[9]

شیعی فقہ میں کسی شخص کا اپنی وفات کے بعد کے لیے کسی شئے کی ذات یا منفعت کا کسی شخص کو مالک بنانا وصیت کہلاتا ہے۔[10]

قدری پاشا نے اپنی مرتب کردہ کتاب ''الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیہ ،، میں وصیت کی تعریف میں لکھا ہے کہ '' کسی کو بطور احسان اپنی موت کے بعد مالک بنا دینا وصیت کہلاتا ہے۔''[11] یہ تعریف در اصل البحرالرائق سے ماخوذ ہے۔ مالکی اور شافعی فقہ کی زیر مطالعہ کتب میں وصیت کی کوئی تعریف نظر نہیں آئی۔

ممالک اسلامیہ کے رائج الوقت قوانین مین وصیت کی تعریف:

مصری قانون[12] ''میں موت کے بعد کے لیے ترکہ میں تصرف کرنے کو وصیت کہا گیا ہے۔ شام[13] کے قانون میں وصیت کی تعریف مصری قانون کے مطابق ہے۔ تونس[14] کے قانون میں کسی شئی یا منفعت کا موت کے بعد کے زمانے کی طرف نسبت کر کے تبرعاً مالک بنا دینا وصیت کہلاتا ہے۔ لبنان کے قانون میں وصیت کرنا یہ ہے کہ ایک شخص اپنے انتقال کے بعد کے زمانہ کی طرف نسبت کر کے بطور تبرع کسی کو موصی بہ کا مالک بنائے۔[15] عراق کے قانون میں وصیت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ ''وصیت نام ہے ترکۂ میت میں تصرف کا جس کا مقتضی یہ ہے کہ موت کے بعد بلا عوض مالک بنایا جائے ،،۔[16]

---

(۹) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۷:
"الوصیة الامر بالتصرف بعد الموت"

(۱۰) شرائع الاسلام، نجم الدین ،حلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۸:
"وهی تملیک عین او منفعة بعد الوفاة"

(۱۱) الاحکام الشرعیة فی الاحوال الشخصیة، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۳۰:
"الوصیہ... تملیک مضاف الی مابعد الموت .. بطریق التبرع"

(۱۲) قانون الوصیة المصری، ۷۱، مجریہ ۱۹۴۶ع، دفعہ ۱:
"الوصیه تصرف فی الترکه مضاف الی ما بعد الموت"

(۱۳) قانون الاحوال الشخصیه، سوریه، دفعہ ۲۰۷

(۱۴) مجلة الاحوال الشخصیه، تونس، کتاب الوصیت، باب الاول، دفعہ ۱۷۱

(۱۵) الوصایا والهبات والارث، ادمون کسبار، ص ۳۷

(۱۶) قانون الاحوال الشخصیه، عراق ۱۹۵۹ع، دفعہ ۶۴:
"الوصیة تصرف الترکة مضاف الی مابعد الموت مقتضاه التملیک بلاعوض،،

تجزیہ :

سطور بالا میں مختلف کتب فقہ سے جو تعریفات نقل کی گئی ھیں، ان میں علامہ حلی کی بیان کردہ تعریف بہتر نظر آتی ھے۔ اسی طرح مصری و شامی قوانین کے مقابلے میں عراقی قانون میں وصیت کی تعریف میں فقرہ "مقتضاہ التملیک بلا عوض[١٦ الف]" کا اضافہ صحیح اور ضروری معلوم ھوتا ھے۔ البتہ دفعہ ھذا میں مؤلف کی بیان کردہ تعریف سابقہ تمام تعریفات کے مقابلہ میں اپنے اندر جامعیت رکھتی ھے۔

ارکان وصیت

٢٠٢ - (١) ارکان وصیت دو ہیں : (اول) ایجاب، اور (دوم) قبول۔

(٢) ایجاب یا قبول زبانی یا تحریری دونوں طرح درست ھوگا۔

(٣) عجز کے سبب وصیت کا ایجاب یا قبول اشارہ کے ذریعہ صحیح ھوگا۔

تشریح

ارکان رکن کی جمع ھے۔ رکن کسی شئے کی حقیقت کے جزء اصلی کا نام ھے جس کے بغیر اس شئے کا کامل وجود متصور نہ ھو سکے۔ اس کی مثال ستون کی سی ھے جو خود عمارت کا جزو بھی ھے اور عمارت اس پر قائم بھی ھے۔[١٧]

چنانچہ جس طرح ھر عقد (معاھدہ) کے دو رکن ھوتے ھیں، ایک ایجاب اور دوسرا قبول۔ اسی طرح وصیت بھی چونکہ ایک عقد ھے اس لئے اس کے بھی یہی دو رکن ھیں۔ نیز جس طرح کسی عقد میں ایجاب کے لئے مخصوص الفاظ مقرر نہیں ھیں اسی طرح وصیت میں بھی ایجاب کے لئے کوئی مخصوص لفظ مقرر نہیں۔ چنانچہ جس طرح ایجاب کی اصل غرض عقد کا تعین ھے اسی طرح

---

(١٦) الف۔ اسکا مقتضی بلاعوض مالک بنادینا ہے۔

(١٧) شرعی اصطلاح میں شرط اور رکن میں بنیادی فرق یہ ہے کہ شرط شئے میں داخل نہیں ھوتی اگرچہ اس پر شئے موقوف ھوتی ہے مثلاً وضو نماز سے خارج ہے مگر نماز اس پر موقوف ہے جبکہ رکن شئے کی حقیقت کے جزء اصلی کا نام ہے جس پر نہ صرف شئے موقوف ھو بلکہ وہ اس شئے کا جزو ھوکر اسمیں داخل بھی ھو

جیسا کہ حسب ذیل عبارتوں سے ظاھر ھوگا:

الشرط۔۔۔ فی "الشریعۃ" ما یتوقف علیہ وجود الشئ ولا یکون داخلافیہ والرکن ھو جزء الماھیۃ، البحرالرائق، ابن نجیم، ج ١، ص ٢٦٦، ٢٩٠۔

وصیت میں ایجاب کی غرض یہ ہے کہ اس سے موصی کی جانب سے موصی لہ کے حق میں اپنی مملوکہ شئے یا اس کی منفعت کا مالک بنانا ظاہر ہو ، خواہ الفاظ کچھ ہوں ۔ اسی بناء پر اگر ایک شخص یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کے لئے ایک تہائی مال کی وصیت کی یا کرتا ہوں یا میرے مرنے کے بعد میرے مال کا ایک تہائی حصہ فلاں شخص کو دے دیا جائے یا میں نے فلاں کو اپنے مرنے کے بعد ہبہ کیا یا مالک بنایا ، یا اس کے مثل کوئی دوسرا لفظ یا عبارت استعمال کی تو وصیت کا ایجاب صحیح متصور ہوگا۔

وصیت کا لفظ اس سلسلہ میں صریح ہے۔ دوسرے الفاظ ہبہ یا مالک بنانا وغیرہ اگرچہ غیر صریح ہیں لیکن اگر ان کی نسبت موت کے بعد کے زمانہ کی طرف کی جائے تو ان سے وصیت ہی مراد لی جائے گی۔

وصیت کا ایجاب ہر اس لفظ سے صحیح ہوگا جس سے وصیت کا مفہوم سمجھا جاتا ہو ۔ اسی طرح اشارے سے بھی وصیت کا ایجاب صحیح ہوگا ۔[18] بشرطے کہ اشارہ غیر مبہم ہو اور اس کا استعمال بدرجۂ مجبوری کیا گیا ہو ۔

شرع اسلام کی رو سے وصیت کا تحریری یا باضابطہ دستخط شدہ یا رجسٹری شدہ ہونا ضروری نہیں ۔ ایک مسلمان زبانی بھی وصیت کرسکتا ہے۔

عدالتی فیصلے :

پریوی کونسل کے ایک مقدمہ میں ایک خط کو جو موصی نے اپنی موت سے کچھ پہلے لکھا تھا اور جس میں اس کی جائداد کے انتقال وغیرہ کے متعلق ہدایات درج تھیں ، جائز وصیت نامہ قرار دیا گیا ۔[19] ایک دستاویز کے بارے میں جو "تملیک نامہ" سے موسوم کی گئی تھی ، قرار دیا گیا کہ، ایک دستاویز کا محض تملیک نامے سے موسوم ہونا اس کے وصیت نامہ کے اثر پیدا کرنے کا مانع نہ ہوگا (یعنی اس کے وصیت نامہ ہونے پر اثر انداز نہ ہوگا) بشرطے کہ اس میں وصیت نامہ کی اہم خصوصیات موجود ہوں ۔[20]

---

(۱۸) جواہر الاکلیل، الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷

(۱۹) مظہر حسن بنام بدھابی ۱۸۹۸ع ۲۱ الہ آباد ۹۱

(۲۰) سعید قاسم بنام عایشہ بی بی، ۱۸۷۵ع ۷ ممالک مغربی و مشرقی ۳۱۳، ایشر سنگھ بنام بلدیو ۱۸۸۳ع ۱۱ انڈین اپیلز ۱۳۵ و ۴۳-۱۴۱، ۱۰ کلکتہ ۷۹۲ و ۸۰۲-۸۰۰

ایک مسلمان کی وصیت اگرچہ تحریری ہو اسکا دستخط شدہ ہونا ضروری نہیں۔[21] اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کی وصیت کا تحریری ہونا لازمی نہیں ہے۔ البتہ زبانی وصیت ثابت کرنا ایک بہت بڑا مرحلہ ہوتا ہے جس کی نہایت احتیاط سے بہ تصریح حالات و واقعات ثابت کرنا لازمی ہے۔

شام کا قانون :

شام کے قانون میں بھی اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے کہ "وصیت زبانی اور تحریری دونوں طرح منعقد ہو جائے گی اور اگر موصی ان دونوں طریقوں سے عاجز ہو تو ایسے اشارہ سے بھی منعقد ہوجائے گی جس کا واضح مفہوم وصیت ہو۔" [22]

وصیت کا دوسرا رکن قبول ہے۔ وصیت تمام صورتوں میں قبول سے تام (مکمل و قابل نفاذ) ہوتی ہے۔ اس کی تفصیلی بحث اگلی دفعہ میں آرہی ہے۔

تکمیل وصیت

۲۰۳ - (۱) وصیت ایجاب سے منعقد اور قبول سے مکمل و قابل نفاذ ہو گی۔

(۲) موصی لہ، موصی بہ کا اس وقت مالک متصور ہوگا جب کہ اس کی جانب سے صراحتاً یا دلالۃ وصیت قبول کرلیگئی ہو۔

(۳) قبول موصی کی وفات کے بعد قابل اعتبار ہوگا۔ موصی کی حیات کے دوران موصی لہ کے قبول یا رد کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

(۴) تاوقتیکہ موصی لہ کی جانب سے، بعد وفات موصی، قبول یا رد نہ پایا جائے موصی بہ نہ کسی وارث کی ملکیت نہ ہوگا موصی لہ کی۔ اس کی ملکیت ایک مناسب مدت تک موقوف رہے گی، جس کا تعین عدالت کی صوابدید پر منحصر ہو گا۔

(۵) اگر موصی لہ موصی کی وفات کے بعد وصیت کے قبول یا رد کرنے سے پہلے فوت ہوگیا تو موصی لہ کے ورثاء اس کے قائم مقام ہونگے اور ان کو وصیت کے رد و قبول کا اختیار حاصل ہوگا۔

---

(۲۱) اولیا بیبی بنام علاء الدین ۱۹۰۶ء ۲۸ الہ آباد ۱۵ے
(۲۲) قانون الاحوال الشخصیہ، سوریہ، مجریہ ۱۹۵۳ء، دفعہ ۲۰۸

(۶) قبول کے بعد وصیت کی صحت کے لئے موصی لہ کا موصی بہ پر قبضہ شرط نہ ہوگا۔

توضیح : لفاظ وصیت کے لئے قبول کی شرط اس وقت لازم ہوگی جب کہ موصی لہ معین ہو اور قبول کی صلاحیت رکھتا ہو۔

تشریح

ایجاب و قبول، جیسا کہ سطور ماقبل میں بیان کیا جا چکا ہے، وصیت کے ارکان ہیں۔ موصی کی جانب سے ایجاب اور موصی لہ کی جانب سے قبول۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ موصی کا کلام ایجاب ہے اور موصی لہ کی جانب سے کلام صراحتاً قبول یا فعل دلالۃً قبول ہے۔

حنفی مسلک :

چونکہ قبول ہر عقد (معاھدہ) میں ضروری ہوتا ہے اس لئے وصیت میں بھی قبول کرنا لازمی ہے، کیونکہ وصیت بھی ایک عقد ہے۔ چنانچہ موصی لہ اس وقت تک موصی بہ (وصیت کے مال) کا مستحق نہ ہوگا جب تک وہ اس کو قبول نہ کرے۔ معاھدات کے باب میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کی رضامندی کے بغیر اپنی کسی شئے کا مالک بنادے۔ اگر بغیر قبول کے موصی لہ کو موصی بہ کا مالک بنادیا جائے تو بعض صورتوں میں موصی لہ کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ موصی لہ موصی کا بار احسان اٹھانا نہ چاھتا ہو۔

قبول کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ صراحتاً ہی ہو بلکہ وہ دلالۃً بھی ہوسکتا ہے۔ صراحتاً قبول کی صورت یہ ہے کہ موصی لہ ایسے الفاظ استعمال کرے جن سے اس کی رضامندی واضح طور پر ظاھرھوتی ہو۔ مثلاً کہے کہ میں نے فلاں کی وصیت کو قبول کیا، یا میں فلاں کی وصیت پر راضی ہوں۔ دلالتاً قبول کی یہ صورت ہے کہ موصی لہ کی جانب سے کوئی ایسا عمل پایا جائے جو اس کی رضامندی پر دلالت کرتا ہو۔ مثلاً موصی کے بعد موصی بہ کو اپنے قبضہ و اختیار میں لے لینا اور اس پر اپنا تسلط قائم کرنا۔

چونکہ عقد وصیت میں دوسرے عقود کی بہ نسبت ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اس عقد میں تملیک موصی کی موت کے بعد ثابت ہوتی ہے ، زندگی میں نہیں ہوتی ، اس لئے قبول وہ قابل اعتبار ہوگا جو موصی کی موت کے بعد ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ اگر قبول موصی کی زندگی میں کیا گیا ہو تو موصی کی موت کے بعد اس کا رد کرنا صحیح ہوگا ، کیونکہ قبول کے حکم کے ثبوت کا زمانہ موصی کی موت کے فوراً بعد شروع ہوتا ہے ۔ اس سے قبل کے زمانہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ۔ یہی حال رد کرنے کا ہے ، کہ اگر موصی کی زندگی میں رد کردیا تھا اور اس کی موت کے بعد قبول کیا تو یہ قبول صحیح ہوگا اور موصی لہ موصی بہ کا مالک متصور ہوگا ، خواہ موصی بہ پر اس کا قبضہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ ہبہ کے برخلاف وصیت میں قبضہ شرط نہیں ہے ۔ اور اگر موصی لہ نے موصی کی زندگی میں قبول کیا تھا لیکن موت کے بعد رد کردیا تو وصیت کا مال موصی کے ورثاء کی ملکیت شمار ہوگا ۔ البتہ اگر موصی لہ نے نہ قبول کیا اور نہ رد کیا تو ایسی صورت میں موصی بہ کی ملکیت موقوف رہے گی (یعنی وہ شئے موصی بہ نہ ورثاء کی ملکیت ہوگی اور نہ موصی لہ کی) ، جب تک کہ وصیت قبول یا رد نہ کی جائے ۔ لیکن بعد وفات موصی اگر موصی لہ وصیت کے قبول یا رد کرنے سے قبل فوت ہوگیا تو احناف کے نزدیک موصی بہ موصی لہ کے ورثاء کی ملکیت میں خود بخود داخل ہو جائے گا ۔ یہ حکم استحسان (قیاس خفی) کی بناء پر ہے ، انکی دلیل یہ ہے کہ موصی کی موت سے وصیت مستحکم ہوگئی اور اس کے رجوع یا فسخ کرنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہا ۔ اس طرح موصی لہ کی موت سے اس کے رد کرنے سے مایوسی بلکہ اس کا عجز ثابت ہوگیا لہذا وصیت موصی لہ کے حق میں باقی اور قائم تصور کی جائے گی اور موصی بہ موصی لہ کے ورثاء کی ملکیت میں داخل ہو جائے گا ۔ بہ الفاظ دیگر ، احناف کے نزدیک اگر موصی لہ کی موت وصیت کو رد کرنے سے پہلے واقع ہو جائے تو اس کی یہ موت دلالتاً قبول متصور ہو گی اور وہ موصی بہ کا مالک متصور ہوگا اور پھر اس کی ملکیت اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجائے گی۔ [۲۳] یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اگر قبول شرط ہے تو وہ مثبت شرط تو پوری نہ ہوئی ، پھر

---

(۲۳) شرح الاحکام الشرعیۃ ، زبد الابیانی ، مطبوعہ مصر ، کتاب الوصیۃ ، ج ۲ ص ۲۸۹
بدائع الصنائع امام کاسانی ، مطبوعہ مصر ، ج ۷ ص ۳۳۱

معاهدۂ وصیت کی تکمیل کیسے ہوگی ؟ دراصل یہاں احناف کے نزدیک موصی‌له کی موت کو دلالتاً قبول قرار دیا گیا ہے اور اسطرح قبول کی مثبت شرط پوری ہونا قرار پائی بہر کیف ، یہ مسلک عام حنفیہ کا ہے لیکن امام زفر کے نزدیک فقط ایجاب سے وصیت منعقد ہوجاتی ہے - قبول رکن نہیں ہے - امام زفر وصیت کو وراثت پر محمول کرتے ہوئے موصی له کی ملکیت کو بمنزلہ وراثت قرار دیتے ہیں چنانچہ جس طرح وراثت کے لئے قبول شرط نہیں اور وارث خواہ قبول کرےیا نہ کرے ، میراث کا مالک ہو جاتا ہے ، اسی طرح ، امام زفر کے نزدیک ، موصی له بھی مالک ہوجاتا ہے - ۲۴ ۔

راقم الحروف کے نزدیک امام زفر کا یہ نظریہ درست نہیں معلوم ہوتا ، کیونکہ وصیت ایک جدید ملکیت کا اثبات ہے نہ کہ وراثت کی طرح خلافت - وصیت میں شرعاً موصی له کو وصیت کے رد کرنے کا اختیار حاصل ہے کیونکہ وہ موصی کی جانب سے احسان کے طور پر ایک عمل ہے ، جب کہ وراثت میں شرعاً وارث کو رد کا اختیار حاصل نہیں ، کیونکہ وہ الله کی طرف سے اس کے بندہ کے حق میں ”من جہۃ الشرع“ تملیک ہے - اس لئے امام زفر کا اس مسئلہ میں وصیت کے احکام کا وراثت پر منطبق کرنا ”قیاس مع الفارق“ ہوگا -

وصیت اور وراثت کے طریق تملیک میں یہ بنیادی فرق ہے کہ وصیت کے ذریعہ انتقال ملکیت بندہ کا اختیاری فعل ہے ، جب کہ وراثت غیر اختیاری - یعنی وصیت میں ایک انسان دوسرے انسان کو اپنے اختیار سے مالک بناتا ہے جس کے رد یا قبول کا اختیار موصی له کو حاصل ہوتا ہے- نیز اس وقت تک شے موصی بہ موصی‌له کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی جب تک کہ موصی له اس وصیت کو قبول نہ کرلے، اس کے برخلاف وراثت میں بلا احتیاج قبول ، ترکہ حسب قاعدہ شرعی، وارث کی ملکیت میں بلا اختیار مورث یا وارث خود بخود داخل ہو جاتا ہے- اب اگر بالفرض ، کوئی وارث اپنا حصہ چھوڑ دیتا ہے تو اس کا یہ فعل اس کے اپنے مملوکہ سے دستبرداری کہلائے گا نہ کہ رد کرنا - چنانچہ اگر ترکہ کا کچھ حصہ کسی دوسرے وارث کے قبضہ میں رہتے ہوئے اس کی تعدی کے سبب ضائع ہوجائے تو اس دوسرے وارث کے ذمہ تاوان عائد ہوگا- کیونکہ مورث کی موت ہی کے ساتھ وارث کا حق ملکیت اس کے متروکہ سے متعلق ہوچکا تھا-

---

(۲۴) وقال زفر الوصیت ہوالایجاب من الموصی فقط . . "بدائع الصنائع" امام کاسانی' مصر' ج ۷ مصر ۳۳۱ - ۳۲

چنانچہ جمہور احناف کے نزدیک موصی لہ کا وصیت کو قبول کرنا وصیت کے ایک رکن کی حیثیت رکھتا ہے ، الا یہ کہ موصی لہ کی جانب سے وصیت کے قبول کئے جانے سے مایوسی ہوجائے اور رد کرنا موجود نہ ہو ۔ ایسی صورت میں موصی لہ یا اس کے ورثاء محض موصی کے ایجاب کے ذریعہ مال وصیت کے مالک ہوجائیں گے ۔ فقہاء احناف کے نزدیک یہ صورت دلالتاً قبول ہے ۔ مثال کے طور پر موصی کا انتقال ہوگیا اور اس کی وفات کے بعد بغیر قبول وصیت موصی لہ کا بھی انتقال ہوگیا تو اب مال وصیت موصی لہ کے ورثاء کا حق ہوگا ، کیونکہ جب تک موصی لہ زندہ تھا رد کا احتمال تھا (قبول کی امید تھی) لیکن بغیر رد کے وفات پاجانے سے قبول سے عجز و مایوسی ہوچکی لہذا ان کے نزدیک اب بغیر قبول کے وصیت کا مال موصی لہ کی طرف منتقل ہو کر اس کے ورثاء کا حق ہوگا ۔ چنانچہ وصیت میں موصی لہ کا صراحتاً یا دلالتاً قبول کرنا شرط ہے ۔ مذکورہ مثال میں موصی لہ کا قبول یا رد کرنے سے پہلے مرجانا بربنائے استحسان (قیاس خفی) وصیت کا دلالتاً قبول قرار دیا گیا ہے ، جس کے نتیجہ میں اس کے وارث اس وصیت کے مال میں میراث پانے کے مستحق ہوں گے ۔[۲۰]

یہاں ایک اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر موصی لہ کے قبول سے مایوسی ہوئی تو قبول کی شرط پوری نہیں ہوئی ۔ موت خود زندگی کو ختم کرتی ہے ، وہ کس طرح دلالت قبول ہوسکتی ہے ؟ اگر وہ زندہ رہتا تو رد کا امکان بھی اتنا ہی تھا جتنا قبول کا ۔ دراصل یہ اعتراض قیاس جلی کی بناء پر پیدا ہوتا ہے ، جب کہ یہ مسئلہ استحسان (قیاس خفی) پر مبنی ہے ۔ استحسان کا حکم قیاس کے مخالف ہوتا ہے ۔ کسی شخص کی ملکیت میں کسی شئی کا بلامحنت و بلا معاوضہ حاصل ہو جانا قبول کو رد پر ترجیح دیتا ہے اور یہی استحسان کا مقتضی ہے ۔ اسی بنا پر حنفی فقہا نے ، موصی لہ کی موت کو سکوت کی بنا پر دلالتاً قبول قرار دیا ہے ۔ حنفی فقہاء کی یہ دلیل باریک بینی پر مبنی ہے جو ذرا مشکل سے سمجھ میں آتی ہے ۔ (بہر کیف حنفی فقہ کی اس رائے سے راقم‌الحروف کو اختلاف ہے ۔ ملاحظہ ہو "نتیجہ فکر"، دفعہ ھذا) ۔

---

(۲۵) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۱

۲۰) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۲

لمیٹڈ انٹرسٹس ان محمڈن لاء، طیب جی، مطبوعہ لندن، ۱۹۳۹ع، ص ۸۲

وصیت کا قبول کرنا لفظاً یا فعلاً دونوں طرح جائز ہے۔ لفظاً قبول یہ ہے کہ موصی لہ الفاظ کے ذریعہ صراحتاً قبول کرے اور فعلاً قبول یہ ہے کہ وہ خود موصی بہ کی کسی اور کے حق میں وصیت کردے یا اس کو ہبہ کر دے یا موصی بہ کو رہن رکھ کر قرضہ حاصل کرے یا اس کے مانند دوسرے تصرفات عمل میں لائے۔ وصیت کے قبول یا رد کرنے کا وقت موصی کے انتقال کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ موصی کی موت سے پہلے قبول یا رد کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، حتی کہ اگر موصی کی زندگی میں موصی لہ نے وصیت کو رد کر دیا لیکن موصی کی موت کے بعد قبول کرلیا تو یہ قبول صحیح ہوگا، کیونکہ وصیت کا ایجاب معناً موت کے بعد موثر ہوتا ہے لہذا اسی وقت قبول بھی معتبر ہوگا۔[۲۶]

قبول ایجاب کے مطابق ہونا چاہئے۔ ایجاب کے مخالف ہوگا تو صحیح نہ ہوگا، کیونکہ ایجاب و قبول کے باھمی ربط سے عقد منعقد ہوا کرتا ہے اور مخالفت کی حالت میں ایجاب و قبول کے درمیان باہم ربط پیدا نہ ہوگا۔[۲۷]

مالکی مذھب:

حنفیہ کی طرح مالکیہ کے نزدیک بھی ایجاب کے لئے لفظ ”وصیت“ شرط نہیں بلکہ ہر اس لفظ سے وصیت صحیح ہوگی جس سے وصیت کا مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اشارے سے بھی وصیت صحیح ہوگی۔ ان کے نزدیک بھی موصی لہ کا قبول کرنا شرط ہے۔ موصی لہ کے معین ہونے کی صورت میں بغیر اسکے قبول کئے وصیت صحیح نہ ہوگی، البتہ اگر موصی لہم غیر معین ہوں یعنی کسی عام لفظ سے جیسے کہ ”مساکین کے لیے“ وصیت کی گئی ہو تو ایسی صورت میں قبول شرط نہ ہوگا۔[۲۸]

ابن رشد نے اپنی تصنیف بدایۃ المجتہد میں امام مالک کے نزدیک موصی لہ کے قبول کو مطلقاً وصیت کی شرط کے طور پر بیان کیا ہے۔ موصی لہ معین یا غیر معین کی کوئی تخصیص نہیں کی۔[۲۹] لیکن امام مالک کا تفصیلی مسلک

---

(۲۶) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۳
المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۲۸، ص ۱۲۸
(۲۷) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۳
(۲۸) جواهر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الأبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷:
”(وقبول) موصی له (المعین شرط) فی وجوب تنفیذ ها۔ واما غیر المعین فلا یشترط قبوله“
(۲۹) بدایۃ المجتہد، ابن رشد، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۶

وهي ہے جس کو الابی نے اپنی تصنیف جواهر الاکلیل شرح مختصر الخلیل میں بیان کیا ہے اس قول کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے اور یہی قول قابل اعتماد ہے۔ خود احناف کے نزدیک بھی قبول کی شرط اس محل پر ہے جب کہ موصی لہ معین اور قبول کی صلاحیت رکھتا ہو۔ برخلاف اس صورت کے جبکہ فقراء یا مساکین کے حق میں عام لفظ سے وصیت کی گئی ہو، وهاں قبول شرط نہ ہوگا۔

امام مالک بھی قبول وصیت کے وقت کے مسئلہ میں دیگر ائمہ سے متفق ہیں کہ موصی کی موت کے بعد ہی وصیت کے قبول کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر موصی لہ موصی کی وفات کے بعد قبول کرنے سے پہلے فوت ہوگیا تو مالکی فقہاء کے نزدیک موصی لہ کے ورثاء اس کے قائم مقام ہوں گے اور ان کو وصیت کے قبول یا رد کا اختیار حاصل ہوگا۔[۳۰]

شافعی مسلک:

شافعی مسلک کے بموجب بھی ایجاب و قبول وصیت کے رکن ہیں۔ موصی کی عبارت ایجاب ہے اور موصی لہ کی عبارت قبول۔ ان کے نزدیک بھی قبول کے بغیر وصیت تام (مکمل) نہ ہوگی، یعنی موصی لہ بغیر قبول موصی بہ کا مالک نہ ہوگا۔[۳۱] شافعیہ کے نزدیک بھی قبول موت کے بعد صحیح متصور ہوتا ہے۔ موصی کی زندگی میں قبول یا رد قابل اعتبار نہ ہوگا۔ چنانچہ اگر موصی لہ موصی کی زندگی میں فوت ہوگیا تو وصیت باطل ہوجائے گی۔ لیکن اگر موصی کی وفات کے بعد اور قبول کرنے سے قبل فوت ہوا تو اس صورت میں قبول اور رد کرنے میں موصی لہ کا وارث اس کا قائم مقام ہوگا، کیونکہ یہ مال کی ملکیت کا خیار (option) ہے جس میں شافعیہ کے نزدیک وراثت جاری ہوتی ہے جیسا کہ خیار

---

(۳۰) جواهر الاکلیل، الأبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷:
"وقبول المعین شرط بعد الموت فالملک له بالموت"
المدونہ البکری، امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۳۵:
قال مالک ورثة الموصی له مکانه والوصیة لهم (قلت) هل لهم ان یردوها ولا یقبلواها (قال) نعم ذلک لهم
بدایة المجتهد، ابن رشد، جلد ۲ ص ۳۳۶
یہ اصول البتہ قابل اعتناء ہوسکتا ہے کہ قبول کے لیئے متوفی موصی لہ کے ورثاء کو حق پہونچتا ہے جبکہ قبول کو مکمل معاہدہ کی شرط کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ بہر کیف تکمیل کا یہ اصول خیار سے مختلف ہے (مؤلف)

(۳۱) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، صص ۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۱:
کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۹۷

شفعہ (option to pre-empt) میں جاری ہوتی ہے۔[۳۲] اگر موصی لہ غیر معین ہو مثلاً فقراء کے لئے وصیت کی گئی ہو تو موصی کی موت کے بعد ہی وصیت لازم ہو جائے گی، کیونکہ عدم تعین کے سبب اس موقع پر موصی لہ کی طرف سے قبول کا تصور ممکن نہیں، لہذا یہاں قبول لازم نہ ہوگا۔[۳۳]

حنبلی مسلک :

حنابلہ کے نزدیک ایجاب کے بعد موصی لہ کا قبول کرنا وصیت کی صحت کی شرط ہے، خواہ موصی لہ فرد واحد ہو یا ایک (معین) جماعت۔ دیگر ائمہ کی طرح حنبلیہ کے نزدیک بھی موصی کی حیات میں قبول یا رد ناقابل اعتبار ہوگا۔[۳۴]

قبول قول و فعل دونوں ذریعوں سے ہوسکتا ہے۔ اسی طرح رد بھی قول و فعل ہر دو طریق سے ہوسکتا ہے۔[۳۵]

اگر موصی لہ، موصی کی زندگی میں بغیر قبول فوت ہوگیا تو وصیت باطل ہوجائے گی یا موصی لہ نے موصی کی موت کے بعد وصیت کو رد کردیا تو وصیت باطل ہوجائے گی۔ البتہ اگر موصی کی وفات کے بعد موصی لہ قبول یا رد کرنے سے قبل فوت ہوگیا تو وصیت کے قبول یا رد کرنے کا اختیار موصی لہ کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجائے گا۔[۳۶]

اگر موصی لہم غیر معین ہوں جیسے کہ علماء یا فقراء یا مساکین کے حق میں وصیت کی گئی ہو تو ایسی صورت میں موصی لہ کی جانب سے قبول کا تصور ممکن نہیں اور قبول شرط نہ ہوگا۔ یہی صورت مصالح عامہ کے حق میں وصیت سے بھی متعلق ہوگی۔[۳۷]

---

(۳۲) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۶۰:
"وان مات الموصی لہ، قبل موت الموصی بطلت الوصیۃ ولا یقوم وارثہ مقامہ۔۔ وان مات بعد موتہ و قبل القبول قام وارثہ مقامہ فی القبول والرد لانہ خیار ثابت فی تملک المال فقام الوارث مقامہ کخیار الشفعۃ"
(۳۳) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۹
(۳۴) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۱:
"ولا یثبت الملک للموصی لہ الا بقبولہ بعد الموت"
(۳۵) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۱
(۳۶) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۲
المختصر الخرقی، مطبوعہ مصر، ص ۱۱۱
(۳۷) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۲

شیعی مسلک :

مذاہب اربعہ کی طرح شیعہ مسلک میں بھی ایجاب و قبول وصیت کے ارکان ہیں اور ہر وہ لفظ جو مذکورہ ارادے پر دلالت کرتا ہو ''ایجاب'' کہلائے گا، جیسے کہ یہ کہنا کہ ''فلاں شخص کو میرے مرنے کے بعد اس قدر دے دینا، یا میرے مرنے کے بعد یہ شئے فلاں شخص کی ہوگی یا فلاں شخص کے لئے میں وصیت کرتا ہوں۔[۳۸]

مال وصیت کی ملکیت موصی کے مرنے کے بعد موصی لہ کی طرف منتقل ہوجاتی ہے بشرطیکہ موصی لہ نے قبول کرلیا ہو[۳۹] لیکن اگر قبول نہ کیا ہو تو محض موصی کے فوت ہوجانے سے موصی لہ کی طرف ملکیت منتقل نہ ہوگی۔ اگر موصی لہ نے موصی کی وفات سے قبل قبول کرلیا تھا تو شیعہ مسلک کے بموجب یہ قبول صحیح ہوگا، لیکن وفات کے بعد زیادہ قابل وثوق متصور ہوگا۔

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ موصی کی حیات میں موصی لہ کی طرف سے اظہار قبول غالباً (بطور دلالت) اس صورت میں استعمال ہوسکتا ہے جب موصی لہ رد و قبول کی نوبت سے پہلے بعد از وفات موصی، خود فوت ہوجائے، لیکن راقم الحروف کے نزدیک موصی کی وفات سے قبل موصی لہ کے قبول کے سلسلہ میں شیعہ نقطہ نظر دو وجوہ سے درست نہیں۔ ایک اس لئے کہ امامیہ کے نزدیک دلالۃً قبول کا وجود نہیں۔ دوسرے یہ کہ ایجاب وصیت موت کے بعد ہی مؤثر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایجاب موصی کی موت تک قبول کا محل قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ موصی اپنی حیات کے دوران جب چاہے اس ایجاب (وصیت) سے رجوع کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں قبول بے معنی ہو کر رہ جائیگا۔ شیعہ نقطہ نظر کا غلط ہونا خود ان کے اس قول سے بھی ثابت ہے کہ وہ زندگی میں رد کو معتبر قرار نہیں دیتے۔ چنانچہ ان کے نزدیک موصی لہ موصی کی وفات سے قبل وصیت کو رد کردے مگر موصی کے فوت ہو جانے پر قبول کرے تو یہ قبول جائز ہو گا۔ کیونکہ

---

(۳۸) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۸:
"ویفتقر الی ایجاب و قبول"

(۳۹) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۸:
"وینتقل بها الملک الی الموصی له، بموت الموصی و قبول الموصی له"

خود شیعی فقہاء کے نزدیک بھی موصی کی زندگی میں موصی لہ کے رد کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ۔

اگر موصی کے مرنے کے بعد موصی لہ نے پہلے قبول کیا ، مگر قبضہ سے پہلے رد کردیا تو اس مسئلہ میں شیعی فقہاء کے دو قول ہیں :

۱- یہ کہ وصیت باطل ہوگی ، اور

۲- یہ کہ باطل نہ ہوگی ۔

دوسرا قول شیعہ علماء کے نزدیک صحت سے قریب تر ہے ۔ لیکن اگر موصی کی وفات کے بعد موصی لہ نے قبول کے ساتھ ہی موصی بہ پر قبضہ بھی کرلیا تو اب بالاتفاق رد سے وصیت باطل نہ ہوگی[۳۰] کیونکہ قبول بالقبض کے بعد وصیت نافذ ہوگئی ، رد کا محل باقی نہ رہا اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ یوں بھی موصی بہ قبول کے بعد موصی لہ کی ملکیت میں داخل متصور ہوگا ، کیونکہ ہبہ کے برخلاف وصیت میں قبضہ شرط نہیں ہے ۔

نتیجۂ فکر :

موصی لہ کے وصیت کو رد یا قبول کئے بغیر فوت ہوجانے سے وصیت پر کیا اثر مرتب ہو گا ؟ اس بارے میں حنفیہ کے نزدیک دلالۃً قبول وجود میں آکر مال موصی بہ موصی لہ کا ترکہ شمار ہوگا جو موصی لہ کے ورثاء میں قابل تقسیم ہوگا ۔ اس کے برخلاف مالکی ، شافعی اور حنبلی مسلک کے بموجب موصی لہ کی موت کے ساتھ وصیت کے رد یا قبول کا صرف حق ورثاء کی طرف منتقل ہوگا ، خواہ وہ رد کریں یا قبول ۔ اگر ان ورثاء نے وصیت کو قبول کرلیا تو وہ نافذ ہوجائے گی ورنہ باطل ۔ شیعی مسلک میں دلالۃً قبول کا وجود نہیں ملتا ۔ امام ابن حزم ظاہری بھی اس سلسلے میں خاموش نظر آتے ہیں ۔

حنفی مذہب اور مذاہب ثلاثہ کے درمیان اس اختلاف کی بنیاد دراصل خیار کا وہ اصول ہے جس کے تحت یہ بحث پیدا ہوئی ہے کہ حق خیار میں توریث جاری ہوتی ہے یا نہیں ۔ احناف کے نزدیک حق خیار رویت یا حق خیار شرط میں وراثت جاری نہیں ہوتی ۔ بلکہ شے مبیعہ متوفی کے ترکہ کے طور

---

(۳۰) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۸

پر ورثاء کی ملک میں داخل ہوجاتی ہے۔ اسی اصول پر وصیت کے حق قبول یا رد کو خیار رویت و خیار شرط پر قیاس کر کے انہوں نے موصی لہ کی موت کے ساتھ ہی امر کے سکوت کی بناء پر وصیت کو اس کے حق میں لازم کردیا، جو عام حالات میں باعث منفعت ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف ہر سہ مذاہب کے نزدیک یہ خیارات قابل توریث ہیں، اس لئے موصی لہ کے ورثاء کی طرف حق خیار منتقل ہوگا۔

حنفی فقہاء کی دلیل استحسان پر مبنی ہے جب کہ مذاہب ثلاثہ نے اس مسئلہ میں قبول کے شرط وصیت ہونے کے پیش نظر منطقی استدلال سے کام لیا ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک ائمہ ثلاثہ کا مسلک قریب الفہم نظر آتا ہے بناء بریں مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ مسلک سے اتفاق کرتے ہوئے وصیت کے قبول یا رد کا حق خیار موصی لہ کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجانا مناسب معلوم ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر اس مسئلہ میں قانون کی تدوین کی گئی ہے۔ (مزید توضیح کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ مؤلف۔

اسلامی ممالک میں رد و قبول کا قانون:

مصر کے قانون الوصیہ" نمبر ۷۱ بابت ۱۹۴۶ کے تحت وصیت کے قبول و رد کے بارے میں حسب ذیل دفعات قانون پائی جاتی ہیں:

۲۰- موصی کی وفات کے بعد موصی لہ کا وصیت کو صراحتاً یا دلالۃ" قبول کرلینا وصیت کو لازم کردے گا۔ چنانچہ جس حالت میں کہ موصی لہ حمل ہو یا کسی بناء پر قبول کرلینے سے قاصر ہو یا تصرفات (مالی) سے روک دیا گیا ہو تو اس صورت میں وصیت کا قبول یا رد کرنا اس شخص کی جانب سے قابل اعتبار ہوگا جس کو ایسے اشخاص کی ولایت مال حاصل ہو، مگر شرط یہ ہوگی کہ عدالت مجاز سے اجازت حاصل کرلی گئی ہو۔

۲۱- جب کہ موصی لہ وصیت کے قبول یا رد کرنے سے قبل فوت ہوگیا ہو تو وصیت کے قبول یا رد کرنے میں اس کے ورثاء اس کے قائم مقام متصور ہوں گے۔

۲۲- قبول یا رد کے لیے یہ شرط نہ ہوگی کہ وہ موصی کی موت کے فوراً بعد وجود میں آئے یا اس کو وجود میں لایا جائے۔ البتہ اس وقت وصیت باطل

ہوجائے گی جب کہ موصی لہ یا اس وارث کو یا جن افراد کو وصیت کے قبول و رد کرنے کا حق حاصل تھا ، وصیت کی خبر پہونچے یا تحریری اطلاع سے وصیت کے واضح طور پر مکمل ہونے کی مظہر ہو ، وصول ہو اور اس میں وصیت کے قبول یا رد کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو اور اس کے اس علم و اطلاع کے باوجود مکمل ۳۰ یوم گذر چکے ہوں اور اس نے قبول یا رد تحریر نہ کیا ہو ، جس کے لیے اس کے پاس کوئی عذر قانونی موجود نہ ہو ۔

۳۲- جب کہ موصی لہ نے وصیت کا بعض حصہ قبول کیا اور بعض حصہ قبول نہ کیا ، تو جتنے حصہ میں قبول کیا ہوگا اتنے میں وصیت صحیح (اور نافذ) ہوگی ۔ باقی حصہ میں باطل قرار پائے گی اور جب متعدد موصی لہم نے منجملہ بعض ، موصی لہم قبول کریں اور بعض رد کردیں تو قبول کرنے والوں کے حق میں وصیت صحیح (اور نافذ) متصور ہوگی لیکن رد کرنے والوں کے حق میں باطل قرار پائے گی ۔

۴۲- موصی کی موت سے قبل (اس کی حیات میں) موصی لہ کے رد کرنے سے وصیت باطل نہ ہوگی ۔ چنانچہ جب موصی لہ کل وصیت یا وصیت کے جزو کو موصی کی موت کے بعد رد کردے اور پہلے قبول نہ کیا ہو تو یہ وصیت کل یا جزو ، جیسی صورت ہو ، باطل قرار پائے گی ، اور جب موصی لہ نے موصی کی وفات کے بعد کل وصیت یا اس کے جزو کو اپنے قبول کے بعد رد کردیا تو اگر موصی کے ورثاء میں سے کسی وارث نے اس رد کو قبول کر لیا تو وصیت فسخ ہو جائے گی لیکن اگر کسی (وارث) نے موصی لہ کے رد کو قبول نہ کیا تو یہ رد کرنا باطل قرار پائے گا ۔

۵۲- جبکہ موصی کی موت کے وقت موصی لہ موجود ہوگا تو موصی کی موت کے ساتھ ہی موصی بہ کا مستحق قرار پائے گا ، الا یہ کہ وصیت میں ثبوت استحقاق کے لئے موصی کی موت کے بعد کا کوئی وقت مقرر کردیا گیا ہو ۔

تونس کا قانون :

تونس کے قانون الاحوال الشخصیہ ، مجریہ ۱۹۵۷ء کے تحت موصی لہ کے بذات خود یا اس کے قائم مقام کے رد کرنے سے وصیت رد ہوجائے گی ۔ موصی

کی وفات کے بعد موصی لہ کو وصیت کا علم ہوجانے پر دو ماہ تک اس کا رد کردینا قابل قبول ہوگا۔ وصیت کے علم کے بعد تا مدت مذکورہ موصی لہ کی خاموشی اس کے قبول کی دلیل ہوگی ۔ اگر اس دوران میں موصی لہ کا انتقال ہو گیا تواس کا حصہ اس کے ورثاء کا حق ہوگا۔ اگر موصی لہ وصیت کا کچھ حصہ قبول کرے اور کچھ حصہ رد کردے تو جس حصہ کو قبول کیا ہو اس میں وصیت جاری کی جائے گی اور جس حصہ کو رد کیا اس میں باطل قرار پائے گی ۔

نیز اسی طرح اگر موصی لہم متعدد ہوں اور ان میں سے بعض نے قبول اور بعض نے رد کیا تو جن موصی لہم نے قبول کیا ہو ان کے حق میں وصیت نافذ ہوگی اور جن موصی لہم نے رد کیا ہو ان کے حق میں باطل ہوگی۔ رد کے بعد قبول اور قبول کے بعد رد معتبر نہ ہوگا الا یہ کہ موصی کے ورثاء راضی ہوں ۔ ۴۱
تونس کے مذکورۂ بالا قانون کی متعلقہ دفعات حسب ذیل ہیں :

دفعہ ۱۹۳ ۔ موصی لہ کے بذات خود یا اس کے نائب کے رد کرنے سے وصیت رد ہوجائے گی ۔

دفعہ ۱۹۴ ۔ موصی کی وفات کے بعد موصی لہ کو وصیت کا علم ہوجانے کے بعد دو ماہ تک اس کا رد کردینا قابل قبول ہوگا اور وصیت کے علم کے بعد موصی لہ کی خاموشی تا مدت مذکورہ اس کے قبول کی دلیل ہوگی۔ اگر اس عرصہ میں موصی لہ فوت ہوگیا تو اس کا حصہ اس کے ورثاء کا حق ہوگا ۔

دفعہ ۱۹۵ ۔ اگر موصی لہ وصیت کا بعض حصہ قبول کرے اور بعض حصہ رد کردے تو مقبول و نافذ ہوگا اور رد کردہ باطل ہوجائے گا۔

اور جس صورت میں کہ موصی لہم متعدد ہوں اور ان میں سے بعض نے قبول اور بعض نے رد کیا ہو تو قبول کنندگان کے حق میں وصیت نافذ ہوگی اور رد کنندگان کے حق میں لغو ہوگی۔

دفعہ ۱۹۶ ۔ رد کے بعد قبول معتبر نہ ہوگا اور قبول کے بعد رد معتبر نہ ہوگا الا یہ کہ ورثاء منظور کرلیں ۔

---

(۴۱) مجلۃ الاحوال الشخصیہ، تیونس دفعات ۱۹۳، تا ۱۹۶

شام کا قانون :

شام کے قانون کے تحت موصی لہ غیر معین کے حق میں وصیت قبول کی محتاج نہ ہوگی اور نہ کسی کے رد کرنے سے رد ہوسکے گی ۔ کسی معین شخص کے حق میں وصیت اس کے رد کرنے سے رد ہوجائے گی جب کہ یہ موصی لہ موصی کی موت کے وقت کامل اہلیت رکھتا ہو ، البتہ وصیت کے رد کرنے میں یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ وہ موصی کی وفات کے بعد ۳۰ یوم کے اندر ہو ، یا جس وقت موصی لہ کو علم ہوا ہو ۔ جب کہ یہ مدت گزر گئی اور موصی لہ باوجود علم کے خاموش رہا یا اس دوران انتقال کرگیا اور رد نہ کیا تو یہ قبول کے مترادف ہوگا (خواہ اس کو وصیت کا علم ہی نہ ہوا ہو) اور مال موصی لہ کا ترکہ شمار ہوگا ۔

تیونس کے قانون کے بموجب شام میں بھی وصیت کے کسی حصہ کا رد کیا جانا اور کسی حصہ کا قبول کیا جانا معتبر ہوگا ۔ اسی طرح ایک سے زائد موصی لہم ہونے کی صورت میں کسی کا قبول کرنا اور کسی کا رد کرنا بھی صحیح ہوگا البتہ ایک دفعہ رد کے بعد قبول یا قبول کے بعد رد درست نہ ہوگا ، الا یہ کہ ورثاء راضی ہوں ۔ ۳۲

شام کے قانون مذکور کی متعلقہ دفعات حسب ذیل ہیں:-

دفعہ ۲۲۵ - غیر معین کے حق میں وصیت قبول کی محتاج نہ ہوگی اور نہ کسی کے رد کرنے سے رد ہوسکے گی ۔

دفعہ ۲۲۶ - کسی شخص معین کے حق میں وصیت اس کے رد کرنے سے رد ہوجائے گی جب کہ یہ شخص موصی کی موت کے وقت کامل اہلیت رکھتا ہو۔

دفعہ ۲۲۷ - (الف) وصیت کے رد میں یہ شرط ہوگی کہ موصی کی وفات کے بعد ہو اور تیس یوم کی مدت کے اندر ہو یا جس وقت موصی لہ کو علم ہوا ہو یا وفات تک نہ ہوا ہو۔

(ب) جب کہ مذکورہ مدت منقضی ہوگئی اور موصی لہ باوجود علم کے خاموش رہا یا اس دوران میں انتقال کرگیا اور رد نہ کیا اگرچہ اس کو وصیت

---

(۳۲) قانون الاحوال الشخصیہ، سوریہ، دفعات ۲۲۵ تا ۲۲۹

کا علم ہی نہ تھا تو یہ قبول کے مترادف ہوگا اور وصیت کا مال موصی لہ کا ترکہ ہوگا۔

دفعہ ۲۲۸ - (الف) وصیت کے کسی حصہ کا رد کیا جانا معتبر ہوگا۔

(ب) بعض موصی لہم کا بعض وصیت کے رد کردینا بھی معتبر ہوگا اور رد کرنے والوں کے حق میں وصیت رد ہوجائے گی۔

دفعہ ۲۲۹ - نہ قبول کے بعد رد معتبر ہوگا، اور نہ رد کے بعد قبول، الا یہ کہ ورثاء قبول کرلیں۔

قبضہ شرط نہیں :

وصیت کے صحیح ہونے کے واسطے موصی لہ کا شئے موصی بہ پر قبضہ ہو جانا شرط نہیں ہے۔ یہ صورت ہبہ کے خلاف ہے، کیونکہ ہبہ میں قبضہ شرط ہے۔ چنانچہ اگر ہبہ میں واہب اور موہوب لہ میں ایجاب و قبول ہوجائیں مگر واہب شئے موہوب کو اپنے قبضہ سے جدا نہ کرے تو موہوب لہ بذریعہ عدالت واہب کے خلاف شے موہوبہ کا قبضہ دیے جانے کی ڈگری حاصل نہیں کرسکتا، جب کہ وصیت میں موصی کی وفات کے بعد موصی لہ کو قبولیت کے ساتھ موصی بہ پر قبضہ کا استحقاق پیدا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ وہ عدالت کے ذریعہ ورثاء سے موصی بہ کا قبضہ حاصل کرسکتا ہے۔

ائمہ اربعہ اور شیعہ امامیہ تمام اس امر میں متفق ہیں کہ موصی کی موت کے بعد موصی لہ کے قبول کرنے پر ہی موصی لہ کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔ ۳۳

شہادت وصیت

۲۰۴ - ورثاء کے انکار کی صورت میں وصیت کے ثبوت کے لیے شہادت ضروری ہوگی۔

---

(۳۳) بدایۃ المجتہد، ابن رشد، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۹
رحمۃ الامہ بر حاشیہ المیزان الکبری، مطبوعہ مصر، ص ۱۹
المہذب، الفیروزآبادی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۹
جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل (فقہ مالکی)، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷
شرائع الاسلام الحلی، مطبوعہ بیروت، (فقہ شیعی) القسم الثانی، ص ۲۵۸

تشریح

وصیت ثابت کرنے کے لئے شہادت ضروری ہے۔ قرآن پاک کی آیت ”شهادة بینکم اذاحضر احد کم الموت حین الوصیه اثنان ذواعدل منکم،، اس مسئلہ میں نص ہے۔ ۴۴

حنفیہ :

فقہاء حنفیہ کی روایات سے یہ امر متفق علیہ معلوم ہوتا ہے کہ وصیت نامہ اس وقت قابل قبول ہوگا جب کہ وہ مصدقہ ثابت ہوگیا ہو۔ اس کے لئے پہلی چیز شہادت سے ثبوت ہے۔

وصیت تحریری یا زبانی ہوسکتی ہے۔ اگر زبانی ہو تو دو مسلمان بالغ مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے مواجہ میں ہونی چاہیے۔ اگر تحریری ہوتو قانون شہادت کے بموجب واقعہ کی طرح ثابت ہونی چاہیے۔ یہ ضروری نہیں کہ وصیت خاص نمونہ کی ہو یا کسی خاص طریقہ سے اس پر تصدیق ہو۔

اگر ایک شخص دستاویز کے ذریعہ دوسرے کے نام کسی معین جائداد کی ملکیت بطریق ہبہ منتقل کرے لیکن یہ شرط لکھدے کہ اسکو قبضہ تکمیل کنندہ دستاویز کی وفات کے بعد ملے گا تو اس بناء پر کہ فی‌الفور قبضہ نہیں دیا گیا ، یہ انتقال ہبہ نہیں بلکہ وصیت متصور ہوگا اور وصیت کی قیود و شرائط کے ساتھ نفاذ پذیر ہوگا۔ ۴۴ الف

مالکیہ :

امام مالک کے نزدیک اگر وصیت نامہ تحریر شدہ موجود پایا جائے اور دو عادل شخص اس امر کی شہادت دیں کہ یہ موصی کے خط میں لکھا ہوا ہے لیکن موصی نے ان دونوں شخصوں کو اس پر نہ شاھد بنایا تھا اور نہ اس کے نافذ کرنے کا حکم دیا تھا تو ایسا وصیت نامہ واجب‌النفاذ نہ ہوگا ، کیونکہ احتمال ہے کہ لکھا ہو لیکن پختہ ارادہ نہ کیا ہو یا رجوع کرلیا ہو، یا یہ کہ وصیت نامہ تحریر کیا اور شاھدوں کے سامنے اس کو پڑھ کر سنایا لیکن شاھدوں

---

(۴۴) جب تم میں سے کسی کو موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو تم مسلمانوں میں سے دو عادل لوگ وصیت کے وقت موجود ہونے چاهئیں۔ (سورہ مائدہ م ۵ : ۱۰۶)

(۴۴) الف اصول شرح ہدی، ولسن، باب الوصیت

کو اس کے وصیت نامہ ہونے پر شاہد نہ بنایا ، یا یہ نہ کہا کہ تم اس کو نافذ کر دینا تب بھی قابل نفاذ نہ ہوگا ۔ البتہ اگر شاہد بنادیا یا یہ کہدیا کہ اس کو نافذ کردینا تو واجب‌النفاذ ہوگا ، اور اگر وصیت نامہ لکھ کر شاہدوں کو خود پڑھ کر سنایا یا شاہدوں نے بذات خود پڑھ لیا اور موصی نے شاہدوں سے یہ کہدیا کہ یہ میری وصیت ہے ۔ ان کو اس پر گواہ بنادیا ، یا یہ کہ پڑھا نہیں لیکن کھولنے کے بعد شاہدوں کو علم ہے کہ یہ وصیت نامہ ہی ہے جس کا ان کو شاہد بنایا گیا ہے ، بلکہ اگر سربمہر رکھا گیا اور یہ کہدیا گیا کہ میرے فوت ہونے سے قبل نہ کھولا جائے اور پھر فوت ہونے کے بعد کھولا گیا تو شاہد اس کے وصیت نامہ ہونے کی شہادت دے سکتے ہیں ۔ ان کی شہادت سے وصیت ثابت ہوجائے گی ، خواہ یہ وصیت نامہ خود موصی کے پاس سے برآمد ہوا ہو یا کسی دوسرے شخص کے پاس سے ۔[۴۵]

شافعیہ :

شافعیہ کے نزدیک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے وصیت ثابت ہوجائے گی ۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ اس کو وصی بنایا گیا ہے تو اس کا یہ دعوی صرف دو مردوں کی شہادت سے ثابت ہوسکے گا ۔ مرد کے ساتھ عورتوں کی شہادت اس کے ثبوت میں کافی نہ ہوگی ۔[۴۶] یہ قاعدہ شافعی اصول شہادت کے تحت ہے ۔ حنفی اصول شہادت اس سے مختلف ہے ۔

وصیت نامہ کی تحریر کے ذریعہ وصیت کے ثبوت میں کوئی صریح قول امام شافعی یا دیگر فقہاء شافعیہ کا زیر مطالعہ کتب میں نظر سے نہیں گذرا ۔ البتہ امام شافعی کا وہ وصیت نامہ جو کتاب الام کی جلد ۴ صفحہ ۱۲۲ پر منقول ہے اس امر کی دلیل ہے کہ وصیت نامہ کی تحریر بھی ثبوت کا ایک ذریعہ ہے ۔ وصیت نامہ کے آخر میں قیام شہادت کا جملہ بھی مذکور ہے ۔

---

(۴۵) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل (فقہ مالکی)، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۵
المدونۃ الکبری امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۱۳

(۴۶) ویثبت المال ومایقصد بہ کالبیع والاجارۃ والھبۃ والوصیۃ والرھن و الضمان بشاھد و امرأتین.. الخ ومالیس بمال ولا المقصود منہ المال و یطلع علیہ الرجال کالنکاح والرجعۃ والطلاق والعتاق والوکالۃ والوصیۃ الیہ و قتل العمد والحدود سوی حد الزنا لایثبت الابشاھدین ذکرین الخ (المھذب فقہ شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۴)

حنبلیہ :

جس شخص کے اپنے خط میں لکھا ہوا وصیت نامہ موجود پایا جائے اور اس کے ورثاء اس وصیت نامہ کے اقراری ہوں یا شہادت سے یہ ثابت ہوجائے کہ یہ اس کے اپنے خط میں لکھا گیا ہے ، اور اس سے رجوع کرنا ثابت نہ ہوا ہو تو یہ وصیت کی صحت کا سبب ہوگا ۔ المحرر میں لکھا ہے کہ ایک روایت میں خطی وصیت باوجود شہادت قائم کردینے کے صحیح نہ ہوگی۔ یہ امام احمد سے دوسری روایت ہے ۔ ۴۷ لیکن یہ قول درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ المقنع میں اسکو لفظ '' احتمال ،، سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ ۴۷ الف

البتہ اگر وصیت نامہ تحریر شدہ مع اندراج شہادت موجود پایا گیا اور موصی کے خط میں لکھا ہونا معلوم نہ ہوسکا ، توحکم برعکس ہوگا ، ہاں اگر خارجی دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ موصی کے خط میں تحریر شدہ ہے تو اس پر عمل کیا جائے گا ، اور اس کو یہ تصور نہ کیا جائے گا کہ شہادت کے اندراج کی بناء پر وصیت قابل قبول ہوئی ہے۔۴۸ (بلکہ صحت خط اس کا ذریعہ ہوگی)

شیعی نقطۂ نظر :

وصیت کے ثبوت میں دو عادل مسلمانوں کی شہادت کافی ہوگی ، لیکن بوقت ضرورت مسلمان شاھدوں کے نہ ملنے کی صورت میں شیعی فقہاء کے نزدیک خاص طور سے دار اسلام کے غیر مسلم شہری کی شہادت بھی جائز ہوگی ۔ ۴۹

مال کی وصیت میں ایک شخص کی شہادت مع حلف مدعی کے مقبول ہوگی ، یا ایک مرد اور دو عورتوں کی۔ محض عورتوں کی شہادت اس مقدمہ میں مقبول نہ ہوگی ۔ اور شاھدوں کی شہادت پر شہادت (یعنی اصل شاھدوں کی شہادت کی قائم مقام شہادت) مع حلف مدعی کے مقبول ہوگی یا نہیں ؟ اس کے متعلق دو روایتیں منقول

---

(۴۷) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۷
المحرر فی الفقہ مجد الدین ابو برکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۶

(۴۷) الف۔ المقنع، ابن قدامہ المقدسی، مطبع سلفیہ، ج ۲، ص ۳۵۶

(۴۸) الاقناع ، شرف الدین المقدسی ، مطبوعہ مصر ، ج ۳ ، ص ۴۷

(۴۹) شرائع الاسلام ، الحلی ، مطبوعہ بیروت ، صفحہ ۲۶۲ :
'' و یثبت الوصیۃ بشاھدین مسلمین عدلین و مع الضرورۃ و عند عدم المسلمین یقبل شہادۃ اھل الذمۃ خاصۃ ،، ۔

ہیں ۔ صحیح قول یہ ہے کہ مقبول نہ ہوگی ۔[50]

وصی کی شہادت ایسے معاملے میں جس میں وہ خود وصی مقرر ہے قابل قبول نہ ہوگی ، کیونکہ وہ شہادت خود اس کے اپنے حق میں نافع ہوکر ولایت کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے ۔[51]

عراقی قانون :

عراق کے قانون میں وصیت نامہ کے تحریری ہونے پر خاص اہمیت دی گئی ہے چنانچہ دفعات ۶۵ اور ۶۶ میں مذکور ہے کہ :

دفعہ ۶۵ - وصیت کسی تحریری وصیت نامہ کے بغیر جو موصی کے قلم کا نہ ہو یا اس پر اس کی مہر ثبت نہ ہو یا نشان انگشت ثبت نہ ہو، قابل اعتبار نہ ہوگی ، پس اگر موصی بہ زمین یا منقولات سے تعلق رکھتے ہوں ، جن کی مالیت پانچ سو دینار سرخ سے زائد ہو تو اس صورت میں وصیتی دستاویز کو ایک عادل ماہر کتابت سے تحریر کرانا لازم ہوگا ،

(۲) اگر تحریری دستاویز کے ثبوت سے کوئی مانع موجود ہوگا تو شہادت کے ذریعہ ثابت کرنا جائز ہوگا ۔

دفعہ ۶۶ - جو وصیت نامہ رجسٹری شدہ ہوگا یا کسی وصیتی ادارے کا مصدقہ ہوگا وہ قابل نفاذ ہوگا ، الا یہ کہ علاقہ کے لوگ اس پر کوئی اعتراض رکھتے ہوں ۔ ،،[52]

تونس کا قانون :

تونس کے مجلۃ الاحوال الشخصیہ کے تحت وصیت کے قانون کے ضمن میں اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے کہ وصیت کا ثبوت اور رجوع دونوں مصدقہ دستاویز کے ذریعہ ہوسکے گا ، جیسا کہ حسب ذیل دفعات سے واضح ہوگا :-

---

(۵۰) شرائع الاسلام ، الحلی ، مطبوعہ بیروت ، ص ۲۶۲ :
" و یقبل فی الوصیہ بالمال شہادۃ واحد مع الیمین او شاہد و امرأتین الخ ،،

(۵۱) شرائع الاسلام ، الحلی ، مطبوعہ بیروت ، ص ۲۶۲ :
" ولا تقبل شہادۃ الوصی فیما هو وصی فیہ ولا ما یجربہ نفعاً او یستفید منہ ولایۃ ۔ ،،

(۵۲) قانون الوصیہ مصر ، مجریہ ۱۹۳۶ ع دفعات ۶۶ - ۶۵

''دفعہ ۱۷۶ - وصیت کا ثبوت مصدقہ دستاویز اور موصی کے تحریر کردہ وصیت نامہ سے ، جو تاریخ زدہ و غیر منسوخ طور پر قائم شدہ ہو ، ہوسکے گا۔

دفعہ ۱۷۷- موصی کا وصیت سے رجوع کر لینا جائز ہوگا لیکن دفعہ ۱۷۶ کا انطباق لازمی ہوگا - ،،[۵۳]

پاکستانی عدالتوں کے فیصلے :

بمقدمہ کارندر ناتھ بنام سریش چندر مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۶۱ء ڈھاکہ ۳۶۰ ، ڈھاکہ ھائی کورٹ نے قرار دیا کہ ''عدالت کو مطمئن کرنے کے لئے اس امر کا بار ثبوت ، کہ کوئی وصیت موصی کی آخری وصیت ہے ، اس فریق کے ذمہ ہے جو چاھتا ہے کہ وصیت تسلیم کی جائے۔ اصل واقعہ کی حقیقت کو جاننے کے لئے کوئی لگا بندھا قاعدہ نہیں ہے کہ کس قسم کی اور کس طور کی شہادت ہونی چاھئے جس سے کہ عدالت مطمئن ہو - شک و شبہ کا درجہ اور بار ثبوت کا وزن اس شخص کے ذمہ عائد کیا گیا ہے جو چاھتا ہے کہ وہ وصیت تسلیم کی جائے اور وہ مقدمہ کے حالات و واقعات پر منحصر ہوتا ہے - ،،

ایک اور مقدمہ پریا بالا منسودار بنام تلنی موھن منسودار مندرجہ پی ایل ڈی ، ۱۹۵۷ء ، ڈھاکہ ۳۱۰ میں ڈھاکہ ھائی کورٹ نے قرار دیا کہ '' یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے جو لوگ کسی وصیت کے تحت فائدہ اٹھاتے ھیں اور جو اس وصیت (نامہ) کے تیار کرنے یا حاصل کرنے میں شریک رہے ھیں ان پر اس امر کا بار عائد ہو جاتا ہے ، کہ وہ اس معاملت کی صحت کو ظاھر کریں - اس قاعدہ کا اطلاق ان تمام مقدمات پر ہوتا ہے جن میں ایسے حالات پائے جائیں ، جو عدالت کے لئے شک و شبہ پیدا کرنے کا موجب ہوں - ایسی صورت میں ، خواہ حالات کی نوعیت کچھ بھی ہو ، یہ ذمہ ان لوگوں کا ہے جو وصیت کو منظوری کے لئے پیش کرتے ھیں کہ اس امر کو اثباتی طور پر ثابت کریں کہ موصی دستاویز کے مندرجات کو جانتا تھا اور اس نے انہیں منظور کیا تھا - اس کے بعد ھی یہ ذمہ ان لوگوں کا ہوجاتا ہے جو اس وصیت کی مخالفت کرتے ھیں کہ فریب یا ناجائز

(۵۳) مجلۃ الاحوال الشخصیہ ، تونس ، دفعات ۱۷۶ و ۱۷۷

دباؤ یا جس چیز پر کچھ بھی وہ وصیت کے ذریعہ کیے جانے کے لئے باور کرتے ھیں ، عدالت میں ثابت کریں ۔ ،،

اسی مسئلہ پر سپریم کورٹ پاکستان نے بھی بمقدمہ رشیدہ بیبی بنام چراغ بیبی مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۵۸ ع ص ۲۰۹ قرار دیا کہ ,, وصیت کا اس طرح ثابت کرنا کہ وہ بحالت صحت و بقائمی ہوش و حواس قلم بند کی گئی ہے اس فریق کا ذمہ ہے جو وصیت کو منظوری کے لئے پیش کرتا ہے لیکن یہ ذمہ اس فریق کا ہے کہ وہ ثابت کرے جو یہ الزام لگاتا ہے کہ وصیت ناجائز دباؤ سے حاصل کی گئی ہے ۔ ،،

باضابطہ تحریر شدہ ہونا ضروری نہیں:

ایک خط کو جو متوفی نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے لکھا جس میں اپنی جائداد کے انتقال سے متعلق ھدایات درج تھیں ، ایک جائز وصیت نامہ قرار دیا گیا ۔ (۵۳الف)

کسی تحریر شدہ وصیت کے لئے دستخط شدہ ہونا ضروری نہیں ۔ (۵۳ب) اور نہ تصدیق کی ضرورت ہے ۔ ۵۳ج

زبانی وصیت :

زبانی وصیت کا بار ثبوت ہمیشہ بہت زیادہ بھاری ہوتا ہے ۔ اس کو انتہا درجہ ٹھیک ٹھیک وقت اور جگہ کی صراحت کے ساتھ بلا کم و کاست بیان کرنا چاهئے ۔ (۵۳د)

عدالت ایسی وصیت کو صرف اس صورت میں نافذ کرے گی جب کہ حالات اور گواہوں کے بیانات سے یہ بات بالکل واضح ہو کہ کہنے والے (موصی) نے کیا کہا تھا ، اور عدالت حالات اور شہادتوں سے یہ مستنبط کرنے کے قابل ہو کہ متوفی کے اس قول سے وصیتی اثر مرتب ہونے کا ارادہ کیا گیا تھا ، نیز یہ کہ عدالت ھدایات کی عبارت سے بھی پوری طرح مطمئن ہو ۔ (۵۳ھ)

(۵۳ الف) ۲۱ اله آباد ۹۱، اے آئی آر ۱۹۳۰ ع، مدراس ۱۵۳ ، ۱۸۷ انڈین کیسز ۳۱۳
(۵۳ ب) ۲۸ اله آباد ۱۵۷
(۵۳ ج) ۷ بمبئی لا رپورٹ ۵۵۸، ۴۳ بمبئی، ۱۳۱ ، ۹۳ انڈین کیسز ۶۲۷، اے آئی آر ۱۹۵۲ مدھیا بھارت ۵۶
(۵۳ د) اے آئی آر ۱۹۳۱ پریوی کونسل ۲۸۱ - ۶۸ انڈین کیسز ۲۵۳ - ۴۴ اله آباد ۳۰۱
(۵۳ ھ) اے آئی آر ۱۹۳۷ پریوی کونسل ۱۶۸ - ۱۷۳ انڈین کیسز ۳۱۸ - ۴۱ کلکته ویکلی نوٹس ۹۳۳ اے آئی آر ۱۹۳۹ اله آباد ۳۳۸

تجویز :

موجودہ معاشرتی تقاضوں کے پیش نظر مناسب ہوگا کہ پاکستان میں غیر منقولہ جائداد کی وصیت کو بذریعہ قانون لازمی رجسٹری کی دستاویزات میں شامل کرلیا جائے الا یہ کہ ایسی شہادت پیش کی جائے کہ موصی کو دستاویز کی تحریر یا رجسٹری کی مہلت نہ ملی یا اس کے لئے ایسا کرنا کسی معقول سبب کی بناء پر ممکن نہ تھا۔

وصیت مطلق و مقید یا معلق بالشرط

۲۰۵ - وصیت خواہ مطلق ہو یا مقید یا معلق بالشرط ہو، جائز ہو گی۔

تشریح

وصیت مطلق سے مراد ایسی وصیت ہے جو باعتبار وقت یا موصی بہ مطلق ہو۔ کسی قسم کی کوئی قید اس کے ساتھ نہ لگائی گئی ہو۔ چنانچہ وصیت وقت سے مطلقہ (آزاد) بھی کی جاسکتی ہے اور کسی معین وقت کے ساتھ مقید بھی کی جاسکتی ہے۔ جس کو وصیت موقتہ' کہا جاتا ہے۔

بالعموم یہ دونوں صورتیں منافع کی وصیت میں ہوتی ہیں کیونکہ منافع کی وصیت عاریت کے معنی میں ہوتی ہے اور عاریت موقتہ" اور مطلقہ دونوں طرح ہوسکتی ہے، اس لئے منافع کی وصیت بھی موقتہ" اور مطلقہ دونوں طرح جائز قرار دیگئی ہے۔[۵۳] اسمیں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

اگر موصی بہ منافع ہیں اور وصیت مطلقہ ہے تو موصی لہ تاحیات خود انتفاع حاصل کرے گا اور موصی لہ کی موت کے بعد شئی منتفع بہ موصی کے ورثاء کی مملوکہ قرار پاجائے گی۔ اور اگر وصیت مقیدہ موقتہ ہے تو وقت معینہ تک انتفاع کے بعد موصی کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجائے گی، بخلاف اس صورت کے جب کہ درخت کے پھلوں یا مکان کے کرائے کی آمدنی کی وصیت کی گئی ہو۔ اس صورت میں اگر موصی لہ کی زندگی میں درخت میں پھل آچکے ہوں یا مکان کا کرایہ واجب الادا ہوچکا ہو اور اس دوران موصی لہ کا انتقال ہو جائے تو یہ پھل اور مکان کی آمدنی موصی لہ کے ورثاء کا حق ہوگا کیونکہ ان کا وجود موصی لہ کی

(۵۳) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۲ ۔

حیات میں ہوچکا تھا اور موصی لہ مالک ہوچکا تھا ۔ اب موصی لہ نے اپنی مملوکہ کو اپنے ورثاء کے لئے ترکے میں چھوڑا ہے ، اور یہ ان لوگوں کا حق ہے ۔ ۵۵

وصیت کو کسی شرط پر معلق بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس صورت میں شرط کا صحیح ہونا ضروری ہے ورنہ شرط باطل ہوکر وصیت قابل نفاذ ہوگی ۔ ۵۵ الف

مالکیہ مکتب فکر :

امام مالک کے نزدیک بھی وصیت کو کسی شرط پر معلق کردینا صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ اس شخص کے فوت ہونے کے بعد اگر اس کی زوجہ دوسرا عقد نہ کرے تو اس قدر مال اس کو دیا جائے ، اب اگر زوجہ عقد (ثانی) کرلے گی تو یہ وصیت باطل ہوجائے گی ، بصورت دیگر صحیح ہوگی ۔ اسی طرح اگر موصی کی وفات کے بعد موصی لہ نے شرط کا ایفاء کیا اور اس بناء پر وصیت جاری کردی گئی لیکن وصیت کا مال حاصل کرنے کے بعد موصی کی شرط کے خلاف عمل کیا تو مال موصی بہ موصی لہ سے واپس لے لیا جائے گا ۔ ۵۶

شافعی نقطۂ نظر :

وصیت کو اپنی حیات میں کسی شرط پر معلق کردینا صحیح ہوگا ، اس لئے کہ جب مجہول شئی کی وصیت صحیح ہوسکتی ہے ، تو کسی شرط پر معلق کردینا بطریق اولی صحیح ہوگا جیسا کہ طلاق میں ہوا کرتا ہے ۔ اور اگر موت کے بعد کی کسی شرط پر معلق کیا تو یہ بھی صحیح ہوگا کیونکہ موت کے بعد کی حالت وصیت کے حق میں ، زندگی کی حالت کی مثل ہے ، لہذا جب حیات کی شرط پر معلق کرنا جائز ہوا تو موت کے بعد کی شرط پر بھی جائز ہوگا ۔ ۵۷

حنبلی نقطۂ نظر :

حنبلی فقہاء کے نزدیک بھی وصیت مطلق اور مقید دونوں جائز ہیں ۔ وصیت مطلق یہ ہے کہ بغیر کسی قید کے وصیت کی گئی ہو ، اور مقید یہ ہے کہ کہے

---

(۵۵) بدائع الصنائع ، امام کاسانی ، مطبوعہ مصر ، ج ۷ ، ۳۵۳
(۵۵ الف) بدائع الصنائع ، امام کاسانی ، مطبوعہ مصر ج ۷ ۳۵۳
(۵۶) مدونۃ الکبری (فقہ مالکی) امام سحنون ، مطبوعہ مصر ، ج ۱۵ ، ص ۲۳ (ماخوذ)
(۵۷) کتاب الام ، امام شافعی مطبوعہ مصر ، ج ۳ ، ص ۱۱۲ (ماخوذ)
المہذب ، الفیروز آبادی مطبوعہ مصر ، ج ۱ ، ص ۴۵۹

اگر میں اپنے اس مرض میں مرجاؤں یا اس سفر میں مرجاؤں تو میرے مال کی ایک تہائی مساکین کو دی جائے۔ مقید کی صورت میں، شرط (قید) فوت ہونے سے وصیت باطل ہوجائے گی، یعنی اگر یہ شخص اس مرض سے اچھا ہوگیا یا سفر سے مع الخیر واپس آگیا، اس کے بعد فوت ہوا تو وصیت سابقہ باطل ہوگی اور قابل نفاذ نہ ہوگی۔ البتہ اگر اسی مرض یا سفر میں فوت ہوا تو وصیت پوری کی جائے گی۔[۵۸]

وصیت کو شرط پر معلق کرنا جائز ہے۔ شرط کے وجود پر وصیت نافذ ہوگی اور عدم وجود سے باطل ہوگی۔[۵۹]

تونس کا قانون :

تونس کے قانون الوصیہ کے تحت مذکور ہے کہ :

دفعہ ۱۷۲ - جب کسی غیر صحیح شرط پر وصیت کو معلق کردیا گیا ہو تو ایسی صورت میں شرط باطل ہوگی اور وصیت جائز متصور ہوگی۔[۵۹ الف]

حکم وصیت (واجب یا مستحب)

۲۰۶ - وصیت کرنا شرعاً مستحب ہے۔

یہ مسئلہ کہ وصیت کرنا امر استحبابی ہے یا وجوبی، موجودہ دور میں خاص اہمیت اختیار کر گیا ہے، کیونکہ مصر میں، خصوصیت کے ساتھ، وصیت کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک وصیت واجبہ اور دوسری وصیت اختیاریہ۔ وصیت واجبہ کے بارے میں قانون یہ فرض کرتا ہے کہ وصیت کردی گئی ہے گو حقیقتاً وصیت نہ کی گئی ہو۔

بنا بریں اس مسئلہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ ثبوت وصیت سے متعلق ہے اور دوسرا حکم وصیت سے۔ آخر میں مصر کے رائج الوقت قانون "وصیت الواجبہ" پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

ثبوت وصیت :

وصیت کا ثبوت قرآن پاک و سنت رسول دونوں میں موجود ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن پاک میں جو آیات ملتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

---

(۵۸) المحرر فی الفقہ، ابوالبرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۶
(۵۹) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، صص ۵۵ و ۵۷
(۵۹ الف) قانون الاحوال الشخصیہ، تونس، دفعہ ۱۷۲

۱- فلهن الثمن مماترکتم من بعد وصیه" توصون بها او دین (نساء ۴م۱۲)
پس ان بیویوں کے لئے تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ہے، تمہاری وصیت کے نفاذ کے بعد جو تم نے کی ہو یا ادائے قرض کے بعد۔

۲- فلامه السدس من بعد وصیه" یوصی بها او دین (نساء ۴م ۱۱)
پس میت کی ماں کا چھٹا حصہ ہے، اس وصیت کے نفاذ کے بعد جو اس نے کی ہو یا دین کی ادائی کے بعد۔

۳- فلکم الربع مماترکن من بعد وصیه" یوصین بها او دین (نساء ۴م ۱۲)
پس تمہارے لئے چوتھا حصہ ہے اس مال سے جو تمہاری بیویوں نے چھوڑا ہو، اس وصیت کے نفاذ کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا دین کی ادائی کے بعد

۴- فهم شرکاء فی‌الثلث من بعد وصیه" یوصی بها او دین غیر مضار وصیه" من الله (نساء ۴م ۲
پس وہ ایک تہائی میں شریک ہوں گےاس وصیت کے نفاذ کے بعد جو میت نے کی ہو یا ادائی دین کے بعد بشرطیکہ وصیت سے نقصان نہ پہونچایا گیا ہو۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔

۵- فمن خاف من موص جنفاً اواثماً فاصلح بینهم فلا اثم علیه (بقره۲م۱۸۲)
پس جو شخص موصی کی وصیت سے زیادتی یا گناہ کا خوف رکھتا ہو اور وہ (وصیت میں) ان کے درمیان اصلاح کردے، اس شخص پر کوئی گناہ نہیں۔

۶- کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا ن الوصیه" للوالدین والاقربین باالمعروف حقاً علی المتقین (بقرہ ۲ م ۱۸۰)
جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب ہو اور مال چھوڑا ہو تو تم پر وصیت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ والدین اور اقربا کے لئے معروف طریقہ پر، یہ متقی لوگوں پر حق ہے۔

۷- یا ایهاالذین امنواشهادة بینکم اذاحضراحدکم الموت حین الوصیه" اثنان ذواعدل منکم (مائده ۵ م ۱۰۶)
مومنو جب تم میں سے کسی کی موت آ موجود ہوتو شہادت (کا نصاب) یہ ہے کہ وصیت کے وقت تم اپنوں میں سے دو مرد عادل (گواہ) بنالو۔

وصیت کا ثبوت احادیث نبوی و آثار صحابہ سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ ثبوت وصیت کے سلسلے میں صحیح بخاری، سنن ابوداؤد و ابن ماجہ میں حسب ذیل احادیث بیان کی گئی ہیں :

احادیث نبوی :

۱- عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلعم قال ماحق امرأ مسلم لہ شئی، یوصی فیہ یبیت لیلتین الا وصیتہ مکتوبۃ عندہ (۶۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کسی ایسے مسلم کو جس کے پاس کچھ وصیت کرنے کی چیز ہو یہ حق نہیں کہ بغیر وصیت کئے دو راتیں بھی گزار دے الا یہ کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی موجود ہو۔

۲- عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال جاء النبی (صلعم) یعودنی وانا بمکۃ وھو یکرہ ان یموت بالارض التی ھاجر منھا قال یرحم اللہ ابن عفراء، قلت یا رسول اللہ اوصی بمالی کلہ قال لا، قلت فالشطر قال لا، قلت فالثلث، قال الثلث والثلث کثیر انک ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعھم عالۃ یتکففون الناس فی ایدیھم ۔۶۱

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے اور اس وقت میں مکہ میں تھا اور اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ ایسی سر زمین میں مروں جہاں سے ھجرت کی ہو۔ رسول اللہ نے فرمایا ابن عفراء پر اللہ رحم فرمائے۔ میں نے رسول اللہ سے عرض کیا یا رسول اللہ میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک لڑکی ہے۔ اجازت دیجئے کہ میں اپنے کل مال کی وصیت کروں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ عرض کیا دو تہائی مال کی وصیت کروں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت سعد نے کہا ”ایک تہائی کے اجازت دیجئے۔ فرمایا خیر تہائی کی وصیت کردو اگرچہ یہ بھی بہت ہے۔

---

(۶۰) صحیح البخاری، مطبوعہ اصح المطابع، کراچی، جلد اول، صص ۳۸۳-۳۸۲
سنن ابوداؤد، مطبوعہ اصح المطابع کراچی، جلد ۲، ص ۳۹۵
(۶۱) صحیح البخاری، مطبوعہ اصح المطابع کراچی، جلد اول، صص ۳۸۳ - ۳۸۲
سنن ابوداؤد، مطبوعہ اصح المطابع کراچی، ج ۲، ص ۳۹۵

تم اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں فقیر و تنگدست چھوڑ جاؤ اور دوسروں کے ہاتھ انکی کفالت کریں -

٣- عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ (صلعم) من مات علی وصیہ ؑمات علی سبیل و سنہ ؑ و من مات علی تقی و شہادۃ مات مغفوراً لہ -[٦٢]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وصیت کر کے مرا وہ صراط مستقیم اور سنت اختیار کئے ہوئے مرا ، اور جو پرہیزگاری و شہادت پر مرا وہ مغفرت پا گیا -

٤- عن معاویہ ؑ بن قرۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ (صلعم) من حضرتہ الوفاۃ فاوصی وکانت وصیتہ علی کتاب اللہ کانت کفارۃ لماترک من زکاتہ فی حیوتہ -[٦٣]

معاویہ بن قرۃ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا وقت مرگ قریب آ پہونچا اور اس نے وصیت کی اور اس کی وصیت کتاب اللہ کے بموجب ہوئی تو وہ وصیت اس کے لئے اسکی زندگی میں عدم ادائی زکواۃ کا کفارہ ہوجائے گی جو اس سے اپنی زندگی میں ادا کرنے سے رہ گئی تھی -

٥- عن عطاء عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ تصدق علیکم عند وفاتکم بثلث اموالکم زیادۃ لکم فی اعمالکم -[٦٤]

حضرت ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالی نے صدقہ (احسان) کیا تم پر ، تمہاری وفات کے وقت ، تمہارے ایک تہائی مال کے ذریعہ ، تاکہ تمہارے نیک اعمال میں زیادتی ہوجائے -

٦- عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ (صلعم) یا ابن

---

(٦٢) سنن ابن ماجہ ، مطبوعہ اصح المطابع کراچی ، ص ١٩٣

(٦٣) سنن ابن ماجہ ، محولہ بالا ، ص ١٩٣

(٦٤) سنن ابن ماجہ ، محولہ بالا ، ص ١٩٣

آدم اثنتان لم تکن لک واحدة منهما جعلت لک نصيباً من مالک حين اخذت بكظمک لاطهرک به وازكيک وصلوة عبادي عليک بعد انقضاء اجلک [٦٥]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن آدم ! دو چیزیں ہیں کہ ان میں سے ایک بھی تیرے لئے نہ تھی - میں نے تیرے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا تیرے مال ہی سے ، جس وقت کہ مرنے لگے تا کہ میں تجھے اس مال کے ذریعہ پاک کروں اور میرے بندے تیری وفات کے بعد تیرے لئے (رحمت کی) دعا کریں

اگرچہ ابن ماجہ کی اس روایت میں الفاظ ”یا ابن آدم ،، کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف موجود نہیں لیکن مضمون کے اعتبار سے یہ حدیث حدیث قدسی ہے اور اسی طرح سابقہ حدیث بھی -

قیاس کا اقتضاء :

قیاس چاہتا ہے کہ وصیت جائز نہ ہو ، کیونکہ وصیت کے ذریعہ موصی کا موصی لہ کو موصی بہ کا مالک اس وقت بنانا ہے جب کہ خود اس کی ملکیت ختم ہوچکی ہے - اس لئے ایسی حالت میں وہ موصی لہ کو موصی بہ کا کیوں کر مالک کرسکتا ہے؟ بالفاظ دیگر موت ملکیت کو زائل کرنے والی ہے اور تصرف کی نسبت اس وقت کی طرف ہے ، جب کہ ملکیت زائل ہوچکی ہے لہذا ملکیت کے زائل ہونے کے بعد بطور تملیک تصرف کا تصور محال ہے - بناءبریں وصیت صحیح نہ ہونا چاہیئے ، لیکن اس کا جواب فقہاء نے یہ دیا ہے کہ وہ شخص حقیقی موت کے باوجود اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے حکماً زندہ تصور کیا جائے گا ، مثلاً تجہیز و تکفین ، ذمۂ میت قرضوں کی ادائی ، میت کے دوسروں کے ذمہ قرضوں کی وصولی وغیرہ - اسی قبیل میں وصیت کا اجراء بھی شامل ہے - خود قرآن حکیم نے وراثت کے اجراء سے قبل وصیت و ادائے دین کا حکم دیا ہے ، جو اس سلسلہ میں ثبوت وصیت پر صریح نص ہے -

---

(٦٥) سنن ابن ماجہ ، مطبوعہ اصح المطابع کراچی ، ص ١٩٣

فقہاء نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں وصیت کے جواز کا جو حکم دیا ہے، اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں مغرور اور لاپرواہ ہوتا ہے اور اپنی دولت کے ذریعہ نیکی کے حصول میں غفلت و کوتاہی برتتا ہے۔ مگر اس پر جب آثار موت ظاہر ہوتے ہیں تو اس کی ساری زندگی ایک آئینہ کی مانند اس کی نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے اس وقت اس کو اپنی غلط کاریوں اور محرومیوں پر رونا آتا ہے۔ شریعت اس کو نیکی کرنے اور عذاب آخرت سے بچانے کے لئے ایک آخری موقع عطا کرتی ہے کہ مال کے ذریعہ نیکی کا حصول کرسکے، اس نے زندگی میں جن حقوق کی ادائی سے لاپرواہی برتی ہے وہ حقوق ادا کردے۔ اس کی طرف بعض حادیث نبوی میں بھی اشارہ کیا گیا ہے جو اوپر گذر چکیں۔

حکم وصیت :

ائمہ اربعہ مندرجہ بالا احادیث وصایا کو حسن سلوک پر محمول کرتے ہوئے وصیت کو ایک امر مستحب قرار دیتے ہیں۔[66]

وصیت میں افضل کیا ہے؟

اگر کسی موصی کے ورثاء غربت کی حالت میں ہوں تو مستحب یہ ہوگا کہ ایک تہائی سے کم مقدار کی وصیت کی جائے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''الثلث کثیر انک ان تترک ورثتک اغنیاء خیرمن ان تترکھم عالۃ یتکففون الناس،، یعنی ایک تہائی بھی بہت ہے، اس لئے یہ بہتر ہے کہ تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑ جاؤ، بہ نسبت اس کے کہ تم ان کو تنگدست چھوڑو،، اور لوگ ان کی کفالت کریں اسی لئے آنحضرت نے ایک تہائی کو کثیر مقدار تصور فرمایا ہے، اور ورثاء کو فقر میں مبتلا چھوڑ دینا مکروہ خیال فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل یہ ہے کہ وصیت

---

۶۶) بدائع الصنائع ، امام کاسانی ، مطبوعہ مصر ، ج ۷ ، ص ۳۳۰
المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ، ج ۲۷ ، ص ۱۳۲
المدونۃ الکبری ، امام سحنون ، مطبوعہ مصر ، ج ۱۵ ، ص ۳۳ (ماخوذ)
کتاب الام ، امام شافعی ، مطبوعہ مصر ، ج ۳ ، ص ۸۹ :
الاقناع ، شرف الدین المقدسی ، مطبوعہ مصر ، ج ۳ ، ص ۳۸ :
'' والوصیۃ ببعض المال لیست واجبۃ بل مستحبۃ لمن ترک خیراً وھوالمال الکثیر ''

ایک تہائی سے بھی کم مال کے لئے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ''مجھے یہ زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایک تہائی حصہ کے مقابلے میں پانچویں حصہ کی وصیت کروں۔'' لیکن اگر ورثاء مستغنی ہوں تو ایک تہائی مال کی وصیت بہتر ہوگی، اس لئے کہ جب آنحضرت نے ورثاء کی غربت کی حالت میں پوری ایک تہائی کی وصیت کو مکروہ خیال فرمایا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ جب ورثاء مستغنی ہوں تو ایک تہائی مال کی وصیت وصی کے حق میں بہتر ہوگی۔ اور افضل یہ ہوگا کہ امور خیر کی وصیت اپنی صحت ھی میں کر دے، اس میں تاخیر نہ کرے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم اپنی صحت اور تندرستی کی حالت میں ہو اور فقر سے تم کو خوف ہو اور مالدار ہونے کی خواہش رکھتے ہو، ایسے وقت میں صدقہ کرو، اور اس وقت کے لئے معاملہ نہ چھوڑدو کہ روح تمہارے حلق میں آجائے اور اس وقت کہو کہ اتنا فلاں کو اور اتنا فلاں کو۔'' ۶۷

غیر وارث رشتہ دار کے لئے وصیت کرنا مستحب ہے، اگر تمام رشتہ دار غنی ہوں تو پھر مساکین اور علماء دین (وغیرہ) جیسے افراد کے لئے وصیت کرنی چاہئے۔ ۶۸

ظاہریہ مسلک:

ائمہ اربعہ کے نزدیک وصیت واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ مذاہب اربعہ کے اس اجماعی نقطہ نظر کے برخلاف ظاہریہ مسلک وصیت کے وجوب کا قائل ہے چنانچہ امام ابن حزم اپنی مشہور تصنیف المحلی میں لکھتے ہیں: '' جو شخص مال چھوڑے اس پر وصیت کرنا فرض ہے، اس کی دلیل حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی ایسے مسلم کو جس کے پاس وصیت کے لئے کچھ ہو، یہ حق نہیں کہ بغیر وصیت کے دو شب بھی گذارے، الا یہ کہ اس کے پاس اس کی وصیت لکھی ہونا

(۶۷) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج۴، ص۱۰۱
المہذب (فقہ شافعی) الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج۱، صص ۵۷-۴۵۶
(۶۸) الاقناع، شرف الدین الحقلسی، مطبوعہ مصر، ج۳، صص ۴۸ اور ۵۹

ضروری ہے ، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میں نے یہ آنحضرت صلعم سے سنا ہے ، میری ایک رات بھی ایسی نہیں گذری جس میں میرے پاس میری وصیت موجود نہ ہو۔ ،، [۶۹]

مذکورہ بالا حدیث ابن حزم نے عبداللہ ابن مبارک رح کی سند سے بھی روایت کی ہے نیز حسن بن عبیداللہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بھی وصیت کے حق میں بہت سختی فرمایا کرتے تھے عبداللہ بن ابی اوفی اور طلحہ بن مطرف وطاؤس و شعبی وغیرھم کا بھی یہی قول ہے (کہ وصیت فرض ہے)۔ ابن حزم لکھتے ہیں کہ ابو سلیمان اور ہمارے تما اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔ [۶۸]

ابن حزم آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ،، ایک گروہ نے کہا ہے کہ وصیہ فرض نہیں ہے ، ان لوگوں نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری سہ سے مروی حدیث سے استدلال کیا ہے ، چنانچہ بروایت عبیداللہ بن عمر ، نافع حضرت‌عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو متن روایت کیا ہے اس میں اس عبارت اضافہ ہے کہ ،، اگر اس کے پاس کچھ مال ہے اور وہ اس میں وصیت کرنا چا ہے۔ ،، یہ گروہ کہتا ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت نے وصیت کو وص کرنے والے کے ارادہ پر موقوف رکھا ہے ، (جو وصیت واجب نہ ہونے کی دا ہے ، اور مرضی پر موقوف ہونے کی حجت ہے)۔ یہ اصحاب یہ بھی کہتے کہ رسول اللہ صلعم نے وصیت نہیں فرمائی ، اور نیز حضرت ابن عمر جن مذکورہ بالا حدیث (وصیت کی) مروی ہے ، انہوں نے خود کوئی وصیت نہ اور حاطب بن ابی بلتعہ نے حضرت عمر کے روبرو وصیت نہ کی ''۔

---

(۶۹) المحلی، ابن‌حزم، مطبوعہ‌مصر، ج۶، ص۳۸۱:

"عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماحق امرئ مسلم له شئ یوصی فیه یـ لیلتین الا و وصیته مکتوبة، قال ابن عمر رضی اللہ عنه ما مرت علی لیلة منذ سمعت رسـ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذالک الا و عندی وصیتی"

اس حدیث میں وصیت کا لفظ مطلق استعمال ہوا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنی مو بعد کے امور کے بارے میں وصیت کرجائے ۔ تاکہ اس کے ذمہ لوگوں کے جوواجبات دیون یا ا ہوں ان کی ادائی کا معقول بندوبست کیاجاسکے اور حقدار کو اسکا حق ملنے میں تاخیر حدیث کے اسی معنی کو امام شافعی نے بھی اختیار کیا ہے (تحفۃ الاحوذی شرح جامع ال مطبوعہ بیروت ج۳، ص۱۸۸)۔ کتاب‌الام، ج۴ ، ص۸۹، پرامام شافعی رح نے اسی کو اپنے اس نقطہ نظر کی تائید میں پیش کیا ہے کہ وصیت مستحب ہے واجب نہیں۔ (م

(۶۸) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج۶، ص۳۸۱۔

حضرت (ابراہیم) نخعی سے مروی ہے کہ وصیت فرض نہیں ہے ، یہی امام مالک ، شافعی اور ابو حنیفہ کا قول ہے۔ ابو محمد ابن حزم نے ان لوگوں کے دلائل کو اپنے طور پر رد کرتے ہوئے اپنے مسلک وصیت کے فرض ہونے کو ثابت کیا ہے۔ تفصیلی دلائل اصل کتاب میں ملاحظہ ہوں۔ ٦٩

وصیت نہ کرنے کی صورت میں حکم :

امام ابن حزم کے نزدیک جو شخص بغیر وصیت کئے فوت ہوجائے تو اس کی طرف سے آسانی سے جتنی مقدار ممکن ہو ، بطور وصیت دیا جانا لازمی ہوگا کیونکہ وصیت کا فریضہ ادا کرنا واجب ہے ، اور جب ایسا ہے تو یہ ضروری ہوا کہ میت کے مال سے وصیت واجبہ کے حصہ میں میت کی ملکیت (بعد الموت) کو ساقط متصور کیا جائے ، لیکن اس مقدار کی کوئی حد مقرر نہیں ، بلکہ مقدار کا تقرر وصی یا ورثاء کی رائے کے سپرد ہوگا ، جو اتنا ہونا چاہئے کہ اس سے ورثاء پر ظلم لازم نہ آتا ہو۔ سلف کے ایک گروہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔ چنانچہ امام مالک کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا ! میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ، اگر وہ کچھ گفتگو کر سکتیں تو صدقہ کرنے کو فرماتیں ، تو کیا میں ان کی جانب سے صدقہ کرسکتا ہوں ؟ آپ نے فرمایا ہاں ! چنانچہ اس شخص نے والدہ کی جانب سے صدقہ کردیا " اس روایت سے صدقہ کا وجوب بھی ثابت ہے اور یہ امر بھی کہ جس نے وصیت نہ کی ہو اس کی طرف سے صدقہ کیا جائے ، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم فرض ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ ٧٠

موصی لہم کے درجات :

امام ابن حزم آگے لکھتے ہیں کہ ہر مسلم پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے غیر وارث قرابتداروں کے لئے وصیت کرے ، جو کہ غلامی یا کفر یا محجوب ہونے کے سبب غیر وارث قرار پاتے ہوں۔ ان لوگوں کے حق میں اپنی مرضی کے مطابق وصیت کرسکتا ہے ، جس کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ اگر وصیت نہ کی

---

(٦٩)　المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج٦، ص٣٨١۔

(٧٠)　المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج٦، ص٣٨٢۔

گئی ہو تب بھی ورثاء یا وصی کے مشورے سے ان اقرباء کو بطور وصیت دیا جانا ضروری ہوگا ۔ چنانچہ اگر کسی شخص کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک کافر یا غلام ہوں تو ان کے حق میں وصیت کرنا واجب ہوگا۔ اگر وصیت نہ کی ہو تب بھی ان کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا ہوگا ان کے بعد پھر جس کے حق میں چاہے وصیت کرے۔ ۴۱

اقارب کی تعریف :

ابن حزم کے نزدیک تین اقارب کے حق میں وصیت کردینے سے فرض ادا ہوجائے گا۔ جو لوگ میت کی طرف اس کے باپ کی طرف سے منسوب ہوں ، یہ تمام اقارب کہلائیں گے ، کیونکہ لغت میں ایسے ہی لوگوں کو اقارب کہا جاتا ہے ۔ان کے ماسوا دوسرے لوگوں کو بغیر کسی دلیل کے اقارب میں شامل کرنا یا اقارب کہنا صحیح نہ ہوگا۔ ان کے نزدیک اس کی دلیل یہ آیت ہے ’’ الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین فمن بدلہ بعد ماسمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ، ان اللہ سمیع علیم ۔،، اس آیت سے فرضیت بالکل واضح ہے۔ چنانچہ آیت سے ایسے والدین اور اقرباء جو وارث ہوتے ہوں خارج شمار ہوں گے ، اور ایسے قرابتدار شامل رہیں گے جو وارث قرار نہ پاتے ہوں۔ ۴۲

حضرت طاؤس ، حسن بصری ، سعید بن مسیب ، مسروق ، سالم بن یسار علاء ابن زیاد ، عبدالملک بن یعلی ، قتادہ ، ایاس بن معاویہ ، اسحاق ، ابوسلیمان تمام حضرات کا بھی قول ہے۔ ۴۳ (روایات اصل کتاب میں ملاحظہ ہوں) ۔

اس کے بعد ابن حزم نے لکھا ہے کہ ایک جماعت کے نزدیک اقرباء کے حق میں وصیت کرنا لازمی نہیں ہے ، بلکہ غیر قریبی کے لئے بھی وصیت کرسکتا ہے ، چنانچہ امام زہری ، سالم بن عبداللہ بن عمر ، سلیمان بن یسار ، عمرو بن دینار ، محمد بن سیرین اسی کے قائل ہیں اور یہی قول ابو حنیفہ ، اوزاعی ، سفیان ثوری اور مالک و شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ان حضرات نے اس حدیث کو پیش کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ ’’ ایک شخص نے اپنے بعد چھ غلام آزاد

---

(۴۱) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج۶، ص۳۸۳

(۴۲) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج۶، ص ۳۸۴

(۴۳) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج۶، ص ۳۸۵

کرنے کی وصیت کی تھی اور ان غلاموں کے ماسوی اس شخص کا اور کوئی مال موجود نہ تھا ، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ان میں سے دو کو آزاد قرار دیا اور باقی چار کو بلستور غلام رہنے دیا۔ چنانچہ یہ اصحاب کہتے ہیں کہ یہاں غیر قریبی کے لئے وصیت کی گئی تھی۔ ۴۳

ابن حزم نے اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس امر کی وضاحت نہیں ہے کہ یہ واقعہ وصیت کی آیت کے نزول کے بعد کا ہے ، بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ آیت کے نازل ہونے سے قبل کا ہو ، اور اس وقت اس طرح وصیت کرنا جائز ہو اور اس کے بعد آیت نے اس کو منسوخ کردیا ہو۔ لہذا یہ حدیث ہمارے نزدیک قطعی طور پر آیت کے ذریعہ منسوخ ہوگئی ہے۔ ۴۵

جدید قانون سازی :

اگرچہ امام ابن حزم کے نزدیک وصیت کا حکم غیر وارث اقرباء کے حق میں واجب ہے لیکن ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کا حکم استحباب پر مبنی ہے۔ شیعہ امامیہ مسلک میں بھی وصیت کرنا مستحب ہے چنانچہ امت مسلمہ میں ائمہ اربعہ کا اجماعی نقطۂ نظر ہی معمول بہ رہا ہے لیکن زمانۂ حال میں چند مسلم ممالک میں وصیت کو دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے پوتیوں کے حق میں "وصیت واجبہ" کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مصر میں جو قانون سازی کی گئی ہے ، وہ حسب ذیل ہے :-

مصری قانون :

دفعہ ۷۶ - جب کہ موصی نے اپنی حیات میں فوت شدہ اولاد کی اولاد کے لئے کوئی وصیت نہ کی ہو ، یا موصی کی موت کے ساتھ اس کی اولاد میں سے کسی کی موت واقع ہوگئی ہو ، خواہ یہ موت حکمی موت ہی کیوں نہ ہو ، تو اس فوت شدہ اولاد کے اس حصہ کی مثل ، جو اگر وہ زندہ ہوتا تو اپنے مورث (باپ) سے اس کو ملتا ، اس کی اولاد کے حق میں ایک تہائی کی حد تک وصیت واجب متصور ہوگی ، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ اولاد بصورت موجودہ غیر

---

(۴۴) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج۶، ص ۸۵-۳۸۴
(۴۵) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج۶، ص ۳۸۵۔

وارث ہو ، اور میت (موصی) نے اس کو بغیر عوض کسی دوسرے طریقہ (تصرف) کے ذریعہ اتنی مقدار ، جس کا وہ وراثت کے ذریعہ مستحق ہوتا نہ دی ہو۔ اگر دی ہو اور اس مذکورہ مقدار سے کم ہو تو محض اتنی مقدار کے حق میں وصیت واجب سمجھی جائے گی جو اس کی استحقاقی مقدار کو پورا کردے۔

اور یہ وصیت بیٹی کی اولاد کے اول طبقے کے لئے ، اور بیٹوں کی صلبی اولاد کے تمام نیچے کے مسلسل طبقوں کے لئے نافذ ہوگی ، اور ہر اصل اپنی فرع کا حاجب ہوسکے گا ، دوسرے طبقہ کی فرع کا حاجب متصور نہ ہوگا۔ اور ہر اصل کا حصہ اس کی فرع (اولاد) پر خواہ وہ کتنے ہی نیچے تک کا سلسلہ ہو، تقسیم کیا جائے گا۔ یہ تقسیم میراث کی اس تقسیم کے مطابق ہوگی جب کہ اصل موجود ہوتی اور اس کے فوت ہونے کے بعد ان ورثلہ کو اس کے ترکہ سے حصص دئے جاکر تقسیم کی جاتی ، اور ان کی موت میں طبقات کی موت کی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے گا۔

دفعہ ۷۷- جب کہ میت نے کسی ایسے فرد کے لئے جس کے حق میں وصیت واجب تھی ، وصیت واجبہ کے حصہ سے زیادہ کی وصیت کردی ہو ، تو اس میں زیادتی کی بقدر وصیت اختیاریہ کا حکم جاری ہوگا۔ لیکن اگر وصیت واجبہ کے حصہ سے کم کی وصیت کی گئی ہو تو وصیت واجبہ کی مقدار کو مکمل کیا جائے گا۔

اور اگر وصیت واجبہ کے بعض مستحقین کے حق میں وصیت کی گئی ہو اور بعض کے حق میں نہ کی گئی ہو تو وہ لوگ جن کے حق میں وصیت کی گئی ہے ، اپنے حصہ کے بقدر مستحق ہوں گے ، اور جس کے حق میں وصیت نہیں کی گئی یا کم مقدار کی کی گئی ہے ، ایک تہائی ترکہ کے بقایا سے انکا حصہ لے لیا جائےگا اگر یہ تہائی ان کے (قانونی) حقوق کی پابجائی کے لئے کافی نہ ہو تو اس کے ساتھ وصیت اختیاریہ کا حصہ شامل کرلیا جائے گا۔

دفعہ ۷۸- ادائی میں وصیت واجبہ دیگر وصیتوں پر مقدم ہوگی۔

اگر موصی نے ایسے لوگوں کے حق میں وصیت نہ کی ہو جن کو وصیت واجبہ کے ذریعہ مستحق قرار دیا گیا تھا اور ان کے

برخلاف غیر افراد کے حق میں وصیت کی گئی ہو ، تو ہر صاحب وصیت واجبہ ترکے کی ایک تہائی کی بقایا سے اپنے حصہ کا مستحق متصور ہوگا۔ اگر تہائی کی بقایا ان کے حقوق کے لئے ناکافی ہو تو اس مقدار سے جو دوسروں کی وصیت میں شامل ہے ، ان کے حقوق کو پورا کیا جائے گا۔

دفعہ ۷۹ - مذکورہ ہر دو دفعات کے بیان کردہ احکام کی رعایت کرتے ہوئے جو کچھ باقی رہے گا وہ وصیت اختیاریہ کے مستحقین کو وصیت اختیاریہ کے احکام کے پیش نظر حسب استحقاق تقسیم کیا جائے گا۔ ۷٦

تیونس ، شام اور عراق میں بھی اصولاً اسی طرز پر قانون سازی کی گئی ہے چنانچہ تونس کے قانون کی متعلقہ دفعات حسب ذیل ہیں:

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۹۱ - جس شخص نے وفات پائی اور اپنے بعد (اپنی اولاد کے ساتھ) اپنے پوتے یا نواسے بھی چھوڑے جن کا باپ یا ماں (موصی کا لڑکا یا لڑکی) اس کی حیات میں یا اس کے ساتھ ہی وفات پاگیا تھا تو ان پوتوں اور نواسوں کے لئے بصورت وصیت اس قدر حصہ دیا جانا واجب ہوگا جو ان کے باپ یا ماں کو اپنے مورث سے ان کے اپنے بقید حیات ہونے کی حالت میں مورث کی وفات کے بعد ملتا ، لیکن یہ حصہ ترکے کی ایک تہائی سے زائد نہ ہوگا۔

لیکن یہ افراد (پوتے پوتیاں ، نواسے نواسیاں) حسب ذیل حالات میں اس وصیت کے مال کے مستحق نہ ہوسکیں گے :-

(الف) جب کہ یہ لوگ اپنے والدین کی اصل یعنی جد یا جدہ کے ساتھ وارث ہوتے ہوں۔

(ب) جبکہ جد یا جدہ نے اپنی حیات میں ان کے حق میں وصیت کردی ہو یا بلا عوض کسی عقد سے وصیت واجبہ کے اندازے پر ان کو مال دے دیا ہو۔ لیکن اگر ان کے حق میں وصیت واجبہ کی مقدار سے کم کی وصیت کی گئی ہو ، تو اس کمی کو وصیت واجبہ کی حد تک پورا کردیا جائے گا ، اور اگر اس حد سے زائد کی کی گئی ہو تو

---

(۷٦) قانون الوصیت المصری، مجریہ ۱۹۴۶ء ، چھٹی فصل، وصیت واجبہ، دفعات ۷۶-۷۹

اس زائد مقدار پر وصیت (اختیاریہ) کے عام دفعات کا اطلاق کیا جائیگا۔
وصیت واجبہ وصیت اختیاریہ پر مقدم ہوگی اور وصایا اختیاریہ میں
جب باہم مزاحمت واقع ہو تو ان کے درمیان حسب تناسب تقسیم
عمل میں آئیگی۔ بصورت دیگر تمام وصایا مساوی متصور ہوں گی۔

دفعہ ۱۹۲ - اس وصیت کا نفاذ لڑکوں کے زیریں طبقہ تک اور لڑکیوں کی اولاد کے محض طبقہ اولیٰ تک محدود رہے گا اور ان کے درمیان " مرد کو عورت کا دوگنا " کا طریقہ تقسیم جاری ہوگا۔[۷۷]

شام کا قانون :

شام کے قانون الاحوال الشخصیہ میں وصیت واجبہ کے سلسلے میں جو دفعات پائی جاتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-

دفعہ ۲۰۷ - (۱) جس شخص کے فوت ہونے کے بعد اس کی فوت شدہ اولاد کی اولاد موجود ہو ، اگرچہ اس کی اپنی اولاد کی وفات اس کے ساتھ ہی واقع ہوئی ہو، تو اولاد کی اولاد کے لئے متوفی کے ترکے کی ایک تہائی اس مقدار اور شرائط کے ساتھ واجب ہوگی ، جو ذیل میں بیان کی گئی ہیں :-

(الف) پوتے پوتیوں کے لئے وصیت اس حصہ کی مقدار کے بموجب واجب ہوگی جو ان کا باپ اپنے مورث اعلیٰ سے پاتا ، جبکہ مورث اصل متوفی کی حیات میں زندہ موجود ہوتا اور اصل کی وفات واقع ہوتی ، لیکن یہ مقدار ایک تہائی سے زائد نہ ہوسکے گی۔

(ب) مذکورہ اولاد جب کہ مورث اعلیٰ جد یا جدہ کے وارث قرار پاتے ہوں ، یا ان کے حق میں وصیت کردی گئی ہو یا مورث اعلیٰ نے اپنی حیات میں ان کو بقدر وصیت واجبہ کسی طریقہ پر بلا عوض دے دیا ہو ، اگر وصیت واجبہ کی مقدار سے کم دیا گیا ہو یا وصیت کی گئی ہو تو وصیت واجبہ کی مقدار کو پورا کردیا جائے گا۔ اور اگر عطا کردہ یا وصیت کردہ مقدار وصیت واجبہ سے زائد ہوئی تو اس زائد میں وصیت اختیاریہ کے احکام نافذ ہوں گے اور اگر محض بعض اولاد کے

(۷۷) مجلۃ الاحوال الشخصیہ، تونس، پانچواں باب، دفعات ۱۹۲-۱۹۱

حق میں ایسا کیا گیا ہوگا تو باقی وصیت واجبہ کے بقدر اپنا حصہ پائیں گے۔

(ج) یہ وصیت بیٹے کی اولاد اور پوتے کی اولاد در اولاد کے لئے نافذ ہوسکے گی ، جس کا طریقہ تقسیم للذکر مثل حظالانثیین ہوگا۔ اس سلسلے میں ہر اصل اپنی فرع کی حاجب ہوگی نہ کہ دوسری اصل کی فرع کی، اور ہر فرع فقط اپنی اصل کے حصہ کی مستحق ہوگی۔ وصیت واجبہ کا نفاذ وصیت اختیاریہ پر مقدم ہوگا ، جو محض ایک تہائی ترکہ تک محدود ہوگا۔ ۴۸

وصیت واجبہ کے مصری قانون پر ایک نظر:

وصیت واجبہ کا قانون سب سے پہلے مصر میں وضع کیا گیا۔ چند دیگر ممالک مثلاً تونس اور شام وغیرہ نے اس کی پیروی کی۔ چنانچہ اس موضوع پر ان ممالک کی دفعات قانون کم و بیش یکساں ہیں۔ سطور ذیل میں سہولت کے پیش نظر مصری قانون کی دفعات کا حوالہ دیتے ہوئے قانون مذکور پر اظہار خیال کیا گیا ہے ۔ تھوڑے بہت ردوبدل کے ساتھ یہی ملاحظات (observations) دوسرے ممالک تونس و شام وغیرہ کی متعلقہ دفعات قانونی پر بھی صادق آسکتے ہیں۔

قانون الوصیت مصر ، ۱۹۴۶ ء کی دفعہ ۱ میں وصیت کی حسب ذیل تعریف بیان کی گئی ہے :-

" ترکے میں موت کے بعد کے زمانہ کی طرف نسبت کرکے تصرف کرنا وصیت کہلاتا ہے " ۴۹

موت کے بعد تصرف کے یہ معنی ہیں کہ وصیت کنندہ نے جو تصرف پورے طور پر اپنی زندگی میں کیا ہے اس کا اثر اس کی موت کے بعد مرتب ہوگا۔

وصیت کا اصل ضابطہ یہ ہے کہ وہ تمام حالات میں اختیاری تصرف ہوا کرتا ہے ۔ چنانچہ شریعت اسلامیہ میں ایسی کسی وصیت کا وجود نہیں جو ، بغیر

---

(۴۸) قانون الاحوال الشخصیہ، شام، پانچویں فصل، وصیت واجبہ، دفعہ ۲۵۷۔

(۴۹) الف ۔ "الوصیة تصرف فی الترکة مضاف الی مابعدالموت"

موصی کی وصیت کئے ، بحکم حاکم واجب قرار دی گئی ہو ، جمہور فقہاء کا مذہب یہی ہے اور اسی پر برابر عمل ہوتا رہا ہے ، لیکن قانون الوصیت ، مصر کے تحت جمہور فقہاء کے مذہب کے خلاف سابق عمل کو متروک قرار دیتے ہوئے مذکورہ بالا دفعات قانون کے ذریعہ ان پوتوں اور پوتیوں کے حق میں جن کے باپ یا ماں اصل میت (دادا) کی زندگی میں وفات پا چکے ہوں ، وصیت کو واجب قرار دیا گیا ہے ، جب کہ یہ اپنے سے اقرب وارث (میت کے بیٹے ، بیٹی) کی موجودگی کے سبب وراثت سے محروم قرار پاتے ہیں ۔

چنانچہ دفعہ ٧٦ میں صراحت کر دی گئی ہے کہ جب ' دادا ، دادی نے اپنی حیات میں فوت شدہ بیٹے یا بیٹی کی اولاد کے لئے کسی ایسے حصہ کی وصیت نہ کی ہو جو متوفی بیٹا ، بیٹی اپنی حیات میں بطور میراث کے ترکے سے پاتا ، تو اس صورت میں اس متوفی یا متوفیہ کی اولاد کے لئے ان کے اس حصہ کے بقدر جو متوفیان پاتے ایک تہائی کی حد تک وصیت واجب ہو گی ۔ دراصل اقرباء کے لئے وجوب وصیت کا قول ، جیسا کہ قانون الوصیت کی کمیٹی کے مباحث میں ذکر کیا گیا ہے ، سعید بن المسیب ، حسن بصری ، اسحاق بن راھویہ ، داؤد بن علی الظاہری ، اور ابو محمد ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہم کا ہے ۔

قانون الوصیہ ، مصر کے واضعین نے غیر وارث اقرباء کے لئے وصیت کے واجب ہونے میں قرآن عظیم کی اس آیت کو دلیل میں پیش کیا ہے کہ ''جب تم پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں اور مال (کثیر) چھوڑو تو تم پر والدین اور اقربا کے حق میں وصیت کرنا ، فرض کیا گیا ہے ۔ اور یہ متقیوں کے لئے (حق) ہے ۔ ۸۰

امام جصاص اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کا وصیت کے واجب اور فرض ہونے پر دلالت کرنا بالکل ظاہر و باہر ہے (یعنی آیت ظاہر الدلالت ہے) ، اس لئے کہ قرآن پاک کے الفاظ ''کتب علیکم'' فرض ہونے پر ظاہر الدلالت ہیں ۔ ان کے معنی ہیں تم پر فرض کیا گیا ہے ، جیسا کہ اللہ

---

(۸۰) کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین ۔ (بقرہ ۲ م ۱۸۰)

تعالی نے فرمایا ہے " کتب علیکم الصیام " (تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں) ۔ پھر وصیت کے وجوب و فرضیت کے بعد اس کی مزید تاکید و توثیق مزید فرمایا ہے " بالمعروف ، حقاً علی المتقین " اور جن الفاظ سے وجوب ثابت ہوا کرتا ہے ان میں اس سے اعلیٰ درجہ کا کوئی لفظ و عبارت نہیں ہے کہ ایک شخص یہ کہدے کہ " ھذا حق علیک " یہ تمہارے اوپر حق ہے ۔ واجب ہے لازم ہے ، فرض ہے ، ضروری ہے ۔ نیز اللہ تعالی کا ایسے لوگوں کو " متقین " کے لفظ سے ذکر کرنا بھی تاکید و توثیق کے لئے ہے ، کیونکہ لوگوں پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو متقی بنائیں ۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے : " یا ایھاالذین آمنو اتقوا اللہ " اور اھل اسلام کا اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر مسلمان پر متقی بننا فرض ہے ۔ لہذا جب اس وصیت کا کرنا تقوی کی شرائط میں سے قرار دیا گیا ، تو اب خود وصیت کا وجوب بالکل واضح ہو گیا ۔ ۸۱ لیکن اس کے بعد امام جصاص نے سلف کے تمام مفسرین کا اس امر پر اتفاق نقل کیا ہے کہ والدین اور اقرباء کے لئے اس آیت سے جو وصیت واجب تھی اس کا وجوب آیت میراث کے نزول کے بعد منسوخ ہو گیا ۔

امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت فقہاء کے حسب ذیل چند اقوال نقل کئے ہیں :

(الف) اقربین سے مرنے والے کی اولاد مراد ہے ۔ یہ قول عبدالرحمن بن زید کا ان کے والد کی طرف منسوب ہے ۔

(ب) اقرباء سے مراد وہ تمام رشتہ دار ہیں جو والدین کے ماسوا ہوں ۔ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے ۔

(ج) تمام وارث اور غیر وارث اقرباء مراد ہیں ۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو وصیت کو قرابت کی بنیاد پر واجب قرار دیتے ہیں ، اور پھر اس کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں ۔

(د) وہ لوگ مراد ہیں جو میت کے (جس حال میں) وارث نہ ہوتے ہوں ۔ مذکورہ آیت میں جس حکم کو نص کے طور پر بیان فرمایا گیا ہے ، اس آیت کے

---

(۸۱) الجامع الاحکام القرآن، امام جصاص، ج ۱، ص ۱٦۴ ۔

حکم کے باقی رہنے میں علماء کا اختلاف ہے ، چنانچہ اکثر مفسرین و فقہاء جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جو والدین و اقرباء میراث کی آیت کے ذریعہ وارث ہوں ان کے حق میں اس آیت کا حکم منسوخ ہے ، کیونکہ وصیت کی آیت (کلیہً) میراث کی آیات سے منسوخ ہو چکی یا اس حدیث کے ذریعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالی نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرمایا ، اب کسی وارث کے لئے وصیت نہیں ۔ ۸۲ بعض علماء کا قول ہے کہ آیت وصیت ، آیت میراث و حدیث مذکورہ دونوں سے منسوخ ہے ۔ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن منسوخ نہیں ہو سکتا ، جیسا کہ اصول فقہ کا قاعدہ بھی ہے ، لیکن چو نکہ حدیث مذکور اپنی شہرت اور استفاضہ کی وجہ سے متواتر کا درجہ حاصل کرچکی ہے اور اس کو تمام ائمہ نے قبول کر لیا ہے ، اس بناء پر اس قسم کی حدیث کے ذریعہ نسخ جائز ہو گا ، اگر چہ جو حدیث محض خبر واحد کا درجہ رکھتی ہو اس سے قرآن کی آیت منسوخ نہیں ہوا کرتی ۔ لہذا جب مذکورہ بیان کے پیش نظر آیت منسوخ ہو چکی تو اب اقرباء وارث اور غیر وارث کسی کے لئے وصیت واجب نہ رہی اور اس طرح شریعت اسلامیہ میں اقارب وارث و غیر وارث کسی شخص کے حق میں وصیت کا کوئی وجوب نہ رہا ۔

جو علماء غیر وارث اقرباء کے حق میں وصیت کے واجب ہونے کے قائل ہیں ، ان کا استدلال یہ ہے کہ وصیت کی آیت منسوخ نہیں ۔ اس کا حکم اب بھی موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا ، اس لئے کہ جو لوگ کسی مانع کی بناء پر یا اپنے سے اعلی (اقرب) وارث موجود ہونے کی بنا پر وراثت سے محروم ہوتے ہیں ان کے حق میں اس وصیت کی آیت سے نصاً وصیت اپنی جگہ قائم و واجب ہے ، کیونکہ ایسے لوگوں کے حق میں جو میت سے رشتہ (قرابت) رکھتے ہوں اور حالا وارث نہ ہوں آیت کا معنی بدستور باقی و قائم رہے گا ، البتہ جو اقرباء میراث کی آیت کے ذریعہ وراثت پا رہے ہوں یا حدیث سے وارث قرار پا رہے ہوں ، ان کے حق میں اس آیت پر عمل نہ ہوگا (ترک کر دیا

(۸۲) ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ، فلاوصیۃ لوارث، مشکوۃ المصابیح، مطبوعہ اصح المطابع ص ۲۶۵

جائے گا)۔ ان کے نزدیک پھر ایک دوسری حدیث بھی اس کو واجب قرار دیتی ہے وہ یہ کہ حضور صلعم نے فرمایا ہے " کسی ایسے مسلم کو جس کے پاس (وصیت کیلئے) کچھ ہو یہ حق نہیں کہ وہ بغیر وصیت کے دو راتیں بھی گذار دے اور وصیت (تحریر کردہ) اس کے پاس موجود نہ ہو۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایک مسلم پر وصیت کر دینا امر واجب ہے۔ (ملاحظہ ہو ذیلی حاشیہ نمبر ۶۹) اور جیسا کہ امام جصاص سے سطور بالا میں نقل کیا گیا ہے کہ آیت میں وجوب کے الفاظ موکد طور پر موجود ھیں اس بناء پر اس حدیث کا بھی وصیت کے وجوب پر دلالت کرنا واضح ہے۔ چنانچہ مصری قانون الوصیہ" کے واضعین کے پیش نظر یہ خیال رہا کہ ایک قرابت‌دار غیر وارث کے حق میں وصیت واجب ہونا چاہئے ، جس کی مصلحت شرعی مقتضی ہے۔

وصیت واجبہ کی مقدار :

قانون مذکور کے تحت وصیت واجبہ کی مقدار متوفی کی اولاد کے لئے متوفی کے حصہ کے مطابق ہو گی ، جو ترکے کی ایک تہائی کی مقدار تک ہو ، اس سے زائد نہ ہو۔ یہ تعیین میت کی تجہیزو تکفین اور اس کے ذمہ دیون کے ادائی کے بعد ہو گی۔ لہذا اگر متوفی کا حصہ ایک تہائی سے زائد ہوا تو صرف ایک تہائی کی حد تک وصیت واجبہ نافذ کی جائے گی ، متوفی کے اس حصہ کے لئے نہیں جو وہ بشرط حیات پاتا ، کیونکہ یہ استحقاق وصیت کی بنیاد پر ہے ، میراث کی بنیاد پر نہیں ہے۔

مصری قانون کی غایت اور بنیاد :

قانون الوصیہ" مصر بابت ۱۹۴۶ء میں پوتوں اور پوتیوں کے میراث سے محروم ہونے کی صورت میں بذریعہ وصیت ان کو میت کے ترکہ سے مستحق قرار دینے کے لئے جو مندرجہ بالا دفعات وضع کی گئی ھیں ان کے بارے میں مشہور مصری عالم شیخ ابو زھرہ نے ان دفعات کے وضع کرنے کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " ان دفعات قانون کے وضع کرنے کا جو امر باعث ہوا وہ یہ ہے کہ بسااوقات ایک شخص اپنی ماں یا اپنے باپ کی زندگی میں اپنے بچے چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے اور اس میت کے دیگر بھائی زندہ ہوتے ہیں ، پھر اس کی وفات کے بعد

اس کے باپ یا ماں کا انتقال ہوتا ہے جو اپنی صلبی اولاد میت کے بھائی اور فوت شدہ بیٹے کی اولاد پوتے پوتیاں چھوڑ کر انتقال کر جاتے ہیں ایسی صورت میں مذکورہ میت کی اولاد دادا دادی کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی صلبی اولاد (چچا) کے مقابلے میں محروم ہوتی ہے ، حالانکہ یہ اولاد اپنے چچوں کے مقابلے میں انتہائی فقر و گردش زمانہ کے ہاتھوں مصیبت میں مبتلا ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ یہ پوتے اور پوتیاں میراث سے بھی محروم ہوتی ہیں ناقابل بیان حد تک مشکلات و مصائب کا شکار ہو جاتی ہیں ۔ چنانچہ مصر کے قانون وصیت کے تحت ایسے حالات و واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مندرجہ بالا دفعات ۷۶ ، ۷۷ ، ۷۸ وضع کی گئیں اور ایسے پوتوں اور پوتیوں کے لئے "وصیت واجبہ" کے نام سے قانون مرتب کر دیا گیا ہے ۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے چند لڑکے موجود ہوں اور ان میں سے کوئی ایک لڑکا اپنے باپ کی زندگی میں اپنے پیچھے اولاد چھوڑ کر مر گیا اور اس کے بعد دادا کا انتقال ہوا اور اس کی اولاد دادا کے دوسرے بیٹے موجود ہونے کی وجہ سے محروم ہوئی اور دادا یا دادی نے پوتوں اور پوتیوں کے لئے وصیت بھی نہ کی ہو ، تو قانوناً ان پوتے اور پوتیوں کے حق میں میت کے مال کی ایک تہائی کی حد تک وصیت تصور کی جائے گی ۔ اور ایک تہائی مال ترکہ میں سے اس اولاد کو دلایا جائے گا ۔ اس کے بعد ورثاء میں باقی ترکہ کی تقسیم ہو گی ۔

تجزیہ :

دفعات مذکورہ بالا کے نتیجہ میں وصیت واجبہ کی حسب ذیل ۲ شرطیں قرار پائیں :۔

(۱) پوتے ، پوتی اپنے دادا ، دادی کے انتقال کے بعد غیر وارث کے درجہ میں ہوں ، اگر ترکے کی کسی قلیل مقدار میں بھی وارث ہوئے تو وصیت واجبہ (قانونی) ان کے حق میں جاری نہ ہو گی ، البتہ اگر میت نے وصیت کی ہو تو وصیت اختیاریہ کے احکام جاری ہوں گے ، اور

(۲) یہ کہ میت (دادا ، دادی) نے اپنی فرع کے حق میں بلا معاوضہ کسی طریقے سے وصیت واجبہ کے بقدر مال نہ دیا ہو ، مثلاً ہبہ

یا وقف کے ذریعہ ، چنانچہ اگر میت نے ان کو کسی غیر طریقہ وصیت کے ذریعہ مال دیا ہو لیکن وہ وصیت واجبہ کے حصہ سے کم ہو تو اس کمی کو وصیت واجبہ کے بقدر پورا کر دیا جائے گا - یعنی ان کے اصل کے حصہ کے بموجب جبکہ وہ حصہ ایک تہائی کی بقدر ہو لیکن اگر تہائی سے زائد ہوگا تو محض تہائی کی حد تک پورا کیا جا سکے گا -

مصر کے قانون وصیت (واجبہ) کے تحت یہ دفعات جس انداز پر مرتب کی گئی ہیں اس سے قبل اسلام کے مشہور فقہی مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی ، یعنی یہ کہ بحکم قانون وصیت واجب قرار دی جائے اور بحکم قانون ہی اس کا نفاذ کیا جائے ، خواہ مورث نے اس امر کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو- نیز یہ کہ وصیت واجبہ محض میت کے پوتے اور پوتیوں ہی کے لئے ہوسکے گی ، جب کہ ان کے ماں باپ میں کسی ایک (اصل) کی حقیقی یا حکمی وفات اپنے مورث کی حیات میں ہوگئی ہو- ۸۳

مصری قانون کی دفعات ۷٦ ، ۷۷ اور ۷۸ کی روح دراصل بعض تابعین ، (مثلاً عبداللہ بن ابی اوفی و طلحہ بن مطرف و طاؤس و شعبی وغیر ہم) اور امام ابن حزم اندلسی کی رائے پر مبنی نظر آتی ہے- ان حضرات نے قرآن کریم کی بعض نصوص سے اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ غیر وارث اقربا کے حق میں وصیت کرنا فرض ہے اور اگر میت نے اس فرض کو انجام نہ دیا ہو تو دوسروں کو یہ حق حاصل ہے کہ اس فرض کو میت کی طرف سے پورا کریں -۸۳ جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان کیا گیا -

عمل اجتہادی :

چنانچہ علامہ ابن حزم نے احادیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ حاکم

---

(۸۳) احکام الترکات والمواریث، ابوزہرہ، مطبوعہ مصر، ص۲۱۷-

"ولکن قانون الوصیة اتی بحکم لم یسبق بمثلہ فی المذاھب الاسلامیة المشھورة وھوان الوصیة تکون واجبة بحکم القانون، و تنفذ بحکم القانون سواء ارادالمورث ام لم یردوتلک الوصیة تکون لفرع من یموت فی حیاة احدابویہ حقیقتا اوحکما"

اس بحث میں ابو زہرہ کی محولہ بالا کتاب کے علاوہ الترکة والمواریث فی الاسلام، مؤلفہ دکتور محمد یوسف موسیٰ، مطبوعہ مصر، ۱۹٦۰ء ص ۳۲۰ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے

(۸۴) المحلیٰ، امام ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج٦، صص ۳۸۲-۸۴

وقت کو یہ فرض انجام دینا جائز ہوگا ، لیکن ساتھ ہی یہ تصریح کی ہے کہ وصیت کے حصہ کی مقدار کسی حالت میں ایک تہائی سے زائد نہ ہوگی۔ چنانچہ قانون مصر کی دفعات بنیادی طور پر اسی مسلک پر مبنی نظر آتی ہیں ، لیکن علامہ ابن حزم نے اقرباء کا معنی بیان کرتے ہوئے یہ تصریح کی ہے کہ اقرباء سے میت کے وہ رشتہ‌دار مراد ہیں جو میت کے ساتھ اس کے باپ کی جانب سے رشتہ میں منسلک ہوتے ہوں یا ماں کی جانب سے یا ماں کے باپ کے واسطے سے میت سے رشتہ رکھتے ہوں ، ان کے ماسوا دوسرے رشتہ دار مراد نہیں ہیں۔[۸۵] ابن حزم کی اس تصریح سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ انہوں نے وصیت کے واجب ہونے کو محض پوتے پوتیوں کے حق میں محدود نہیں کیا ہے۔ اس کے برخلاف مصری دفعات میں پوتے، پوتی کی یہ حدبندی اجتہادی ہے۔ نیز ان دفعات کی تدوین کی جو علت وغایت مذکورہ سطور میں بیان کی گئی ہے وہ بھی محض پوتے اور پوتیوں کے حق میں حد بندی کی مقتضی نہیں ، بلکہ اگر میت کے باپ یا ماں کے باپ کی طرف سے دیگر اقرباء ناگفتہ بہ حالات میں ہوں جن کا نہ کوئی ذریعہ معاش ہو اور نہ کوئی خبر گیر ، اور انتہائی تنگی و عسرت کی حالت میں ہوں تو ان کے حق میں بھی امام ابن حزم کے قول کے مطابق وصیت واجب ہونے کی مقتضی ہوگی۔

قانون مصر کی نوعیت :

مصر کے قانون مذکور کے تحت بحکم قانون جبراً وصیت کا حصہ ترکہ سے علیحدہ کرلیا جائے گا اور جبراً وصیت کا نفاذ ہوگا ، خواہ میت راضی تھی یا نہ تھی ، اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ یہ طریقۂ انتقال ملکیت ایسا ہی ہے جیسا کہ وراثت کا اجراء میت کے ترکہ میں جبری ہوتا ہے اور اس کے وارثوں کو ہر حالت میں ان کا حق دیا جاتا ہے ، خواہ میت راضی ہو یا نہ ہو ، البتہ ان دونوں صورتوں میں اتنا فرق ہے کہ میراث کی صورت میں میت کے وفات پاتے ہی ورثہ ترکہ کے مستحق ہوجاتے ہیں اور ان کا حق میت کے مال میں ثابت ہوجاتا ہے ، خواہ ورثاء اس کے خواہش مند اور طالب ہوں یا نہ ہوں، بخلاف موصی لہم بوصیت واجبہ کے ، جو بغیر مطالبہ وخواہش کے وصیت کے حصہ کے مستحق نہ ہوں گے۔ کیونکہ دفعات مذکورہ میں ایسی کوئی تصریح موجود نہیں جس

(۸۵) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج۶، ص۳۸۳

سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ موصی لہم بوصیت واجبہ میت کے فوت ہوتے ہی بغیر مطالبہ یا قبول وصیت کے حصہ کے حقدار ہوجائیں گے۔ اس طرح ایک اعتبار سے وصیت واجبہ وراثت کے درجہ میں ہے اور دوسرے اعتبار سے وصیت کے درجہ میں ہے۔

شیخ ابو زہرہ کی رائے :

شیخ ابوزہرہ نے اس مسئلہ پر اپنی تفصیلی بحث کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ قانون اللہ سبحانہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حصوں پر اضافہ ہے۔ اور اس شئی کا لازم کرنا ہے جس کو نہ کتاب اللہ کی نصوص نے لازم کیا ہے، اور نہ کسی امام سے ایسا منقول ہے کہ کتاب اللہ کی نصوص نے جس چیز کو لازم نہ کیا ہو، اور سنت نبویہ شریفہ سے منقول نہ ہو اس کو لازم کردیا جائے اور نہ مشہور فقہاء و صحابہ اور جمہور فقہاء میں سے کسی سے ایسا منقول ہے۔[۸۶]

وصیت اور جانشینی کا فرق :

بمقدمہ غلام سرور ودیگران بنام امتیاز ناظر و دیگران ، پاکستان سپریم کورٹ کے ججوں کی اکثریت نے جانشینی (succession) اور وصیت کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " پنجاب مسلم پرسنل لا (شریعت) اطلاق ایکٹ ، ۱۹۴۸ء دفعہ - میں جیسی کہ وہ پنجاب مسلم پرسنل لا (شریعت) اطلاق ترمیمی ایکٹ ، ۱۹۵۱ء سے قبل تھی ، لفظ جانشینی (succession) ان وصایا کو شامل نہیں ہے جو مذکورہ ترمیمی ایکٹ کے نفاذ سے قبل ایسے اشخاص نے جو قانون رواج (customary law) کے پابند تھے ، کی ہوں۔ فاضل ججوں نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ یہ بات واضح ہے کہ وصیت ایک اجنبی شخص کے حق میں ہوسکتی ہے اور اس حد تک اس کا کوئی تعلق جانشینی یا عدم مساوات (inequalities) سے نہیں ہوتا۔ قرآن استناعی حکم دیتا ہے کہ وصیت ورثاء میں جائداد کی تقسیم سے قبل جاری کی جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی قانون اور قانون رواج دونوں میں وصیتی ہبہ ایک قسم کا انتقال (ملکیت) ہے جو موصی کی وفات کے بعد اثر پذیر ہوگا"۔

جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس نے مذکورہ بالا اکثریتی فیصلے سے اختلاف

---

(۸۶) ماخوذ از احکام الترکات والمواریث، ابوزہرہ، مصر، صص ۲۶-۳۲۳۔ لیکن جیسا کہ سطور ماقبل میں بیان کیا گیا ، امام ابن حزم کی تحریر سے جبری وصیت کی گنجائش نکلتی ہے (مؤلف)

کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں یہ قرار دیا کہ وصیت جانشینی میں شامل ہے کیونکہ جانشینی ، اپنے عام معنی میں بذریعہ قانون یا بذریعہ وصیت متوفی کی جائداد ، قابل انتقال حقوق اور ذمہ داریوں کا انتقال ہے ، جو متوفی کی طرف سے ایک یا ایک سے زائد اشخاص کو پہونچتی ہے۔

جسٹس کیکاؤس کا جانشینی اور وصیت کے بارے میں یہ نظریہ اس امر کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ جانشینی وصیتی (testamentary) اور غیر وصیتی (non-testamentary) دونوں طرح ہوسکتی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام زفر کے نزدیک بھی وصیت وراثت (inheritance) کی قبیل سے ہے ، کیونکہ وصیت بھی ایک طرح کی خلافت (جانشینی) ہے جس طرح کہ وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے چونکہ وصیت اور میراث کا حکم اسلامی فقہ میں موت کے بعد ثابت ہوتا ہے اس لئے وصیت کو "أخت المیراث" بھی کہا گیا ہے ، بہرکیف جمہور ائمہ وفقہاء کے نزدیک وصیت اپنے ثبوت و حکم میں وراثت سے ممیز اور علیحدہ طریقۂ انتقال ملکیت ہے جو اختیاری نوعیت کا حامل ہے۔

نتیجۂ فکر :

یتیم پوتے و پوتیوں کی وراثت کا مسئلہ براہ راست قانون وراثت کے تحت آتا ہے۔ یہاں اس قدر اشارہ کردینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نزدیک قرآن پاک کے تفصیلی احکام وراثت کی موجودگی میں اگرچہ وصیت کے مستحب قرار دئے جانے کا اجماعی نقطۂ نظر اصولی طور پر اقرب الی الصحت نظر آتا ہے۔ لیکن پاکستان کے موجودہ عائلی قانون میں یتیم پوتے پوتیوں کو وارث بنا دینے سے یہ بہتر ہوگا کہ مصری قانون میں ضروری ترمیم کر کے ورثاء کو قانوناً پابند کیا جائے کہ وہ آیت قرآنی "اذا حضرالقسمۃ او لو القربی" اور "ولیخش الذین لو ترکوا" (النساء ۸ ، ۹) پر عمل پیرا ہوں۔ (یتیم پوتے و پوتیوں کی میراث کے مسئلہ پر مکمل بحث کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ ھذا ، جلد پنجم باب "حجب و حرمان")۔

۲۰۷ - (۱) وصیت کے جواز و صحت کے لئے لازم ہوگا کہ وہ مقاصد شرع کے منافی نہ ہو۔ جواز وصیت

(۲) فقرہ (۱) دفعہ ھذا کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے وصیت معلقہ علی الشرط یا متصلہ بالشرط صحیح متصور ہوگی۔

توضیح : (۱) اگر شرط صیح ہو تو اس وقت تک اس کی رعایت لازم ہو گی جب تک کہ اس وصیت میں اس شرط کی وہ مصلحت موجود و قائم رہے ، لیکن اگر شرط غیر صحیح ہو یا مصلحت مقصود زائل ہوگئی تو اس کی رعایت نہ کی جائے گی ۔

(۲) صحیح شرط وہ کہلائے گی جس میں موصی یا موصی لہ یا ان کے ماسویٰ کسی کا فائدہ متصور ہو اور ممنوعات میں سے نہ ہو اور نہ مقاصد شرعیہ کے منافی ہو۔

تشریح

جن امور کی وصیت کی جائے ان کی حسب ذیل تین قسمیں متصور ہوتی ہیں:

(۱) ماموره ، (۲) غیر ممنوعہ ، (۳) ممنوعہ

۱۔ مامورہ :

امور مامورہ سے بالعموم وہ امور مراد ہیں جن کا انسان کو شرعاً بحیثیت فرض یا واجب یا سنت ھدی [۸۷] مکلف کیا گیا ہو اور وہ ان کے انجام دینے سے قاصر رہا ہو ، جیسے حج ، روزوں کا فدیہ ، ادائی زکواۃ و تعمیر مسجد وغیرہ ۔

۲۔ غیر ممنوعہ :

امور غیر ممنوعہ سے ایسے امور مراد ہیں جن کا شرع نے مکلف نہ کیا

(۸۷) ۔ سنت کے لغوی معنی طریقہ کے ہیں خواہ وہ طریقہ اچھا ہو یا برا ۔ شرعی اصطلاح میں سنت اس طریقہ کو کہتے ہیں جو حضورعلیہ السلام کے قول‘فعل یا سکوت کے ذریعہ‘ بطوردین اختیار کیا گیا ہو‘۔ باعتبار لزوم اسکا درجہ فرض اور واجب سے کم ہوتا ہے۔ لفظ سنت کے اس اصطلاحی معنی کی رو سے وہ امور جو حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی عادات وخصائل سے متعلق ہیں‘ اس ’’طریقہ‘ مسلوکۃ فی الدین‘‘ سےخارج ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ سنت ھدی کی جو اصطلاح یہاں استعمال کی گئی ہے وہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی سنت زوائد کے مقابل استعمال کی گئی ہے جوآپ کی ذات کے ساتھ مخصوص تھیں۔ سنت ھدی کی حیثیت تشریعی ہے جبکہ سنت زوائد کی حیثیت غیر تشریعی ہے۔ مثلاً حضور علیہ السلام کا مسلسل بغیر افطار روزے رکھنا‘ لمبا کرتا پہننا ‘ تہبند باندھنا‘ یہ امور سنت زوائد سے متعلق ہیں جنکے بطرز دین اختیار کرنے کے بارے میں تشریعی حکم یاہدایت موجود نہیں ۔ چنانچہ ان کا تارک کسی گناہ و عذاب کا مرتکب نہ ہوگا ‘ البتہ حضورعلیہ السلام کے تشابہ میں اختیار کرنے والا اجر اخروی کا مستحق ہوگا۔ (ماخوذ از نورالایضاح‘ اصح المطالع حاشیہ از مولانا اعزازعلی ص ۳۷ و فائدہ جلیلہ از مولانا عبدالعلی بحرالعلوم ص ۲۱۵)۔

ہو بلکہ مباح کے درجہ میں رکھا ہو یا تبرع و احسان کا درجہ دیا ہو ، یا شرعاً کار خیر متصور ہوتا ہو ، جیسے فقراء و مساکین کی حاجت روائی یا ہسپتال کی ادویات یا مسافر خانے پل و سڑکیں تعمیر کرانے وغیرہ کے لئے وصیت کرنا، یا غیر وارث قرابت داروں کے حق میں وصیت کرنا ۔

۳۔ امور ممنوعہ :

امور ممنوعہ سے وہ امور مراد ہیں جن کو شرع نے حرام یا حرام کے قریب تصور کیا ہو ، یا شرع کی نظر میں تقرب الہی کا ذریعہ نہ ہوتے ہوں جیسے بت خانہ ، کنیسہ ، گرجا وغیرہ کے حق میں وصیت کرنا ، یا ایسے امور جو موصی و موصی لہ یا دیگر کسی شخص کی منفعت کا ذریعہ نہ ہوں۔

چنانچہ ایسے تمام امور جن کی وصیت کی گئی ہو مذکورہ بالا اقسام میں سے کسی نہ کسی قسم میں شامل ہوں گے۔ لہذا مندرجہ بالا (۱) و (۲) جیسے امور کی وصیت صحیح ہوگی اور ایسے امور پر وصیت کو معلق کرنا یا ان کی شرط لگانا بھی صحیح ہوگا اور امور مندرجہ (۳) کی وصیت کرنا یا ان کی شرط پر وصیت کو معلق کرنا یا ان کی شرط لگانا صحیح نہ ہوگا اور وصیت باطل ہوگی۔

ماموراث کی وصیت :

اس امر میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ فرائض یا واجبات وغیرہ کی وصیت صحیح اور واجب النفاذ ہوتی ہے ، اور اگر ایسے امور مختلف درجات رکھتے ہوں تو اپنے درجات تقدم کے لحاظ سے ایک کو دوسرے پر مقدم رکھا جائے گا۔ عقل بھی اس کی متقاضی ہے۔

جن امور کی وصیت صحیح نہیں :

جو امور قربت الہی کا ذریعہ نہیں ہوا کرتے ، جیسے گرجا کے لئے وصیت کرنا یا مخالفانہ جنگ کرنے والوں کے لئے اسلحہ مہیا کرنے کی وصیت کرنا ، اس قسم کی وصیت باطل ہوگی ، کیونکہ وصیت سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ انسان سے جو امور خیر انجام دینے سے رہ گئے ہوں وہ ان کا تدارک کرلے اور اپنی نیکیوں میں اضافہ کر سکے - اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " ان اللہ اعطاکم ثلث اموالکم فی آخر آجالکم زیادۃ فی حسناتکم " اور

مذکورہ بالا امور حسنات میں شامل نہیں ۔ اس لئے ان کی وصیت بھی جائز نہیں اگر ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کا مال فلاں شخص کے ھاتھ بغیر کسی رعایت کے فروخت کردیا جائے ، تو احناف کے ایک قول کے بموجب صحیح ہوگی، اور دوسرے قول کے مطابق صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس میں موصی لہ کو کوئی فائدہ نہیں پہونچتا اور اس کے ساتھ کسی قسم کا سلوک کرنا متصور نہیں ہوتا ، تاکہ اس کو قربت تصور کیا جاسکے ۔ راقم‌الحروف کے نزدیک پہلا قول راجح ہونا چاہیے کیونکہ بعض مال اپنی حیثیت میں (نہ کہ مالیت میں) اہمیت رکھتے ہیں۔

غیر مسلم شہری کے لئے وصیت کرنا صحیح ہوگا ، کیونکہ غیر مسلم شہری قربت کا محل متصور ہوتا ہے اس لئے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے یہودی بھائی کے لئے اپنے مال کی ایک تہائی ی وصیت فرمائی تھی جس کی مقدار تیس ہزار درہم تھی۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ غیر مسلم کو صدقہ دینا جائز ہوتا ہے ، البتہ حربی (دارالکفر کے رہنے والے) غیر مسلم کے متعلق اختلاف ہے ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے حق‌میں وصیت صحیح نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے ۔کہ وصیت سے موصی لہ کو فائدہ پہونچانا مقصود ہوتا ہے ، اور حربی غیر مسلم کے حق میں یہ حکم ہے کہ اس سے جنگ کی جائے اور اس کا مال ہمارے لئے غنیمت ہو ، لہذا اس کے حق میں وصیت کرنا مطلوب شرع نہ ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت صحیح ہوگی اور یہی قول مذہب شافعی میں معتبر ہے ، کیونکہ وصیت دوسرے شخص کو مال کا مالک بنانا ہے جیسا کہ بیع میں ہوا کرتا ہے اور حربی مالک ہوسکتا ہے ۔ [۸۸] راقم‌الحروف کے نزدیک ایسے حربی کے حق میں وصیت درست نہیں جس کے ملک سے موصی کا ملک برسرپیکار ہو یا دونوں ممالک میں حالت جنگ پائی جائے ۔

گرجا یا کنیسہ کے لئے یا ان کی تعمیر کے لئے ، یا بت خانہ اور دیگر غیر مسلم مشرکانہ عبادت گاھوں کی مرمت یا زیب و زینت کے لئے ، مسلمان کا وصیت کرنا جائز نہیں ۔ تورات ، زبور یا انجیل کی طباعت و کتابت کے حق میں بھی جائز نہیں ،کیونکہ شرع نے ان کو منسوخ قرار دیا ہے ۔ لہذا ان کی

(۸۸) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۸

اشاعت میں مشغول ہونا جائز نہ ہوگا ۔ البتہ اگر ایسا مسافر خانہ تعمیر کرنے کی وصیت کی ، جس میں اہل ذمہ یا حربی آنے جانے والے قیام کریں تو یہ وصیت صحیح ہوگی ۔ اگر کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کے مال کی ایک تہائی سے آگ جلائی جائے ، اس وصیت کا نفاذ کعبہ یا مساجد میں روشنی کے انتظام سے کیا جائے گا ۔ اور اگر مٹی میں صرف کرنے کی وصیت کی تو اس کا نفاذ اموات کی تجہیز و تکفین کے ذریعہ اختیار کیا جائے گا ۔ کسی کے لئے علم دین کی کتب کی وصیت صحیح ہوگی ۔ اسی طرح ایسی کتابیں جو بدعت کی اشاعت کا ذریعہ ہوں یا جادو کی تعلیم پر مشتمل ہوں ، شرعاً کتب علم میں شامل نہ ہوں گی ۔ تلاوت کے لئے قرآن کریم کے نسخے کی وصیت جائز ہے ۔ [۸۹]

کسی مسلم موصی کے لئے معصیت کے امر کی وصیت جائز نہیں خواہ موصی لہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے " ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان "، [۸۹ الف] اور فرمایا ہے " ان احکم بینھم بما انزل اللہ "، [۸۹ ب] لہذا جو شخص غیر مسلم افراد کو معصیت کی اجازت دے گا گویا وہ حکم الٰہی کے خلاف حکم دینے والا ہوگا چنانچہ اس کا یہ تصرف حلال نہ ہوگا ، کیونکہ یہ معصیت کی اعانت ہوگی ۔ [۹۰]

شام کا قانون :

ملک شام کے قانون میں وصیت کے جواز و صحت کے سلسلہ میں حسب ذیل دفعات ملتی ہیں :

دفعہ ۲۰۹ ۔ وصیت کی صحت کے لئے یہ شرط ہوگی کہ غیر مشروع امر کی وصیت نہ ہو ۔

دفعہ ۲۱۰ ۔ (الف) وصیت کی آئندہ زمانے کی طرف نسبت کردینا یا اسکو کسی شرط کے ساتھ معلق یا مقید کردینا جائز ہوگا ، جب کہ شرط صحیح ہو ۔

(۸۹) الاقناع ، شرف الدین المقدسی ، مطبوعہ مصر ، ج۳ ، ص ۶۳-۶۲
(۸۹) الف ۔ اور نہ تعاون کرو گناہ اور ظلم پر
(۸۹) ب ۔ یہ کہ تم حکم کرو ان کے درمیان اس حکم کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے ۔
(۹۰) المحلی ، ابن حزم ، مطبوعہ مصر ، ج۶ ، ص ۳۹۹

(ب) وہ شرط صحیح متصور ہوگی جس میں موصی یا موصی لہ ، یا ان دونوں کے ماسوا کسی تیسرے کا اس شرط سے فائدہ متصور ہو اور شرعی نقطۂ نظر سے ممنوع اور مقاصد شرع کے منافی نہ ہو۔

(ج) شرط کا اس وقت تک اعتبار کیا جاتا رہے گا جب تک شرط سے مصلحت مقصودہ اس کی متقاضی رہے گی ۔

(د) جب کسی غیر صحیح شرط سے وصیت کو مقید یا معلق کیا گیا ہو تو شرط باطل اور وصیت صحیح ہوگی۔ [۹۱]

رجوع و انفساخ وصیت

۲۰۸ - (۱) موصی کے لئے وصیت سے رجوع کرنا جائز ہوگا ، خواہ یہ رجوع صریحاً ہو یا دلالتاً یا ایسے فعل سے ہو جو موصی بہ کے نام ، بنیادی صفت یا منفعت کو زائل کرنے والا ہو یا اس میں ایسی زیادتی پیدا کرنے والا ہو جس کے بغیر موصی بہ کو سپرد نہ کیا جاسکے یا ایسا تصرف ہو جس سے موصی کی ملکیت زائل ہو گئی ہو خواہ یہ تصرف انتقالی ہو یا تغیراتی ہو، یا ایسا اختلاطی ہو کہ موصی بہ ممیز نہ ہوسکے ۔

(۲) وصیت تحریری یا زبانی اظہار سے یا کسی ایسے فعل سے جس سے اس کے فسخ کرنے کی نیت ظاہر ہوتی ہو ، فسخ ہو سکتی ہے ۔

توضیح : باغراض دفعہ ھذا کسی شئے کا تلف ہونا اس وقت کہا جائے گا جب کہ اس کی ماہیت اس قدر کامل طور پر تبدیل ہوجائے کہ بطریق معمول اس کے بیان کے لئے کوئی اور لفظ استعمال کرنا پڑے ۔

(۳) مگر لازم ہوگا کہ محض اس امر سے انفساخ وصیت کی نیت قیاس نہیں کی جاسکتی کہ اس وصیت کے فقرہ مابعد یا علیحدہ وصیت کی رو سے اس موصی بہ کی کسی اور کے حق میں وصیت کی گئی ہے ۔ ایسی صورت میں دونوں وصیتیں ایک ہی سمجھی جائیں گی اور پہلا اور دوسرا موصی لہ اس موصی بہ کے مشترکا حقدار ہوں گے ، الا یہ کہ وصیت نامہ کے حالات و

---

(۹۱) قانون الاحوال الشخصیہ، شام، ۱۹۵۳ء

قرائن سے موصی کی نیت کا اس کے خلاف ہونا ظاہر ہوتا ہو یا دونوں وصیتوں میں ایسی منافات پائی جاتی ہو کہ باہم دونوں کا ایک معنی میں جمع ہونا محال ہو۔

تشریح

دفعات سابقہ سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ موصی لہ کے قبول کرنے اور موصی بہ پر اس کی ملکیت ثابت ہونے کا وقت موصی کی موت کے بعد ہوتا ہے اور اس بنیاد پر یہ حکم بھی مرتب ہوتا ہے کہ موصی کو اپنی زندگی میں اپنی کی ہوئی وصیت سے رجوع کرنے کا حق حاصل رہتا ہے، خواہ اس کی زندگی میں موصی لہ نے قبول ہی کیوں نہ کرلیا ہو، کیونکہ موصی لہ کی تملیک موصی کی وفات کے بعد ہوگی نہ کہ اس کی حیات میں، اس لئے جب تک موصی زندہ ہے وہ اپنی وصیت میں رجوع یا ردوبدل کرنے کا مختار و مجاز ہے۔

حنفی مسلک :

چونکہ وصیت موصی پر واجب نہیں ہے بلکہ عقد تبرع وغیر لازم کے درجے میں ہے اس لئے موصی کو اپنی حیات میں اس سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ رجوع کرنا تین قسم پر منقسم ہے:-

(۱) صراحتاً (۲) دلالتاً (۳) ضرورۃً

صراحۃً : صراحتاً یہ ہے کہ موصی صریح عبارت کے ساتھ یہ کہہ کر رجوع کرے کہ میں نے اپنی وصیت سے رجوع کرلیا۔

دلالۃً : دلالتاً رجوع کی دو صورتیں ہیں ایک فعلاً اور دوسری قولاً۔

فعلاً : یہ کہ موصی کوئی ایسا فعل کرے جس سے رجوع کرنا ثابت ہوتا ہو، مثلاً یہ کہ کپڑے کی وصیت کی ہو پھر اس کپڑے کو قطع کرکے قمیص یا قباء

تیار کرلے۔ روئی کی وصیت کی ہو تو اس کا سوت بنوا کر کپڑا بنوالے ، علی ہذاالقیاس بیع کردے، ہبہ کردے صدقہ کردے۔ ۹۱

قولاً : یہ کہ پہلے ایک شخص کے حق میں اپنے ایک تہائی مال کی وصیت کردے۔ بعدہ اسی تہائی مال کی وصیت کسی دوسرے کے لئے یہ کہکر کرے کہ فلاں کے لئے جس تہائی کی میں نے وصیت کی تھی وہ دوسرے فلاں کو دیا جائے ، تو اب یہ اول وصیت سے رجوع ہوجائے گا۔ ۹۲

فقہاء احناف نے یکے بعد دیگرے ایک شئے کے متعلق دو وصیتیں کرنے کے سلسلہ میں ایک اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ " جب یکے بعد دیگرے ایسی دو وصیتیں کی جائیں جو باہم ایک دوسرے کے منافی ہوں تو دوسری وصیت پہلی وصیت کے باطل ہونے کا سبب ہو جائیگی ، گویا یہ اول سے رجوع کرلینا متصور ہوگا ، لیکن اگر دونوں وصیتوں میں منافات نہیں ہے تو دونوں نافذ ہونگی ، دوسری وصیت اول سے رجوع کا سبب نہ ہوگی۔ مثلاً کسی شخص نے پہلے ایک شخص کے حق میں اپنے کسی مکان کی وصیت کی پھر اسی مکان کی وصیت کسی دوسرے شخص کے حق میں کی ، یہ دوسری وصیت اول سے رجوع کرلینا متصور نہ ہوگا بلکہ دونوں وصیتیں نافذ کی جائینگی کیونکہ دونوں کے درمیان منافات موجود نہیں ، دونوں میں تملیک مقصود ہے۔ چنانچہ یہ موصی بہ مکان نصف پہلے موصی لہ کا حق ہوگا اور نصف دوسرے موصی لہ کو ملے گا۔

لیکن اگر پہلے مکان وقف کر دینے کی وصیت کی پھر اسی مکان کے بیع کر دینے کی وصیت کی یا اس کے برعکس عمل کیا تو اب پہلی وصیت دوسری وصیت کے ذریعہ منسوخ قرار دی جائیگی کیونکہ ان وصیتوں میں باہم منافات ہے ، لہذا دوسری وصیت کا اقدام پہلی وصیت سے رجوع کی دلیل ہوگی۔

اس سلسلہ میں دوسرا اصول یہ ہے کہ جب کسی شئے مثلاً مکان کی اولاً ایک شخص کے لئے وصیت کی پھر اسی چیز کی دوسرے کے حق میں کی ، ایسی صورت میں یا تو دوسری وصیت کرتے وقت پہلی وصیت کا ذکر کیا گیا ہوگا یا

(۹۲)　المبسوط، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر، ج۲۷، ص ۱۶۱

(۹۳)　البدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج۷، ص ۳۷۹-۳۷۸

نہ کیا گیا ہوگا، اگر اول کا ذکر کیا گیا ہے تو دوسری وصیت اول سے رجوع کرلینا متصور ہوگا اور اگر اول وصیت کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے تو یہ دونوں موصی لہم کے اشتراک پر محمول ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی ایک ہی شئے کی یکے بعد دیگرے دو شخصوں کے حق میں وصیت کرنے کا اصول یہ ہے کہ دونوں کو اس شئے میں شریک تصور کیا جائے، کیونکہ اس طریقہ سے بقدر امکان دونوں وصیتوں پر عمل ہو جائیگا اور ایک عاقل کے تصرف کے لئے اصل اصول یہی ہے کہ اسکے تصرف کو بقدر امکان باطل کرنے سے محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ عدم ذکر کی صورت میں اگر ہم دوسری وصیت کو اول سے رجوع قرار دیتے ہیں تو ایک وصیت کا کلیۃً باطل کردینا لازم آتا ہے اور اگر اشتراک کا قول اختیار کرتے ہیں تو ہر وصیت پر عمل ہو جاتا ہے، لہذا حتی الامکان اشتراک ہی پر محمول کیا جائے گا، بخلاف اس صورت کے جبکہ دوسری وصیت کے وقت اول وصیت کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا ہو کہ جس شئے کی میں نے پہلے شخص کے لئے وصیت کی تھی اب میں اسکی وصیت فلاں شخص کے حق میں کرتا ہوں یا کہا کہ وہ شئے اب فلاں کی ہوگی لیکن اگر یہ کہا کہ جس شئے کی میں نے فلاں کے لئے وصیت کی ہے اسکی فلاں کے لئے بھی کرتا ہوں تو یہ صورت اشتراک پر محمول ہوگی۔

وصیت سے انکار :

وصیت سے انکار کر جانا امام ابو یوسف کے نزدیک رجوع ہوگا اور امام محمد کے نزدیک رجوع نہ ہوگا۔ ۹۳

رجوع کی چند صورتیں :

وصیت سے رجوع کے مسئلہ میں شرح الاحکام الشرعیہ، مولفہ زیدالابیانی میں لکھا ہے کہ رجوع یا تو صراحتاً ہوگا یا دلالتاً۔ صریح کی صورت یہ ہے کہ موصی کہدے کہ میں نے فلاں کے حق میں جو وصیت کی تھی اس سے میں نے رجوع کیا یا رجوع کرتا ہوں یا اس وصیت کو باطل کردیا یا جو کوئی وصیت بھی میں نے کی ہو وہ باطل ہے۔ دلالتاً رجوع کی صورت یہ ہے کہ موصی ایسا

(۹۳) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۸۰۔

کوئی فعل کرے جو رجوع پر دلالت کرتا ہو ۔ اس کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں :

۱۔ وصیت کے وقت موصی بہ (شے) جس نام سے پکاری جاتی تھی موصی کے عمل سے موصی بہ سے اس نام کا ازالہ ہوجائے اور اس کی اعلی صفات تبدیل یا زائل ہو جائیں مثلاً موصی نے سونے کی اینٹ کی وصیت کی تھی ۔ اس سونے کا زیور بنالیا یا سوت کی گانٹھوں کی وصیت کی تھی اس کا کپڑا بنوالیا یا کپڑے کی وصیت کی تھی اس کا لباس تیار کرالیا ۔

۲۔ موصی کا عمل ایسا تصرف ہو جس کے سبب کسی دوسرے کی ملکیت ثابت ہوجائے مثلاً موصی بہ کو فروحت یا ھبہ کر دیا ۔ البتہ اگر یہ تصرف ایسا ہو جس سے موصی کی ملکیت زائل نہیں ہوتی تو وصیت باطل شمار نہ ہوگی مثلاً کسی کو عاریہ دے دینا یا کرایہ پر اٹھا دینا ۔

۳۔ موصی بہ کو کسی دوسری شئی سے اس طرح مخلوط کردینا کہ اس کی تمیز میں دشواری لاحق ہو یا وہ تبدیل ہوگئی ہو ۔ مثلاً گندم میں جو کا مخلوط ہوجانا ۔ یہ اختلاط موصی بہ کے ھلاک ہونے کے درجہ میں شمار ہوگا ، اور وصیت باطل سمجھی جائے گی ۔

موصی بہ میں کمی :

لیکن موصی بہ میں کمی وصیت کے نفاذ میں مانع نہ ہوگی مثلاً موصی لہ کے حق میں مکان کی وصیت کی تھی پھر وہ مکان منہدم کردیا تو موصی کا یہ عمل وصیت کے بطلان کا سبب نہ ہوگا ۔ یہ مسئلہ قدیم کتب فقہ میں اسی طرح مذکور ہے ۔ دراصل فقہاء نے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں لفظ ” الدار “ استعمال کیا ہے ۔ عرف عرب میں دار اس بڑے احاطہ کو کہتے تھے جس کے اطراف میں متعدد کوٹھریاں تعمیر ہوتی تھیں اور درمیان میں ایک وسیع صحن (میدان) چھوڑا جاتا تھا ۔ ایسے احاطہ میں فقہاء نے آراضی کو اصل قرار دیا ہے اور ان کوٹھریوں کی تعمیرات کو تابع اور ” الدار “ کا وصف قرار دیا ہے ۔ اس بناء پر انکی توڑ پھوڑ کا تصرف تابع اور صفات میں تصرف شمار ہوگا نہ کہ ذات میں ۔ لیکن ھمارے عہد میں مکان کا لفظ زمین پر تعمیر شدہ عمارت پر بولا

جاتا ہے ۔ آراضی مع عمارت مکان کہلاتی ہے ، محض آراضی کو مکان نہیں کہتے لہذا ہمارے عرف کے اعتبار سے عمارت کا انہدام ذات موصی بہ میں تغیر متصور ہوگا نہ کہ اس کے کسی وصف میں ، لہذا اگر موصی نے موصی لہ کے حق میں مکان کی وصیت کی تھی اور وہ مکان منہدم کرادیا تو یہ موصی بہ کا ازالہ ہوگا اور ایسی صورت میں وصیت باطل قرار دی جانی چاہئے ۔ یہ حکم موصی کے تصرف کی بناء پر ہوگا جس سے اسکی نیت ، ارادہ اور منشاء کا استنباط کیا گیا ہے لیکن اگر مکان امتداد زمانہ یا کسی اور قدرتی سبب سے منہدم ہوگیا ہو تو وہ موصی بہ کا ازالہ اور وصیت کے بطلان کا سبب نہ ہوگا ۔ کیونکہ موصی بہ میں کمی یا نقص کا واقع ہوجانا وصیت کے بطلان کا سبب نہیں ہوا کرتا ۔ اور ایسی صورت میں وہ وصیت اس حد تک نافذ قرار دی جائے گی ۔

مکان کچا تھا پختہ کرادیا یا پختہ تھا مگر اس کی تعمیر میں کوئی تبدیلی کی یا پلاسٹر کرایا تو وصیت باطل نہ ہوگی کیونکہ موصی کا یہ عمل مکان کے صفات اور اسکی تابع اشیاء میں تصرف کرنا متصور ہوگا البتہ اگر کسی خالی قطعہ آراضی کی وصیت کی تھی پھر موصی نے اس پر مکان تعمیر کرادیا تو خالی قطعہ آراضی کی وصیت باطل شمار ہوگی ۔ اگر موصی نے ایک ایسے مکان کی وصیت کی جو بوقت وصیت ایک منزلہ تھا ، بعدہ اس پر ایک یا دو منزلیں اور تعمیر کرائیں ۔ ایسی صورت میں اگر بالائی منزلیں زیرین منزل کی تابع ہیں تو پورا مکان موصی لہ کا ہوگا اور اگر بالائی منزلیں زیرین منزل کی تابع نہیں ہیں تو اس کا حکم علیحدہ ہوگا ، مثلاً زینہ وغیرہ کا علیحدہ یا مکان کے باہر سے ہونا ۔

موصی بہ کا معدوم ہو جانا :

اگر موصی بہ موصی کی زندگی میں معدوم یا ضائع ہوجائے تو وصیت باطل ہوجائے گی ۔ البتہ اگر موصی بہ کا ضیاع (ضائع ہونا) موصی کی وفات کے بعد ورثاء کے فعل یا ترک فعل سے ہوا ہو تو ورثاء پر تاوان عائد ہوگا ۔ خواہ یہ ضیاع موصی لہ کے قبول سے قبل ہو یا بعد میں ، کیونکہ موصی کی وفات کے بعد ورثاء کی حیثیت مال موصی بہ کے سلسلہ میں ایک امین کی ہے ۔ اگر ورثاء نے موصی لہ کے حق میں تعدی کا عمل کیا تو تاوان کے ذمہ دار ہوں گے ۔ لیکن

اگر موصی کی موت کے وقت موصی بہ ورثاء کے پاس موجود ہو اور ورثاء کی جانب سے اس پر کسی قسم کی زیادتی یا تعدی کا عمل نہ کیا گیا ہو تو یہ لوگ ضامن نہ ہوں گے، کیونکہ جب تک ان کی جانب سے کوئی ظلم و زیادتی وجود میں نہ آئے گی ضامن نہ ہوں گے۔ امین بغیر کسی عمل تعدی کے ضامن نہیں ہوا کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ورثاء نے موصی بہ کے ساتھ تعدی کا عمل کیا تو پھر یہ موصی لہ کے حق میں موصی بہ کا تاوان ادا کریں گے، خواہ موصی لہ نے شے موصی بہ کے ہلاک ہونے سے قبل قبول کیا ہو یا اس کے بعد۔ یہی اس صورت میں ہوگا جب کہ قبول کرنے کے بعد موصی لہ نے موصی بہ کا ورثاء سے مطالبہ کردیا ہو اور ان لوگوں نے باوجود قدرت کے اس کے سپرد نہ کیا ہو اور ان کی کسی زیادتی کے عمل کے بغیر موصی بہ ضائع ہو جائے تو موصی لہ کو حق ہوگا کہ وہ موصی بہ کے عوض میں ان سے تاوان وصول کرے۔ اس صورت میں اگرچہ موصی بہ کی ہلاکت ورثاء کے فعل تعدی کے بغیر وجود میں آئی ہے لیکن چونکہ ان لوگوں نے موصی بہ کو سپرد کرنے سے انکار کیا تھا حالانکہ ان کو انکار کا حق نہ تھا اس لئے ان کا یہ فعل ہی زیادتی کے مترادف ہوگا۔ اس لئے ان کو تاوان ادا کرنا ہوگا۔

مالکی مسلک :

رجوع قول اور فعل دونوں ذریعوں سے کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ رجوع کرنے کے بعد خواہ یہ رجوع حالت صحت میں کرے یا بحالت مرض کیا ہو وصیت باطل ہو جائے گی۔ قولاً رجوع کرنا واضح امر ہے، حسب ذیل افعال فعلاً رجوع متصور ہوں گے :

"موصی بہ کو فروخت کردے، سوت کا کپڑا یا چادر تیار کرالے، کھیتی کو کاٹ کر اپنے قبضے میں کرلے، یا ایسے امور جن سے موصی بہ حقیقتاً یا حکماً تبدیل ہوکر دوسری حقیقت قرار پا جائے۔

اگر موصی نے اپنی وصیت کو کسی معین مرض سے موت کے ساتھ مقید کردیا ہو یا کسی خاص مقام کے سفر کی موت سے مقید کردیا ہو۔ اور پھر اس مرض

معین یا سفر معین سے سلامتی حاصل ہوگئی ، تو یہ وصیت بعد صحت و سلامتی باطل ہوجانے کی ، اگرچہ وصیت نامہ تحریر کردیا گیا ہو۔ لیکن اگر مطلقاً وصیت کی ، کسی مرض یا سفر معین کے ساتھ مقید نہ کیا ، اور وصیت نامہ تحریر کر کے موصی لہ کے حوالے کر دیا ، بعدہ مرض سے صحت یاب ہوگیا ، یا سفر سے سالم واپس آ گیا اور وصیت نامہ واپس نہ لیا تو وصیت صحیح ہوگی ۔ ۹۵

جن افعال سے رجوع نہیں ہوتا :

اگر میدانی زمین کی وصیت کرنے کے بعد موصی نے اس زمین میں مکان تعمیر کرلیا تو وصیت باطل نہ ہوگی (یہ رجوع متصور نہ ہوگا) بلکہ موصی ، موصی لہ کے ہمراہ شریک متصور ہوگا ، (عمارت موصی کی اور آراضی موصی لہ کی رہے گی) جیسا کہ ایک شخص کسی مکان یا زمین کی زید کی اولاد کے لئے وصیت کرے، اس کے بعد عمر کے لئے وصیت کرے تو یہ دونوں مکان اور زمین میں نصف نصف کے شریک متصور ہوں گے ، یہ نہ ہوگا کہ عمرو کے حق میں وصیت زید کی وصیت سے رجوع کرانا متصور ہو ، اسی طرح موصی بہ کو رھن کردینے سے وصیت باطل نہیں ہوتی (رجوع متصور نہیں ہوتا) ۔ اسی طرح اگر اپنے مال کی ایک تہائی کی وصیت کی تھی پھر اس مال سے کچھ حصہ فروخت کر کے اس کے مقابلے میں دیگر اشیاء خریدلیں ، یا کپڑے کی وصیت کی اور پھر اس کپڑے کو فروخت کر کے دوسرا کپڑا اس کی جگہ خرید لیا تو یہ رجوع متصور نہ ہوگا ، اسی طرح مکان پر پلاستر کرنے یا رنگ و روغن کرنے کا فعل رجوع نہ ہوگا ۔ ۹۶

شافعی مذہب :

موصی کے لئے اپنی حیات میں ہر وقت وصیت سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے ، البتہ اگر وصیت میں اپنی ذات پر دین وغیرہ کا اقرار کیا ہو تو ایسی وصیت سے رجوع نہ کرسکے گا ، باقی تمام قسم کے تبرعات سے رجوع کرنا یا ان میں تبدل و تغیر کرنا جائز ہوگا ۔۹۷

قول اور فعل (تصرف) ہر دو عمل سے رجوع جائز ہوگا ۔ چنانچہ وصیت

(۹۵) جواھر الاکلیل، شرح مختصر الخلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۸-۳۱۹
(۹۶) جواھر الاکلیل، شرح مختصر الخلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۹
(۹۷) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۱۸ (ماخوذ).

کے بعد اگر کہا کہ یہ میرے وارث کے لئے ہے، تو یہ رجوع کرلینا متصور ہوگا۔ اگر ایک معین شئی کی ایک شخص کی اولاد کے حق میں وصیت کی اور پھر دوسرے کے حق میں کی تو صحیح مذہب میں اسکا یہ فعل اول شخص کی اولاد سے رجوع کرلینا متصور ہوگا ۔ اگر وصیت کے بعد یہ کہا کہ یہ موصی بہ میرا ترکہ ہوگا ، تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ رجوع سمجھا جائے گا دوم یہ کہ رجوع نہ ہوگا ، کیونکہ وصیت بھی ترکہ ہی ہوتی ہے۔ موصی بہ کو وصیت کے بعد بیع کردینا ، ہبہ کردینا یا ان کے ہبہ یا بیع کی وصیت کردینا ، رجوع خیال کیا جائے گا۔ ۹۸

معین اناج کی وصیت کی بعدہ اس کو دوسرے اناج سے جس کی وصیت نہ تھی ملا دیا ، یا زمین میں بودیا ، یا آٹے کی روٹی پکالی ، یا روئی کا سوت بنوا کر کپڑا بنالیا یا پارچہ قطع کر کے لباس بنا لیا ۔ ان تمام صورتوں میں رجوع متصور ہوگا ۔ ۹۹

حنبلی نقطۂ نظر :

وصیت سے قولاً اور فعلاً ہر دو طریق سے رجوع کرنا جائز ہے۔ ۱۰۰ یہ کہے کہ میں نےوصیت سے رجوع کرلیا ، یا وصیت کو باطل کیا یا میں نے کو تبدیل کردیا ، یا موصی بہ میرے وارثوں کا ہوگا یا وہ میری میراث ہوگا ، تمام صورتوں میں وصیت سے رجوع کرنا متصور ہوگا ۔ اسی طرح اگر یہ کہا کہ زید کے لئے جس چیز کی میں نے وصیت کی تھی وہ عمر کے لئے ہوگی تو اب زید اس چیز کا حقدار نہ ہوگا ، بلکہ موصی بہ عمر کا حق ہوگا۔ لیکن اگر اولاً ایک معین شخص کے حق میں اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیت کی یا اپنے پورے مال کی اولاً ایک شخص کے لئے اور پھر پورے مال کی دوسرے شخص کے لئے وصیت کی تو اس صورت میں دونوں شخص اس حصہ یا مال میں شریک سمجھے جائیں گے ۔ اگر ان دو یا تین میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا ، یا کسی ایک نے رد کردیا تو اب پورا حصہ یا مال باقی ماندہ شخص یا اشخاص (موصی لہم) کا ہوگا ۔

---

(۹۸) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۱۸ (ماخوذ)

(۹۹) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۱۸ (ماخوذ)

المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۶۹-۴۶۸

فعلاً رجوع کرنا یہ ہے کہ مثلاً موصی، موصی بہ کو وصیت کے بعد فروخت کر دے، ہبہ کر دے، صدقہ کر دے، رھن رکھ دے، یا کھانے پینے میں خود استعمال کر لے یا کسی دوسرے کو کھلا دے پلا دے، یا موصی بہ کو بیع کے لیے پیش کر دیا ہو، یا مشتری سے کہا ہو کہ میں نے تمہارے ہاتھ فروخت کر دیا لیکن مشتری (خریدار) نے ابھی قبول نہ کیا ہو، یا موصی بہ کی بیع یا صدقہ یا ہبہ کی وصیت کر دے یا عورت کا مہر قرار دے، یا خلع کا عوض مقرر کر دے، کرایہ کی اجرت میں دے دے، یا ایسا کوئی تصرف کر لیا جس کے بعد موصی بہ اپنی اصل شکل و حالت اور اغراض سے متبدل ہو گیا، تو ان تمام صورتوں میں وصیت سے رجوع متصور ہوگا۔ لیکن اگر ایسے تصرفات کئے، جن کے بعد موصی بہ کے اغراض تبدیل نہ ہوئے اور نہ وہ تصرفات لازمی ہوئے [illegible] معطل ہوا یا ایک وقت معین پر ازخود زائل ہونے والے ہوئے تو ایسی صورت میں رجوع متصور نہ ہوگا، چنانچہ کرائے پر دے دینا، زمین میں کھیتی کرنا یا [illegible] تو ایسی شی سے مخلوط کردینا جس سے علیحدگی ممکن ہو وصیت سے رجوع متصور نہ ہوگا۔

ظاہریہ مسلک :

ظاہریہ کے نزدیک موصی کے لیے ہر قسم کی وصیت سے، ماسوا غلام کی آزادی کے جس وقت کہ وصیت کے وقت اس کی ملکیت میں موجود تھا، رجوع کر لینا جائز ہے۔[۱۰۱]

مصری قانون :

مصر میں وصیت سے رجوع کرنے کے سلسلہ میں حسب ذیل قانون رائج ہے:

(۱) موصی کے لیے کل یا بعض وصیت سے صراحتاً یا دلالتاً رجوع کر لینا [illegible] دلالتاً رجوع کرلینا ہر ایسے فعل یا تصرف سے جو کسی قرینے [illegible] رجوع [illegible] ہو، معتبر ہوگا۔

(۲) [illegible] تصرف میں رجوع متصور ہوگا جو موصی بہ [illegible] ختم ہوجانے ہو۔

[illegible] مصر ج [illegible]
[illegible] ج ۱ ص ۳۴۹
[illegible] مصر ج [illegible] ص ۱۱۲

دفعہ ۱۹ - وصیت سے انکار کرجانا یا موصی بہ کی ذات سے کسی تعمیر کو منہدم کردینا یا ایسا فعل کرنا جو موصی بہ کے نام کی تبدیلی کا ذریعہ ہو یا اس کی کسی صفت مقصودہ کے ازالہ کا ذریعہ ہو، رجوع کے لئے معتبر نہ ہوگا اور نہ ایسا فعل رجوع سمجھا جائے گا جس کے سبب موصی بہ میں ایسی زیادتی پیدا ہو جائے کہ اس زیادتی کے بغیر موصی بہ، موصی لہ کے سپرد نہ کیا جاسکے، الا یہ کہ کسی قرینہ یا عرف کے سبب ایسی دلیل موجود ہو جو اس فعل کے رجوع کرلینے پر دلالت کرتی ہو۔[۱۰۲]

عدالتی نقطۂ نظر:

بمقدمہ سردار بی‌بی بنام عبداللطیف عدالت عالیہ لاہور نے قرار دیا کہ ایک جائداد جس کی موصی نے اپنی بیٹی کے حق میں وصیت کی تھی، بعد کو اس نے وہ جائداد اس کے حق میں ہبہ کردی (ایسی صورت میں یہ کہا جائے گا کہ) وصیت سے دلالتاً رجوع کرلیا گیا اور وہ (وصیت) باقی نہ رہی۔[۱۰۳]

ابطال وصیت

۲۰۹ - بحالات ذیل وصیت باطل ہوگی:

(۱) موصی کے دائمی طور پر پاگل ہو جانے سے،

(۲) موصی سے قبل موصی لہ کے فوت ہو جانے سے،

(۳) موصی یا موصی لہ کے مرتد ہوجانے سے،

(۴) موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے موصی بہ کے ضائع یا ہلاک ہو جانے سے،

(۵) موصی کی وفات کے بعد موصی لہ کے وصیت کو رد کرنے سے،

(۶) موصی کو موصی لہ کے عمداً قتل کرنے سے،

(۷) موصی بہ پر کسی دوسرے شخص کا حق ثابت ہوجانے سے، اور

(۸) کسی دیگر امر شرعی کی بنا پر جو بطلان وصیت کا موجب ہو۔

---

(۱۰۲) قانون الاحوال الشخصیہ، مصر، دوسری فصل، (وصیت سے رجوع کرنا)۔

(۱۰۳) پی‌ایل‌ڈی، ۱۹۵۲ء، لاہور، ص ۲۹۳

تشریح

وصیت باطل کرنے کے تین طریقے ہیں - (۱) عبارت صریح سے باطل کردینا ، یا (۲) کسی فعلی شکل سے باطل کردینا یا (۳) بضرورت باطل ہوجانا۔ اول کی مثال یہ کہ میں نے وصیت کو باطل کیا " یا فسخ کردیا ، یا توڑ دیا اور رجوع کرنے کا لفظ بھی درحقیقت وصیت کو باطل کرنا ہی ہوتا ہے۔ دلالۃً وضرورۃً کی مثالیں وہی ہیں جن کو رجوع کے سلسلے میں بیان کیا جاچکا ہے ، نیز موصی کے دائمی جنون سے اور موصی لہ کے موصی سے قبل فوت ہو جانے سے موصی بہ (مال وصیت) کے ہلاک ہوجانے سے بھی وصیت باطل ہوجاتی ہے ، بشرطیکہ موصی بہ معین شئی ہو - ۱۰۲

غیر مسلم دارالاسلام کے شہری کی وصیت کی تین صورتیں متصور ہوتی ہیں۔ جس امر کی وصیت کی ہے ، یا تو وہ ہماری اور ان کی نظر میں قربت الٰہی کا ذریعہ ہوگا ، یا ہمارے نزدیک قربت کا ذریعہ ہوگا ، ان کے نزدیک نہ ہوگا ، یا ان کے نزدیک قربت کا ذریعہ ہوگا ، ہمارے نزدیک نہ ہوگا ، اول صورت میں بالاتفاق وصیت جائز ہوگی ، مثلاً فقراء مسلمین یا فقراء اہل ذمہ یا غلام کے آزاد کرنے یا مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے حق میں وصیت کی ہو۔ یہ امور ہمارے اور غیر مسلم دونوں کے نزدیک قربت الٰہی کا ذریعہ ہیں - دوسری صورت جو کہ محض ہمارے نزدیک قربت ہو مثلاً حج کے لئے وصیت ہمارے نزدیک قربت ہے لیکن غیر مسلم کے نزدیک قربت کا ذریعہ نہیں ، یا مسلمانوں کی مسجد کی تعمیر کی وصیت - یہ بالاتفاق جائز نہ ہوگی کیونکہ یہ ان کا درحقیقت ہمارے حق میں استہزا متصور ہوگا اور ہزل و استہزا وصیت کو باطل کردیتے ہیں ، تیسری صورت کہ محض ان کے نزدیک قربت کا ذریعہ ہو مثلاً گرجا وغیرہ کے لئے وصیت کرنا۔ اس صورت میں امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کا اختلاف ہے۔ امام صاحب

(۱۰۲) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۹۲

کے نزدیک وصیت جائز ہوگی ، صاحبین کے نزدیک باطل ہوگی ۔[۱۰۵] راقم الحروف کے نزدیک امام صاحب کا قول زیادہ قرین انصاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مذہبی خیر سگالی سے ہم آہنگ ہے جس کی طرف قرآن کریم میں بھی اشارے ملتے ہیں۔

ارتداد :

ہر قسم کی معصیت کی وصیت باطل ہوگی نیز موصی یا موصی لہ کے مرتد ہو جانے سے بھی وصیت باطل ہو جاتی ہے۔[۱۰۶]

موصی بہ کی حالت کا تغیر :

جبکہ مکان کی وصیت کی گئی ہو لیکن موصی کی موت کے بعد مکان منہدم ہوکر میدان ہوگیا ہو تو آیا وصیت باطل ہوجائے گی ؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے ۔ (تفصیل کے لئے ۱۰۸ ملاحظہ ہو تشریح دفعہ ۲۰۸)

معین موصی بہ اگر موصی کی حیات یا وفات کے بعد یا قبل ضائع ہوجائے تو اس کے حق میں وصیت بھی باطل ہوجائے گی ۔[۱۰۸]

مصر کا قانون :

دفعہ ۱۴ ۔ موصی کے ایسے جنون سے جو اس کی موت تک دائم و قائم رہے ، وصیت باطل ہوجائے گی ۔ اسی طرح جبکہ موصی لہ موصی کی موت سے قبل وفات پاجائے تو وصیت باطل ہوجائے گی ۔

دفعہ ۱۵ ۔ جب کہ موصی بہ معین ہو اور موصی لہ کے قبول کرنے سے قبل ضائع ہو گیا ہو تو وصیت باطل ہوگی ۔

دفعہ ۱۶ ۔ موصی کی کم عقلی یا غفلت کی بنا پر اس کو تصرفات سے روک دیئے جانے کی صورت میں ، وصیت باطل نہ ہوگی ۔[۱۰۹]

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۹۷ ۔ حسب ذیل امور وصیت کو باطل کردیں گے :

---

(۱۰۵) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۴۱
(۱۰۶) جواہرالاکلیل (شرح مختصر الخلیل) صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۸
(۱۰۸) الاقناع، شرف‌الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۰
(۱۰۹) قانون الوصیۃ، مصر ۱۹۴۶ء۔

۱۔ جب کہ موصی موت کے وقت تک دیوانگی میں مبتلا رہا ہو۔

۲۔ جب کہ موصی کی موت سے قبل موصی لہ وفات پا جائے۔

۳۔ جب کہ موصی کی وفات سے قبل معین موصی بہ ضائع ہو چکا ہو۔

۴۔ جب کہ موصی کی وفات کے بعد موصی لہ نے وصیت کو رد کردیا ہو۔

دفعہ ۱۹۸ ۔ موصی لہ کا موصی کو قتل کردینا وصیت اختیاریہ اور وصیت واجبہ سے محروسی کا سبب ہوگا۔

جب کہ قتل عمداً واقع ہوا ہو یا قتل بالتسبب ہو ، خواہ قاتل بذات خود قتل کا ارتکاب کرے یا قتل میں شریک ہوا ہو یا شریک بنانے کا ذریعہ بنا ہو ، یا جھوٹی شہادت سے موصی کی موت کا باعث ہوا ہو۔

جب کہ یہ تمام صورتیں بلا عذر شرعی وجود میں آئی ہوں اور قاتل عاقل بالغ تیرہ سال کی عمر رکھتا ہو۔

دفعہ ۱۹۹ ۔ وصیت کے کلاً یا بعضاً باطل ہوجانے سے مال موصی بہ موصی کا ترکہ (برائے تقسیم مابین ورثاء) شمار کیا جائے گا۔ ۱۱۰

مندرجہ بالا دفعات کے علاوہ تونس کے قانون میں حسب ذیل دفعہ بھی شامل ہے جو اگرچہ صراحتاً بطلان وصیت سے متعلق نہیں ہے لیکن باعتبار نتیجہ اپنے اندر بطلان کا اثر رکھتی ہے۔

دفعہ ۱۸۵ ۔ جب کہ معین موصی بہ ضائع ہوجائے یا اس پر کسی غیر کا حق ثابت ہوجائے تو موصی لہ اس موصی بہ کا مستحق نہ رہے گا ، لیکن اگر موصی بہ کا کچھ حصہ ضائع ہوا یا کسی حق میں مرہون یا زیر کفالت ثابت ہوا تو بقیہ حصہ موصی لہ کا حق ہوگا۔ ۱۱۱

شام کا قانون :

دفعہ ۲۲۰ ۔ بحالات ذیل وصیت باطل ہوگی :

(الف) موصی کی موت سے قبل موصی لہ فوت ہوجائے ،

(ب) موصی کو دائمی جنون لاحق ہوجائے جس کا اختتام موت پر ہو ،

---

(۱۱۰) قانون الاحوال الشخصیۃ، تونس، ساتواں باب۔

(۱۱۱) قانون الاحوال الشخصیۃ، تونس، چوتھا باب۔

(ج) موصی کی وفات سے قبل معین موصی بہ ہلاک ہوجائے ،
(د) موصی وصیت سے صراحتاً یا دلالتاً رجوع کرلے ،
(ہ) جب کہ موصی لہ ، موصی کی موت کے بعد وصیت کو رد کر دے، بہ پابندی دفعات فصل آئندہ ۔

دفعہ ۲۲۱۔ ہر ایسا فعل یا تصرف جو قرائن یا عرف کی بنیاد پر رجوع پر دلالت کرتا ہو وصیت سے رجوع سمجھا جائے گا ، جب کہ موصی نے رجوع کی صراحت نہ کی ہو ۔

دفعہ ۲۲۲ ۔ نفاذ سے انکار کردینا یا ایسا فعل جو موصی بہ میں کسی ایسی زیادتی کا سبب ہوا ہو کہ بغیر اس زیادتی کے موصی بہ کو موصی لہ کے سپرد کرنا ممکن نہ رہا ہو ، وصیت سے رجوع متصور نہ ہوگا ۔

دفعہ ۲۲۳ ۔ حسب ذیل امور وصیت اختیاریہ اور واجبہ سے مانع متصور ہوں گے :

(الف) جب کہ موصی لہ موصی کو عمداً قتل کر دے خواہ قتل بذات خود کیا ہو یا بطور شرکت ہو ، بشرطیکہ ظلماً ، بغیر حق و عذر واقع ہوا ہو ، اور قاتل پندرہ سال کی عمر کا عاقل وبالغ ہو ۔
(ب) جب کہ موصی لہ ، موصی کے قتل کا قصداً سبب ہوا ہو ، حتی کہ ایسی جھوٹی شہادت جو کہ موصی کے قتل پر منتہی ہوئی ہو اس سبب میں شامل ہوگی ۔

دفعہ ۲۲۴ ۔ جب کہ کل موصی بہ یا اسکے کچھ حصہ (معین) میں وصیت باطل قرار پائی ہو یا رد کردی گئی ہو تو (کچھ حصہ کی صورت میں) وہی حصہ باطل متصور ہوگا اور وہ مال موصی بہ موصی کے ترکے میں شامل ہوجائے گا ۔

دفعہ ۲۲۵ ۔ (۱) جب کہ وصیت ترکے کی کسی متعین شئی کی ہو یا ترکے کے اقسام میں سے کسی قسم خاص کی ہو اور یہ موصی بہ ضائع ہوجائے یا اس پر کسی کا حق ظاہر و ثابت ہوجائے، تو موصی لہ ، کسی شئی کا مستحق نہ ہوگا۔

(۲) لیکن جب کہ اس موصی بہ کا بعض حصہ ہلاک ہوا ہو یا کسی کے حق میں لے لیا گیا ہو تو موصی لہ باقی ترکے کی ایک تہائی کی حد تک

ایسا حق وصول کرے گا ، جس میں ھلاک شدہ محسوب نہ ہوگا ۔

دفعہ ۲۴۴ - (۱) جب کہ ترکے کے کسی معین قسم کے کسی غیر منقسم حصہ کی وصیت ہو اور وہ ضائع ہوجائے یا اس پر استحقاق ثابت ہوجائے تو وصیت [illegible] ہوگا ۔

(۲) [illegible] حصہ ضائع ہوا ہو تو موصی لہ بقیہ ترکہ سے ایک تہائی کی حد تک [illegible] حق وصول کرسکے گا ۔

دفعہ [illegible] جب کہ موصی کے اموال میں سے کسی معین مال کے [illegible] منقسم حصہ کی وصیت ہو اور یہ حصہ ضائع یا استحقاق (ثبوت حق غیر) [illegible] ہوجائے [illegible] کسی شئی کا مستحق نہ ہوگا ۔

(۲) [illegible] حصہ ھلاک [illegible] استحقاق [illegible] سے ضائع ہوا [illegible] موجود [illegible] متصور ہوگا اور وصیت [illegible]

عراق کا قانون :

عراق کے قانون [illegible] وہی احکام [illegible] ہیں ۔ متعلقہ دفعات حسب ذیل ہیں ۔

دفعہ ۷۲ - وصیت حسب ذیل صورتوں میں باطل ہوجائے گی :-

(۱) موصی کے موصی بہ سے رجوع کرلینے سے ، مگر رجوع کا اعتبار اسی مساوی دلیل کے ذریعہ ہوگا جس دلیل کے ذریعہ وصیت ثابت کی جائے۔

(۲) موت کےوقت موصی کی اھلیت کے فقدان کے سبب ۔

(۳) موصی کے موصی بہ میں ایسا تصرف کرنے سے جس سے موصی بہ کا نام یا اس کی اعلیٰ صفات زائل ہوجائیں ۔

(۴) موصی بہ کے ھلاک (ضائع) ہوجانے سے یا موصی کے خود ہی ھلاک کردینے سے ۔

(۵) موصی کی موت کے بعد موصی لہ کے رد کردینے سے ۔[۱۱۳]

---

(۱۱۲) قانون الاحوال الشخصیۃ، شام، دوسری فصل۔

(۱۱۳) قانون الاحوال الشخصیۃ، عراق۔

انکار وصیت

۲۱۰ - وصیت سے انکار کر دینا وصیت سے رجوع کرنا متصور ہوگا۔

تشریح

جب کوئی شخص اپنے کچھ مال کی وصیت کرنے کے بعد وصیت سے انکار کردے مثلاً یہ کہے کہ میں نے کوئی وصیت نہیں کی - ایسی صورت میں فقہاء کا اسمیں اختلاف ہے یہ کہ انکار رجوع متصور ہوگا یا نہیں؟ امام محمد کے نزدیک یہ انکار رجوع متصور نہ ہوگا جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ وصیت سے رجوع کرلینا متصور ہوگا ـ امام محمد اپنے قول کی دلیل میں فرماتے ہیں کہ رجوع کرنا یہ چاہتا ہے کہ اولا شئی کا وجود ہو ، اور کسی شئی سے انکار کرنا چاہتا ہے کہ شئی وجود ہی میں نہ آئی تھی ، کیونکہ انکار کے معنی اصل عقد کی نفی کرنا ہے ـ لہذا اگر ہم انکار کو رجوع قرار دے دیں تو لازم آتا ہے کہ وصیت کا عقد موجود ہو ، اور نہ بھی ہو اور یہ امر محال ہے ـ اس کے برخلاف امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ انکار کرنا زمانۂ گذشتہ اور زمانۂ حال دونوں میں فعل کی نفی ہے اور یہ رجوع سے زیادہ قوی امر ہے ، کیونکہ رجوع میں محض زمانہ حال کی نفی ہوتی ہے ـ لہذا انکار کو رجوع قرار دینا نفس رجوع سے زیادہ اولیٰ ہوگا ـ عملی نقطۂ نگاہ سے امام ابو یوسف کا قول قابل ترجیح نظر آتا ہے اور اسی کو دفعہ بالا میں اختیار کیا گیا ہے ـ

البتہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ ،

(۱) جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے اپنے مکان کی فلاں کے لئے جو وصیت کی تھی اب اس مکان کی میں فلاں کے لئے وصیت کرتا ہوں تو اس کا یہ عمل رجوع متصور ہوگا ، کیونکہ اس کا یہ کلام واضح طور پر دونوں کی شرکت کے انقطاع پر دلالت کر رہا ہے ـ

(۲) بخلاف اس صورت کے جب کہ اولاً ایک شخص کے حق میں وصیت کرے اور پھر اسی شئی کی (اول وصیت کا ذکر کئے بغیر) دوسرے کے حق میں وصیت کرے ، اس صورت میں اول اور دوسرا دونوں اس موصی بہ میں شریک متصور ہوں گے ، کیونکہ محل وصیت شرکت کا محتمل ہے اور موصی کا کلام بھی اس کی صلاحیت رکھتا ہے ، لیکن اس مسئلہ اشتراک کا محل وہ حالت

ہوگی جب کہ دوسرا موصی لہ بقید حیات ہو اگر دوسرا بقید حیات نہ ہوا اور موصی کو اس امر کا علم بھی ہے کہ وہ بقید حیات نہیں تو دوسری صورت میں وصیت اپنے حال پر قائم رہے گی ، اس لئے کہ اس کو دوسرے کے حق کے قیام کی بنا پر منسوخ قرار دیا جارہا تھا اور چونکہ وہ حق قائم نہ ہوسکا ، لہذا اول وصیت اپنے حال پر قائم رہی -

مندرجہ بالا پہلی صورت میں اگر دوسرا موصی لہ وصیت کے وقت زندہ تھا ، اس کے بعد موصی کی موت سے قبل فوت ہوگیا تو دونوں وصیتیں باطل ہوجائیں گی ، اول اس وجہ سے باطل ہوگی کہ اس سے موصی نے رجوع کرلیا تھا اور دوسری اس لئے کہ موصی لہ بقید حیات نہ رہا - اب موصی بہ موصی کے ورثاء کی ملکیت ہوگا - ۱۱۳

---

(۱۱۳) شرح الاحکام الشرعیة فی الاحوال الشخصیة' زید الابیانی' دفعہ ۵۳۵

ستائیسواں باب

احکامِ موصی

اھلیت موصی

۲۱۱ - به پابندی ان حدود کے جو دفعات آئندہ میں مذکور ہیں ، بالغ و عاقل اور تصرف کا اھل ھر مرد یا عورت اپنی املاک و جائداد وصیت کے ذریعہ منتقل کرنے کا اھل ہے -

(۲) موصی کے لئے لازم ہوگا کہ وہ وصیت کرتے وقت بالغ ، عاقل ، خود مختار اور سلوک و احسان (تبرع) کا اھل ھو -

استثنا :- (۱) ایک قریب البلوغ لڑکا جو سن رشد کو پہونچ گیا ھو اپنی تجہیز و تکفین کی وصیت کرنے کا مجاز ہوگا -

تشریح

وصیت ایک عقد ہے - اس کی صحت کے لئے چند شرائط ھیں - بعض شرائط موصی سے متعلق ھیں اور بعض شرائط موصی له اور موصی به سے -

موصی کے لئے یه شرط ہے که وہ وصیت کرنے کے وقت بالغ ، عاقل ، آزاد ، خود مختار اور اپنے مال میں تصرف کرنے کا اھل ھو - اسی بناء پر کسی دیوانے اور مخبوط الحواس شخص کی وصیت درست نہیں ھوتی - یہی صورت بچہ کی ہے - مضطر اور مجبور شخص بھی اسی ضمن میں آتا ہے کیوں که وہ فعل (وصیت) اس سے بلا اپنے ذاتی قصد و نیت کے سرزد ھوتا ہے - یہی وجہ ہے که ایک ایسا شخص جو کسی جبر و اکراہ کے زیر اثر کسی معاھدہ میں شریک ھو ، جبر و اکراہ کی حالت دور ھو جانے پر اس کے فسخ کرنے کا مجاز ہوگا - بلوغ وصیت کے لئے ایک لازمی شرط ہے ، البتہ ایک ایسا لڑکا جو

سن رشد کو پہونچ گیا ہے اور صاحب تمیز ہے اپنی تجہیز و تکفین امور خیر کے بارے میں وصیت کر سکتا ہے۔ یہ ایک استثنائی صورت ہے جس کی بنیاد مصالح عامہ پر رکھی گئی ہے۔

حنفی فقہ کی مشہور کتاب البدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ موصی کا مال کی وصیت کرنے میں تبرع (احسان و سلوک) کا اہل ہونا ضروری ہے۔ نابالغ یا دیوانے کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ دونوں تبرع کے اہل نہیں۔ چنانچہ احناف کے نزدیک اگر ایک نابالغ اپنی وصیت کی نسبت اپنے بلوغ کے زمانہ کی طرف کرکے یہ کہے کہ جب میں بالغ ہو جاؤں، پھر فوت ہو جاؤں تو میرا اس قدر مال فلاں شخص کو دے دیا جائے، تب بھی یہ وصیت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ موصی وصیت کے وقت شرعاً اہل نہ تھا۔ وصیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بالقصد اور برضا و رغبت کی جائے۔ چنانچہ جبراً، مزاحاً یا خطاءً وصیت صحیح نہ ہو گی[1]۔

زید الابیانی نے شرح الاحکام الشرعیہ میں شرائط موصی کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ امر بالکل واضح ہے کہ جب تک عقد کے متعاقدان (عقد منعقد کرنے والے دو فرد) اور معقود علیہ موجود نہ ہوں کوئی عقد وجود میں نہیں آیا کرتا، اور ان مذکورہ تینوں امور میں سے ہر ایک کے لئے کچھ شرائط کا وجود ضروری ہے تا کہ عقد اپنے تمامتر لوازمات کے ساتھ وجود میں آسکے۔ چنانچہ عقد وصیت کی شرائط کی متعدد اقسام ہیں، ان میں بعض موصی کی اور بعض موصی لہ کی اور بعض موصی بہ کی ہیں۔

موصی کی بنیادی شرط ہے کہ وہ احسان اور سلوک کا اہل ہو اور یہ اس وقت ممکن ہوگا جب کہ وہ عاقل، بالغ، آزاد اور خود مختار ہو۔ کیونکہ غلام کسی شئ کا خود مالک نہیں ہوا کرتا، کجا یہ کہ کسی دوسرے کو مالک بنا سکے۔ اسی طرح دیوانے کی عبارت صحیح نہیں ہوا کرتی کیونکہ عبارت کی صحت تمیز پر موقوف ہے اور دیوانے میں تمیز موجود نہیں ہوتی۔ نیز جتنے ایسے عقود ہیں جو بطور احسان و سلوک کئے جاتے ہیں ان میں بلوغ

---

(۱) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۵۔

شرط ہوتا ہے۔ اس لئے اگر بچہ کو ہم غیر صاحب تمیز کہیں گے تو وہ اس سلسلے میں دیوانے کی مانند ہوگا۔ اور اگر صاحب تمیز تصور کریں گے تو چونکہ وصیت ایسا عقد ہے جس سے ضرر لاحق ہوتا ہے، اور ایسے تصرفات صاحب تمیز بچے کے بھی درست نہیں ہوا کرتے۔ خود مختار ہونے کی شرط اس لئے رکھی گئی ہے کہ مضطر و مجبور شخص جو کچھ کرتا ہے اس کا وہ فعل بغیر قصد و ارادہ کے ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکراہ کی حالت میں جو معاہدات ہوں اکراہ کی حالت دور ہونے کے بعد مکرہ (جس کو مجبور کیا گیا ہو) کو ان کے فسخ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ نیز وہ بچہ جو بلوغ کے قریب ہو (ابھی مکمل بالغ نہ ہوا ہو) اس کی وصیت بھی صحیح نہ ہوگی۔ خواہ ولی کی جانب سے اس کو تصرفات کی اجازت دے دی گئی ہو، خواہ بیت غیر معلقہ (مطلق) ہو یا یہ کہ اس کو اپنے بالغ ہونے پر معلق کردیا گیا ہو۔ مثلاً اس طرح کہا گیا ہو کہ جب میں بالغ ہو جاؤں تو میری وصیت ہے کہ میرا ایک تہائی مال فلاں شخص کو دیا جائے، البتہ اگر صاحب تمیز بچہ اپنی تجہیز و تدفین کے متعلق کوئی وصیت کرے تو جائز ہوگی۔ ۱ الف

مالکیہ :

مالکی فقہ کی رو سے بھی یہ لازمی ہے کہ وصیت کنندہ آزاد ہو۔ صاحب تمیز ہو، موصی بہ مال کا مالک ہو۔ لہذا دیوانے کی، ایسے بچے کی جو صاحب تمیز نہ ہو، مد ہوش کی بحالت مدہوشی یا شرابی کی بحالت نشہ یا ایسے شخص کی جس کی مملوکات مستغرق فی الدین (قرضوں میں مشغول) ہوں وصیت درست نہ ہوگی۔ کم عقل یا جو بچہ صاحب تمیز ہو جس کے کلام میں تناقض نہ پیدا ہوتا ہو اس نے کسی امر خیر کی وصیت کی ہو تو ایسی وصیت صحیح ہوگی۔ کافر کی وصیت بھی صحیح ہوگی مگر ایسی شیٔ کی جو شرعاً مال ہو لہذا شراب اور خنزیر کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ ۱ ب

(۱ الف)۔ شرح الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیۃ، زید الابیانی، مطبوعہ مصر، دفع ۵۳۱۔

(۱ ب) ۔ صح ایصاء حر ممیز مالک و ان سفیہا او صغیرا وھل ان لم یتناقض قولہ او اوصی بقربۃ تاویلان
"(جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۶-۳۱۷
بدایۃ المجتہد، ابن رشد، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۳۔
زرقانی، شرح موطا، محمد بن عبد الباقی بن یوسف، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۷۱-۷۴۰

شافعیہ :

وصیت کرنیوالے کے لئے یہ امر بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ وہ مالی تصرفات کرنے کا قانونی استحقاق رکھتا ہو ۔ چنانچہ جو شخص بیع و ہبہ جیسے تصرفات کا حق رکھتا ہو ، ایسا ہی شخص وصیت کا بھی حق رکھے گا ۔[۲]

لیکن جس شخص میں تمیز کی صفت پیدا نہیں ہوتی ہے اور وہ اس وجہ سے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتا جیسے پاگل ، اس کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ وصیت کی صحت قول (ایجاب) پر مبنی ہے ، اور جس شخص میں تمیز ہی نہ ہو اس کا قول معتبر نہیں ہوا کرتا ، لہذا اگر نابالغ بچے میں تمیز کی صفت (صلاحیت) پیدا ہوگئی ہو یا بالغ ہو لیکن مسرف ہو اس کے متعلق دو قول ہیں ۔ اول یہ کہ وصیت صحیح نہ ہوگی ، کیونکہ یہ عقد مال میں تصرف ہے اور مسرف اور نابالغ کا مالی تصرف صحیح نہیں ہوتا ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت صحیح ہوگی ، کیونکہ ان کو تصرف سے مال ضائع ہو جانے کے خطرے کے پیش نظر روکا گیا ہے ، اور وصیت کے عقد میں مال کے ضائع کرنے کا معنی موجود نہیں ہوتا ، اگر یہ لوگ زندہ رہیں گے تو مال ان کی ملکیت میں رہے گا اور فوت ہوں گے تو سوائے حصول ثواب کے ان کی دوسری کوئی حاجت نہ ہوگی ، اور ان کی یہ حاجت پوری ہو جائے گی ۔[۳]

حنبلیہ :

موصی کے لئے یہ شرط ہے کہ بالغ اور سلیم العقل ہو ، خواہ عادل ہو یا فاسق ، عورت ہو یا مرد ، مسلم ہو یا غیر مسلم ، یا دیوالیہ ہونے کے سبب مالی تصرفات سے روک دیا گیا ہو ، نیز صاحب تمیز و عقل کی وصیت بھی صحیح ہوگی ۔[۴]

---

(۲) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۶ :
"فصل و من ملک التصرف فی مالہ بالبیع والہبۃ ملک الوصیۃ بثلثہ فی وجوہ البر ۔"
کتاب الام امام شافعی، ج ۴، باب الوصیۃ بشئ مسمی لا یملکہ" ص ۹۰

(۳) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۵۷

(۴) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۷:
"ویصح من البالغ الرشید سواء کان عدلاً اوفاسقا رجلاً اوا مرأۃ، مسلما اوکافرا و من المحجور علیہ لافلاس"

اس شخص کی جو نشے میں ہو ، دیوانہ ہو ، مدھوش ہو ، نا سمجھ بچہ ہو ، یا زبان فالج زدہ ہوگئی ہو اور صحت کی امید باقی نہ ہو اس کے اشارے سے ، باوجود اشارے کے سمجھ میں آنے کے ، وصیت صحیح نہ ہوگی ، البتہ گونگے کا اشارہ جس سے واضح طور پر وصیت سمجھی جائے صحت وصیت کے لئے کافی ہوگا ۔ ایسا ضعیف العقل جس کی عقل کی صحت سے نا امیدی ہوگئی ہو وہ بے عقل انسان (سفیہ) کے درجہ میں متصور ہوگا ۔ ۵

شیعی فقہ :

شیعی فقہ میں بھی وصیت کرنے والا آزاد اور عاقل ہونا چاہئے ، لہذا دیوانے اور دس سال سے کم عمر بچے کی وصیت جائز نہیں ہوگی ، البتہ اگر دس سال کی عمر کو پہونچ گیا ہو تو اگر تصرفات کی سمجھ رکھتا ہو تو امور خیر میں اقارب و غیر اقارب کے حق میں وصیت صحیح ہوگی ۔ یہ مشہور مذہب ہے ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آٹھ سال کی عمر ہو جانے پر وصیت صحیح ہوگی ، لیکن یہ روایت شاذ ہے ۔ ۶ موصی اپنی حین حیات ہر وقت وصیت کر سکتا ہے ، خواہ مال کی وصیت ہو یا ولایت کی وصیت ہو ۔ ۷ موصی کے اپنے جسم کے کسی حصہ پر زخم وغیرہ کے بعد ، جو خودکشی پر منتج ہو ، وصیت کرنے سے وصیت باطل ہو جائیگی ، لیکن اگر اس فعل سے قبل وصیت کر دی ہو اور اس کے بعد ایسا فعل سرزد ہو تو وصیت صحیح ہوگی ۔

ماں کو بچوں پر ولایت حاصل نہیں لہذا بچوں پر کسی کو ولایت کی وصیت کرنا ماں کی جانب سے صحیح نہ ہوگا ۔ اور اگر ماں نے اپنے مال کی بچوں کے لئے وصیت کی ہو اور اس کے نفاذ کے لئے کسی کو وصی مقرر کیا ہو تو اس وصی کا تصرف ماں کے ترکہ کی ایک تہائی میں صحیح ہوگا ، اور یہ بھی صحیح ہوگا کہ ماں پر جو حقوق ہوں یہ وصی ان کو پورا کر دے ۔ لیکن اس وصی کا ولی ہونا (اولاد کی ولایت) صحیح نہ ہوگا ۔ ۸

---

(۵) الاقناع، شرف الدین مقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۷
المحرر فی الفقہ، ابوالبرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۶
(۶) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۹
(۷) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی ص ۲۵۸
(۸) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۹-۲۵۸

ظاہریہ :

کنواری اور شادی شدہ عورت اپنے باپ اور شوہر کی موجودگی کے باوجود (اپنے مال میں) وصیت کر سکتی ہے۔ اس میں باپ یا شوہر کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی نے عام لفظوں سے وصیت کا حکم صادر فرمایا ہے، جس میں مرد اور عورت تمام افراد شامل ھیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔[۹]

شرط اسلام :

موصی کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے لہذا مسلم اور ذمی (دارالاسلام کا غیر مسلم شہری) وصیت کرنے کے اہل ھیں۔ اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم جو دارالاسلام میں اجازت حاصل کر کے آیا ہو، وصیت کر سکتا ہے بشرطیکہ اس نے کسی مسلم یا ذمی کے حق میں وصیت کی ہو۔ لیکن اگر موصی لہ حربی ہے تو اس کے لئے وصیت اس بناء پر صحیح نہ ہوگی کہ یہ جنگ میں اعانت کا باعث ہو گا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دفعہ ۲۱۰ کتاب ھذا)۔

بلوغ کی حد عمر :

بر صغیر ھند و پاکستان میں ۱۸۷۵ء تک بلوغ کا مسئلہ شرع اسلام کے مطابق طے ہوتا تھا لیکن قانون بلوغ (مجارٹی ایکٹ) مجریہ ۱۸۷۵ء کی رو سے وصیت کے لئے بلوغ قانونی کی عمر ۱۸ سال ہے۔ نیز ایسے نابالغ کے لئے جس کی ذات یا جائداد کے لئے کوئی ولی مقرر کیا گیا ہو یا جس کی جائداد زیر نگرانی کورٹ آف وارڈز ہو، اس کا بلوغ، ایکٹ مذکور کی رو سے اس وقت متصور ہوگا جب کہ اس نابالغ نے اپنی عمر کے اکیس سال پورے کر لئے ہوں۔ (شرع اسلام میں بلوغ کی عمر کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ ھذا جلد اول، ص ۱۱۲)۔

راقم الحروف کے نزدیک مالی تصرفات کے لئے عمر کی قید لگانا مصالح عامہ کے نقطۂ نظر سے قرین صواب معلوم ہوتا ہے اور اٹھارہ سال کی عمر مناسب ہے۔

---

(۹) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ٦، ص ۳۹۹۔

(۱۰) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۵
المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۲۷، ص ۱۷۵-۱۷۸

مصری قانون :

دفعہ ۵ - موصی کے لئے یہ شرط ہوگی نہ وہ قانوناً احسان و سلوک کا اہل ہو - اگر موصی کو کم عقلی یا غفلت کی بناء پر تصرفات سے عاجز قرار دے کر پابند کردیا گیا ہو ، یا وہ شمسی ۱۸ سال کی عمر کو نہ پہونچا ہو تو حاکم (عدالت مجاز) کے حکم کے بعد ان کی وصیت جائز ہوگی۔ [۱۱]

شام کا قانون :

دفعہ ۲۱۱ - (۱) موصی کے لئے یہ شرط ہوگی کہ وہ قانوناً وصیت کا اہل ہو -

(۲) جب کہ وہ ناقص العقلی یا غفلت کی بنا پر تصرفات سے روک دیا گیا ہو تو اس کی وصیت با جازت حاکم صحیح متصور ہوگی - [۱۲]

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۸ - احمق اور ضعیف العقل اور اٹھارہ سال سے کم کے نابالغ کی وصیت حکم حاکم کے بعد صحیح متصور ہوگی - [۱۳]

کم عقل کی وصیت

۲۱۲ - جس شخص کو اس کی کم عقلی کی بناء پر تصرفات سے روک دیا گیا ہو امور خیر کے لئے اس کی وصیت صحیح ہوگی -

تشریح

وصیت کی صحت کے لئے عام طور پر یہ شرط ہے کہ موصی اپنے تصرفات میں آزاد ہو ، اس کی کم عقلی کی بنا پر اس پر پابندی نہ لگائی گئی ہو ؛ لیکن اگر کم عقل (احمق) کی وصیت امور خیر کے لئے ہو تو صحیح ہوگی - یہ حکم بر بنائے استحسان ہے - کیونکہ قیاس اس کی صحت سے انکار کرتا ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ وصیت احسان و سلوک کا تصرف ہے اور ایسے تصرفات کم عقل

(۱۱) قانون الوصیت' مصر' ۱۹۴۶ء۔

(۱۲) قانون الاحوال الشخصیۃ' سوریہ' (شام)۔

(۱۳) قانون الاحوال الشخصیۃ' تونس۔

انسان کے صحیح نہیں ہوا کرتے ، خواہ وہ موت کے بعد کے زمانہ کی طرف ہی نسبت کرکے کیوں نہ کئے جائیں اس کے برخلاف دلیل بر بنائے استحسان یہ ہے کہ کم فہم و کم عقل انسان کے مالی تصرفات کو اس وجہ سے روک دیا جاتا ہے کہ کہیں وہ اپنے سلوک اور احسان کے تصرفات سے اپنے تمام مال کو ضائع نہ کر دے اور پھر دوسروں پر اس کی ذات بارگراں ثابت ہو مگر یہ صورت اس وقت پیش آسکتی ہے جب کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی میں ایسے تصرفات کا مرتکب ہو ، بذریعہ وصیت موت کے بعد تصرفات میں یہ علت موجود نہیں ہوتی ، کیونکہ وہ مرنے کے بعد مال سے مستغنی ہوتا ہے ، خصوصاً جب کہ وصیت سے امور خیر کا انجام دینا مقصود ہو ، جو اس کے لئے آخرت میں اجر عظیم اور مرنے کے بعد دنیا میں اس کی تعریف کا ذریعہ ہوں ۔ [۱۳]

... ر له کے ...مدیون نہ ہونے کی صورت میں

۲۱۳ - جس شخص پر مستغرق دین نہ ہو اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے کل یا بعض مال کی وصیت جس کسی کے حق میں چاہے کرے ۔ اس کے لئے حکومت سے وصیت کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوگی ۔

تشریح

یہ ممکن نہیں ہے کہ ابتداء حالات ہی سے یہ حکم لگا دیا جائے کہ وصیت محض ایک تہائی میں یا کل مال میں نافذ ہو سکے گی ، یا یہ کہ بالکل نافذ نہ ہو سکے گی ، کیونکہ اس کی بنیاد موصی کے حالات پر ہے ۔ اس کے حالات کے اختلاف سے احکم میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے ، اسی طرح موصی لہ و موصی بہ کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں ۔

چنانچہ موصی یا تو مدیون ہوگا یا غیر مدیون ہوگا یا اس کا تمام مال قرض میں مستغرق (ڈوبا) ہوا ہوگا یا یہ کہ ایسا نہ ہوگا ۔ اور ان میں سے ہر حالت میں موصی لہ یا تو موصی کا وارث ہوگا یا اجنبی (غیر وارث) ہوگا ۔ پھر موصی کا وارث بھی موجود ہوگا یا نہ ہوگا اور ان تمام حالات میں وصیت یا تو ایک تہائی سے کم ہوگی یا پوری ایک تہائی کی ہوگی یا اس سے زائد ہوگی ،

---

(۱۳) شرح الاحکام الشریعہ زبد الابیان، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ع ج ۲، ص ۲۱۳۔

یا کل مال کی ہوگی ۔ چنانچہ ان تمام مذکورہ حالات میں سے ہر حالت کا حکم علیحدہ علیحدہ ہوگا جو اس حالت کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ اگر موصی بالکل مدیون نہیں ہے اور کل مال کی وصیت کسی اجنبی کے حق میں کی گئی ہے ، جب کہ موصی کا کوئی وارث موجود نہیں ہے تو وصیت کل مال میں نافذ ہوگی ، اور اگر موصی کا تمام ترکہ دین میں ڈوبا ہوا ہے تو اس حالت میں تمام مال دائنین کا حق ہوگا ۔ اگر کوئی وصیت نہ کی گئی ہو اور کوئی وارث بھی موجود نہ ہو تو دین ادا کرنے کے بعد جو باقی رہے گا وہ حصہ سرکاری خزانہ کا حق ہوگا اور اگر کل مال دین میں چلا جاتا ہے تو سرکاری خزانہ کسی شیٔ کا حقدار نہ ہوگا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موصی لہ‌خواہ اس کے حق میں تمام مال کی وصیت کی گئی ہو بیت المال کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہوتا ہے ۔[15]

موصی بہ کا دین میں مستغرق ہونے کی صورت میں موصی کا اختیار

۲۱۳ - جس شخص کا کل مال دین میں مستغرق ہو اس کی وصیت جائز نہ ہوگی الا یہ کہ دائنین اپنا دین معاف کر دیں اور وصیت کے نفاذ پر راضی ہوں ۔

تشریح

اگر موصی کے ذمہ واجب الادا قرضہ اس کے تمام ترکہ پر حاوی ہو تو اس کی وصیت ، خواہ موصی بہ ایک تہائی سے کم ہو یا زائد ، وارث کے حق میں ہو یا کسی اجنبی کے ، قطعاً ناقابل نفاذ ہوگی ، کیونکہ اس صورت میں ترکہ دائنین کا حق ہوگا ۔ البتہ اگر دین ادا کرکے مال بچ رہے تو وصیت کا نفاذ بقیہ مال کی ایک تہائی کی حد تک کیا جائے گا ، بشرطیکہ وصیت غیر وارث کے حق میں کی گئی ہو ۔[16]

اللہ تعالی نے دین کو وصیت پر مقدم کیا ہے ۔[17]

مصر کا قانون :

مصر میں موصی بہ کے دین میں مستغرق ہونے کی صورت میں حسب ذیل قانون رائج ہے :—

(۱۵) شرح الاحکام الشرعیہ، زید الابیانی، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ع ج ۲، ص ۲۷۵۔
(۱۶) شرح الاحکام الشرعیہ، زیدالابیانی، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ع، ج ۲، ص ۲۷۶۔
(۱۷) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۳-۳۳۵۔
الاختیار لتعلیل المختار، عبداللہ ابن محمود مطبوعہ مصر، ۱۹۵۱ع، ج ۳، ص ۶۳۔

دفعہ ٣٨ ۔ جس موصی کے تمام ترکہ پر دین محیط ہوگا ، اس کی وصیت صحیح ہوگی لیکن اس وقت تک نافذ نہ ہوگی جب تک وہ دین سے بری الذمہ نہ قرار پا جائے ۔ پس اگر وہ دین سے بری الذمہ قرار دے دیا گیا یا دین تمام مال پر محیط نہ تھا تو دین کی ادائی کے بعد باقی ترکہ میں وصیت نافذ کی جائے گی ۔

دفعہ ٣٩ ۔ جب کہ موصی کے تمام ترکہ پر دین مستغرق (محیط) نہ ہو اور یہ دین ترکہ کے ایک حصہ سے ادا کر دیا گیا ہو ، تو موصی لہ باقی ماندہ ترکے میں ادائی دین کے بعد مستحق متصور ہوگا ۔

دفعہ ٤٠ ۔ جب کہ موصی کے اموال میں سے کسی ایک قسم کے مال میں ایک غیر منقسم حصہ کی وصیت کی گئی ہو ، اور یہ قسم ضائع ہو جائے یا اس پر کوئی مستحق ہو جائے ، تو موصی لہ کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اس قسم کے مال کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا یا کسی دوسرے شخص کے استحقاق میں چلا گیا ، تو جتنا باقی رہا ہو موصی لہ اس سے اپنا حصہ وصول کرے گا ، اگر وہ حصہ ایک تہائی کی حد تک پہونچ جاتا ہو ۔ بصورت دیگر (ایک تہائی سے زائد ہونے کی صورت میں) ایک تہائی کی حد تک لے سکے گا ۔

اور اگر موصی کے اموال کی کسی ایک قسم میں غیر منقسم اعداد کی وصیت ہوگی تو اس کا وہی حکم ہوگا جو غیر منقسم حصہ کا بیان کیا گیا ہے ۔

دفعہ ٤٣ ۔ جب کہ ترکے سے کسی نقد رقم کی معینہ مقدار کی یا کسی معین شیٔ کی وصیت کی گئی ہو ، اور ترکے پر دین ہو یا ترکہ کا کچھ حصہ غائب ہو ، تو جو مال موجود ہے محض اس کی ایک تہائی کی حد تک وصیت میں شامل ہوگا ۔ اگر موصی بہ موجود مال سے ایک تہائی کی تک حد پورا لیا جا سکتا ہے تو لیا جائے گا ۔ بصورت دیگر موجود مال کی ایک تہائی ہی دی جائے گی ، اور جب بھی ترکہ کا کچھ مال ظاہر ہوگا موصی لہ اس سے ایک تہائی کا مستحق ہوگا حتی کہ موصی بہ کی مقدار کامل ہو جائے ۔

دفعہ ٤٤ ۔ جب کہ ترکے میں کسی غیر منقسمہ حصہ کی وصیت ہو ، اور

ترکہ پر دین ہو ، یا ترکہ کا کچھ مال غائب ہو ، تو موصی لہ حاضر مال سے اپنے حصہ کا مستحق ہو گا ۔ بعدہ جو مال حاضر ہوتا جائے گا ، اس سے اپنے حصہ کے بقدر مستحق ہو گا ۔

دفعہ ۲۰۵ ۔ جب کہ ترکے کی کسی ایک قسم میں وصیت کی گئی ہو ، اور یہ موصی بہ غیر منقسمہ حصہ ہو ، ترکے پر دین ہو ، یا مال غائب ہو ، تو موصی لہ اس قسم کے حاضر مال سے اپنےحصہ کا مستحق ہو گا ، اگر اس کا حصہ حاضر مال کی ایک تہائی سے پورا پورا لیا جا سکتا ہو ، بصورت دیگر جو مال اس قسم کا حاضر ہے ، محض اس کی ایک تہائی سے لے سکے گا ، اور باقی ورثاء کا حق ہوگا ، اور آئندہ اس جنس کی جو مقدار حاصل ہوگی ، موصی لہ اس کی ایک تہائی کا مستحق ہوگا ، بشرطیکہ اس جنس سے اس کے حق کی ادائی ورثاء کے حقوق پر اثر انداز نہ ہوتی ہو ، لیکن اگر بعینہ اس قسم (جنس) سے دینے میں ورثاء کو ضرر پہونچتا ہو تو موصی لہ کو اس جنس سے موصی لہ کے حصہ کے بقدر اس کی قیمت لینے کا استحقاق ہوگا ، حتی کہ اپنا حق پورا پورا حاصل کر لے ۔

دفعہ ۲۰۶ ۔ ان تمام حالات میں جو سابقہ دفعات میں بیان کئے گئے ہیں ، اگر دین کی ادائیگی موصی کے کسی ایک وارث کے حق میں متعین ہو جاتی ہو ، اور دین کل ترکے کے حاضر مال کی جنس سے ہو تو اس وارث کے حصہ کے بقدر دین کا ادائی میں مقابلہ کیا جائے گا اور اتنے ہی حصہ کو حاضر مال تصور کیا جائے گا ، لیکن اگر دین مستحق وارث کے حصہ کا ہم جنس نہ ہو ، تو دین کا مقابلہ وارث کے حصہ سے نہ کیا جائے گا ۔ اور حاضر مال میں اس دین کی مقدار کی ادائیگی اس وقت معتبر ہوگی جب کہ وارث کے حاضر مال میں حصہ دین کا مساوی یا اس سے کم ہو ، لیکن جب دین اس مقدار سے زائد ہو ، تو محض اس قدر قابل اعتبار ہوگا جو حاضر مال کی مقدار کے مطابق ہو ۔

اور اس حالت میں وارث حاضر مال پر اپنے حصہ کے مطابق قبضہ نہ کر سکے گا ، الا یہ کہ جب وہ موصی کے دین کو ادا کر دے ۔ اگر ادا نہ کرے تو حاکم اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دین ادا کرے گا ۔

دفعہ ۲۳۷ - جب کہ موصی کے ترکے سے کسی معین شیٔ کی وصیت کی گئی ہو یا ترکے کے اقسام میں سے کسی خاص قسم کی وضیت کی گئی ہو اور یہ شیٔ یا قسم ضائع (ہلاک) ہو جائے ، یا اس پر کسی کا حق ثابت ہو جائے تو موصی لہ کسی شیٔ کا مستحق نہ ہوگا ، اور اگر اس شیٔ یا قسم کا کچھ حصہ ہلاک ہوا یا ثبوت حق غیر سے لے لیا گیا ، تو ایک تہائی کی حد تک موصی لہ مستحق ہوگا ، ورنہ ایک تہائی کی مقدار تک مستحق قرار پائے گا ۔

دفعہ ۲۳۸ - اگر ترکے کی کسی معین جنس میں غیر منقسمہ حصہ کی وصیت ہو ، اور یہ جنس ہلاک ہوجائے یا اس پر کسی کا حق ثابت ہو جائے ، تو موصی لہ کو کچھ نہ دیا جائے گا ، لیکن اگر اس معینہ جنس کا بعض حصہ ہلاک ہو یا اس پر کسی کا حق ثابت ہو جائے تو باقی مقدار اگر موصی لہ کے حق کو پورا کرتی ہے اور ترکے کی ایک تہائی کی حد میں داخل ہے ، تو یہ کل موصی لہ کا حق ہوگا ، ورنہ وہ ایک تہائی کی حد تک مستحق ہوگا ۔[18]

شام کا قانون :

دفعہ ۲۳۹ - جب کہ ترکہ دین میں مستغرق نہ ہو اور کل یا بعض موصی بہ سے دین کی ادائی ہوئی ہو تو موصی لہ باقی ترکہ میں سے ایک تہائی کی حد تک اپنے حصہ کے بقدر وصول کرنے کا حقدار ہوگا ۔

دفعہ ۲۴۰ - کسی شیٔ کے بیع یا اجارے کی کسی شخص کے حق میں وصیت کا نفاذ اتنے کم معاوضہ کے ساتھ جو ترکہ کی ایک تہائی کی مقدار سے زائد ہو، ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگا ، جب کہ موصی لہ اس زیادتی کو ترک کرنے پر تیار نہ ہو ۔

دفعہ ۲۴۱ - جب کہ وصیت کسی محدود مقدار رقم کی ہو یا کسی معین شیٔ کی ہو اور ترکہ پر دین ہو یا ترکہ کا کوئی مال غائب ہو ، پس اگر مقدار موصی بہ موجود ترکے کی ایک تہائی کے بقدر قرار پائی ہو تو موصی لہ اس مقدار کا مستحق ہوگا ، ورنہ ایک تہائی کے بقدر مستحق ہوگا اور بقیہ ورثاء کا حق ہوگا ۔ اور آئندہ جو مال ترکہ سے حاضر ہوتا جائے گا موصی لہ اس کی

(۱۸) قانون الوصیۃ، مصر، ۱۹۴۶ء۔

ایک تہائی اس وقت تک پاتا رہے گا جب تک کہ اس کا حق پورا نہ ہو جائے۔

دفعہ ۲۳۲ - (۱) جب کہ ترکے کے کسی غیر منقسم حصہ کی وصیت ہو اور ترکے پر دین ہو یا ترکے کا کچھ مال موجود نہ ہو (غائب ہو)، تو اس وقت موصی لہ موجود مال سے اپنا حق حاصل کرے گا، پھر جو مال موجود ہوتا جائے گا اس سے اپنا حق پاتا جائے گا۔

(۲) جب کہ ترکے کا کچھ مال، موصی کے کسی وارث کے ذمہ ایسا دین ہو، جس کی ادائیگی واجب ہو تو اگر موجود ترکہ میں اس دین کا ہم جنس مال موجود ہو تو وارث کے حصہ کو اس ہم جنس مال کے مقابلے میں مقرر کرکے دین کا حصہ حاضر تصور کیا جائے گا۔

(۳) اور اگر موجودہ ترکہ میں اس دین کا ہم جنس مال موجود نہ ہو جو وارث پر واجب ہے، تو تقابل نہ ہوگا، بلکہ وارث کا حصہ ترکے سے روک لیا جائے گا تاکہ اس سے دین وصول کیا جا سکے اور اس حصہ کے بقدر دین وصول شدہ تصور کیا جائے گا، جو مال حاضر کے درجہ میں متصور ہوگا۔

(۴) نقد اور نوٹ تقابل کے موقعہ پر ایک جنس متصور ہوں گے۔[19]

۲۱۵ - دین و ملت کا اختلاف وصیت کا مانع نہ ہوگا۔ ایک مسلم کی وصیت غیر مسلم ذمی یا مستأمن کے حق میں اور ایک غیر مسلم کی وصیت مسلم کے حق میں صحیح ہوگی البتہ غیر مسلم حربی کے حق میں مسلم کی وصیت باطل ہوگی جبکہ حربی کے ملک سے موصی کا ملک بر سر پیکار ہو یا دونوں ممالک کے درمیان حالت جنگ پائی جائے۔ مسلمانوں کی وصیت غیر مسلم کے لئے

تشریح

حنفی مسلک :

حنفی فقہاء کے نزدیک ایک مسلمان ذمی کے حق میں وصیت کر سکتا ہے اور اسی طرح ایک ذمی مسلمان کے حق میں وصیت کر سکتا ہے۔ وہ اس کی

(۱۹) قانون الاحوال الشخصیۃ، سوریہ، (احکام الوصیۃ)۔

دلیل میں اللہ تعالی کے اس ارشاد کو پیش کرتے ھیں کہ "جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور تم کو گھروں سے نہیں نکالا ، اللہ تعالی تم کو ان کے ساتھ سلوک و احسان سے منع نہیں فرماتا ۔ [۱۹ الف] ان کے نزدیک یہ آیت ذمیوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے کے سلسلے میں نص ھے ۔ چنانچہ جس طرح سلوک و احسان زندگی میں ھو سکتا ھے اسی طرح مرنے کے بعد بھی ھو سکتا ھے ۔ اس لئے ذمی کے ساتھ وصیت کے ذریعہ سلوک و احسان کرنا جائز ھوگا ۔ اور اسی طرح مسلمان کے حق میں ذمی کی وصیت جائز ھوگی ، کیوں کہ جب جانبین سے زندگی میں سلوک و احسان جائز ھے تو موت کے بعد بھی جائز ھے ۔ [۲۰]

اس سے یہ حکم بھی مستخرج ھوتا ھے کہ حربی غیر مسلموں کے حق میں وصیت جائز نہیں کیوں کہ شرط " دین کے معاملہ میں عدم قتال " ھے ۔ لیکن راقم الحروف کے نزدیک موجودہ دور میں وصیت کے سلسلہ میں حربی کا یہ مفہوم زیادہ صحیح ھوگا کہ اس کا ملک اسلامی مملکت کے خلاف مصروف جنگ یا آمادۂ پیکار ھو یا دونوں ملکوں کے درمیان حالت جنگ پائی جائے ۔ جدید جنگی اصطلاحات کی روشنی میں اس اصول کا اطلاق " سرد جنگ " پر بھی کیا جا سکتا ھے جس میں دونوں ملک ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ کے ذریعہ جنگ کی سی حالت پیدا کئے رھتے ھیں ۔

مندرجہ بالا بحث سے بآسانی اس نتیجہ پر پہونچا جا سکتا ھے کہ وصیت کی صحت کے لئے دین و ملت کا متحد ھونا ضروری نہیں اور اسی بناء پر ایک مسلم کی وصیت غیر مسلم کے حق میں صحیح قرار دی گئی ھے ۔ البتہ اس قسم کی وصیت میں یہ شرط ضروری ھے کہ غیر مسلم یا تو ذمی (دارالاسلام کا مستقل شہری) ھو یا یہ کہ مستامن (اجازت لےکر عارضی طور پر دارالاسلام میں آیا ھوا ھو) اگر غیر مسلم حربی ھے تو اس کے حق میں وصیت صحیح نہ ھوگی کیونکہ اس کے نفاذ سے جنگ میں اعانت کرنا لازم آئے گا ؛ اللہ تعالی فرماتا ھے "کہ اللہ تعالی ان کافروں کی دوستی سے تم کو منع کرتا ھے جو دین کے معاملہ میں تم

---

(۱۹) الف ۔ سورة الممتحنه، ۹۔

(۲۰) ھدایہ، مطبوعہ قرآن محل کراچی، ج ۴، ص ۶۵۷۔

سے بر سر پیکار ہوں اور تم کو تمہارے وطن سے نکال باھر کیا ھو اور تمہارے بلاوطن کرنے میں امداد کی ھو ،، [۲۰ الف]

چنانچہ جس طرح ایک مسلم کی غیر مسلم کے حق میں وصیت صحیح ہوگی اسی طرح غیر مسلم کی وصیت مسلم وغیر مسلم کے حق میں صحیح ہوگی، لہذا ایک عارضی مقیم غیر مسلم اور مستقل شہری غیر مسلم کی وصیت مسلم کے حق میں صحیح ہوگی ، حتی کہ اگر کسی مستامن (عارضی مقیم) غیر مسلم نے کسی مسلم کے حق میں کل مال کی وصیت کر دی جب کہ اس کا کوئی وارث موجود نہ ھو ، تو یہ وصیت نافذ ہوگی اور اگر وارث بھی اس کے ساتھ موجود ھوا تو وصیت کا نفاذ تہائی تک ھوگا ۔ زائد کی صورت میں اس وارث کی اجازت ضروری ہوگی ۔ [۲۰ (ب)]

مالکی مسلک :

دارالاسلام کے غیر مسلم شہری کے حق میں ایسی اشیاء کی وصیت جائز ھے جن کا وہ شرعاً مالک قرار دیا جاتا ھے ، لیکن جن اشیاء کا شرع اسلام میں مالک قرار نہیں دیا جا سکتا ان کی وصیت صحیح نہ ہوگی ۔ مثلاً شراب یا خنزیر یا کسی معصیت کی وصیت ۔[۲۱]

شافعی مسلک :

فقہاء شافعیہ نے لفظ ''معصیت،، کی بجائے ''عدم قربت،، کا لفظ اختیار کیا ھے ، یعنی جو امور قربت الہی کا ذریعہ نہ ھوں ان کی وصیت صحیح نہ ہوگی چنانچہ اس لفظ کے وسیع مفہوم کی بناء پر جہاں گرجا ، کنیسہ ، بت خانہ وغیرہ وصیت کا محل نہیں رہتے اسی طرح مسلمانوں کے خلاف مخالفانہ جنگ کرنے

---

(۲۰) الف ۔ سورۃ الممتحنہ ۹:

"انما ینهاکم عن الذین قاتلو کم فی الدین و آخر جوکم من دیارکم و ظاهر وا علی اخراجکم آن تولوهم"

(۲۰) ب ۔ الهدایه، مرغینانی، مع حاشیه مطبوعه قرآن محل کراچی، ج ۴، ص ۶۵۵،
البحر الرائق ابن نجیم، مطبوعه مصر، جلد ۸، ص ۴۵۶۔

(۲۱) جواهر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعه مصر، ج ۲، ص ۳۱۸

والے مسلمانوں کے حق میں اسلحہ کے مہیا کرنے کی وصیت بھی صحیح نہیں رہتی ۔ [۲۲]

حنبلی مسلک :

حنفیہ کے علاوہ امام مالک ، شافعی اور ابن حنبل کے نزدیک جس طرح ذمی کے لئے وصیت صحیح ہے اسی طرح حربی کے لئے بھی صحیح ہے ۔ [۲۳] راقم الحروف کے نزدیک اس مسئلہ میں حنفی مسلک قرآن پاک کی روشنی میں اصح اور قابل ترجیح ہے :

امامیہ مسلک :

امامیہ کے نزدیک ایک مسلم کی کسی غیر مسلم ذمی کے حق میں وصیت کی صحت کے متعلق دو قول ہیں ۔ ایک قول کے بموجب ایسی وصیت صحیح ہے اور دوسرے کے بموجب صحیح نہیں ۔ اول قول صحیح معلوم ہوتا ہے ، لیکن ان کے نزدیک بھی حربی غیر مسلم کے لئے وصیت صحیح نہ ہوگی ۔ [۲۴]

ظاہریہ مسلک :

ظاہریہ بھی اس مسئلہ میں دیگر ائمہ سے متفق ہیں ۔ چنانچہ ان کے نزدیک بھی دارالاسلام کے غیر مسلم شہری کے حق میں بغیر اختلاف وصیت جائز ہے ۔ [۲۵]

مصری قانون :

مصری قانون کے تحت دین و ملت کے اختلاف کے باوجود وصیت صحیح ہوگی ، اسی طرح دو مملکتوں کے اختلاف کی صورت میں ، جب تک کہ موصی کسی اسلامی ملک کے تابع نہ ہو ، اور موصی لہ ایسا غیر مسلم نہ ہو جو

---

(۲۲) المہذب' الفیروزآبادی الشیرازی' مطبوعہ مصر' ج ۱ ص ۴۵۸۔

(۲۳) المیزان الکبری' علامہ شعرانی' مطبوعہ مصر' ج ۲' ص ۱۰۶۔
رحمۃ الامۃ برحاشیہ محولہ بالا' ص ۲۱-۲۰

(۲۴) شرائع الاسلام' الحلی' مطبوعہ بیروت' القسم الثانی' ص ۲۶۲۔

(۲۵) المحلی' ابن حزم' مطبوعہ مصر' ج ۶' ص ۳۹۳۔

کسی ایسے غیر اسلامی ملک کے تابع ہو کہ جس کے قانون میں اس قسم کے موصی کی وصیت صحیح نہیں ہوتی وصیت صحیح ہوگی ۔ ۲۶

وصیت بحالت مرض الموت

۲۱۶ ۔ مرض موت کے مریض کے تمام تصرفات تبرع خواہ انشائی ہوں یا خبری بعد ادائی دین بطور وصیت بقیہ ترکہ کے ایک تہائی کی حد تک نافذ ہو سکیں گے ۔

تشریح

اگر چہ تصرفات کی اقسام کے لحاظ سے اہل تصرف کی بہت سی قسمیں ہیں ، لیکن وصیت کے ضمن میں تصرفات کے لحاظ سے اہل تصرف کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں :

۱ ۔ تصرف کرنے والا صحیح العقل اور تندرست ہو ،

۲ ۔ تصرف کرنے والا مریض بمرض موت ہو ، خواہ حقیقتاً یا حکماً ۔

مذکورہ بالا ہر دو فرد کے تصرفات پر مختلف احکام مرتب ہوتے ہیں ۔ اس مقام کی رعایت کرتے ہوئے تصرفات کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں :

۱ ۔ تصرفات منجزہ (فوری) ،

۲ ۔ تصرفات جن کی نسبت موت کے بعد کے زمانے کی طرف کر دی گئی ہو ۔

تصرفات منجزہ یا تو انشائی ہوں گے یعنی جن کے الفاظ کے استعمال کے بعد ان کا مدلول فوراً وجود میں لایا جانا مقصود ہوگا جیسا کہ ہبہ ، بیع ، وقف ۔ ان عقود کے الفاظ استعمال کرنے کے بعد سے ہی ان کا مدلول و مقصود وجود میں آجاتا ہے اور وہ تملیک ہے ، یا یہ تصرفات منجزہ (فوری) اخباری ہوں گے یعنی کسی گزشتہ زمانے میں کسی شیٔ کی وجود کے اطلاع پر دلالت کریں گے ، مثلاً اقرار ۔

چنانچہ اگر تصرف تنجیزی (فوری) ہے تو اس وقت متصرف کی حالت پر غور کرنا ہوگا ۔ اگر وہ صحیح و تندرست ہے تو یا غیر محجور ہوگا یا محجور ہوگا

(۲۶) قانون الوصیت، مصر، ۱۹۴۶ع، دفعہ ۹۔

(یعنی آزادانہ تصرفات کر سکتا ہوگا یا نہ کر سکتا ہوگا بلکہ اس کے تصرفات پر پابندی عائد کردی گئی ہوگی) ۔

چنانچہ اگر موصی تندرست اور غیر محجور ہے تو اس کے تمام تصرفات اس کے کل مال سے نافذ ہوں گے ، خواہ وہ انشائی کلام کے ذریعہ ہوں یا خبری کلام کے ذریعہ ، خواہ وارث کے حق میں ہوں یا غیر وارث کے حق میں ۔ خواہ معاوضہ کےساتھ ہوں یا بغیر معاوضہ یا ان میں سلوک واحسان کے معنی پائے جائیں۔ جیسا کہ کم سے کم قیمت میں بیع وشرئی یا زیادہ قیمت پر ، یا جیسا کہ ہبہ یا صدقہ ۔ لہذا شخص مذکور جس شخص سے جس طرح کمی یا زیادتی کے ساتھ بیع و شرئی کرے یا جس کسی شخص کو ہبہ و صدقہ جس مقدار میں چاہے کر دے اس کے اس تصرف پر کسی شخص کو اعتراض و تنقید کا حق حاصل نہ ہوگا ۔

اگر متصرف صحیح و تندرست ہے لیکن اس کے تصرفات پر پابندی عائد کر دی گئی ہے ، تو اس کے تصرفات پر اس پابندی کے لحاظ سے احکام مرتب ہوں گے ۔ تصرفات پر پابندی کے جو اسباب بیان کئے گئے ہیں ان میں نابالغی ، دیوانگی ، پاگل پن ، کم عقلی ، اور بصیغہ خاص مدیون یعنی دیوالیہ ہونا شامل ہیں۔

لیکن جو تصرف موت کے بعد کے زمانہ کی طرف منسوب ہو ، وہ مال کی ایک تہائی میں نافذ ہوگا ، اگر چہ بحالت صحت صادر ہوا ہو ، کیونکہ جس تصرف کی نسبت موت کے بعد کے زمانے کی طرف کر دی گئی ہو وہ ''وصیت'' کہلاتا ہے ۔ مثلاً ایک شخص کہے کہ میں نے اپنے مرنے کے بعد اپنا نصف مال فلاں شخص کو ہبہ کیا ، یا میں نے اس کی وصیت کی تو یہ تصرف اس شخص کے مال کی محض ایک تہائی میں نافذ ہوگا ، خواہ بحالت صحت کیا ہو یا بحالت مرض موت ۔

بعض حالات میں اس کا نفاذ مال کی محض ایک تہائی سے نہ ہوگا ، بلکہ کبھی کل مال سے ہوگا اور کبھی بالکل نہ ہو سکے گا ، کیونکہ موصی اور موصی لہ کے حالات مختلف ہوں گے ۔ چنانچہ ان کے اختلاف کی بناء پر حکم بھی مختلف ہوتا رہے گا ۔ لیکن اگر متصرف کی دوسری حیثیت ہے یعنی یہ کہ وہ مریض بمرض موت ہے ، خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ، تو اس کے تصرفات پر شرع

نے پابندی لگائی ہے۔ مرض موت کے مریض کے تصرفات پر جو پابندی عائد کی گئی ہے وہ ورثاء کے استحقاق کے تحفظ کی غرض سے ہے۔ چنانچہ اگر مریض بحالت مرض موت نے کچھ ایسے تصرفات کئے جو فوری طور پر نفاذ پذیر ہوں مثلاً ہبہ یا وقف یا بیع محابہ[۲۶ الف] تو ان تصرفات پر وصیت کے احکام کا اطلاق ہوگا، لیکن اگر مریض نے صحیح قیمت پر اپنی مملوکہ شئے فروخت کی تو اس بیع پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ اصول یہ ہے کہ تصرف ایسا ہو جو سلوک و احسان کا مقتضیٰ ہو، خواہ وارث کے حق میں ہو یا اجنبی کے۔

اسی طرح اگر وہ تصرفات اس کی موت کے بعد قابل نفاذ ہوں تو ان کی حد بھی ایک تہائی قرار دی جائے گی، بشرطیکہ قرض کی ادائی کے بعد ترکہ بچ رہے۔

لیکن اگر مرض الموت کے علاوہ کوئی اور سبب ہے مثلاً نابالغی، دیوانگی، کم عقلی، یا یہ کہ اس کا ترکہ مستغرق فی الدین ہو یا اس کو عدالتی حکم کے ذریعہ تصرفات سے منع کر دیا گیا ہو تو ایسی صورت میں اس کا تصرف، ماسوائے چند مستثنیات کے باطل قرار پائے گا۔

اگر متصرف (تصرف کرنے والا) مرض موت میں مبتلا ہوا اور اس نے کوئی تصرف تنجیزی (فوری) انشائی کیا، جیسا کہ ہبہ، وقف، بیع و شرلی وغیرہ، تو ان تمام تصرفات پر وصیت کا حکم جاری کیا جائے گا، اور ان تصرفات کی نوعیت پر بھی غور کیا جائے گا۔ چنانچہ کبھی تو یہ تصرفات خالص احسان و سلوک و ہمدردی پر مبنی ہوں گے، جیسا کہ ہبہ اور وقف، اور کبھی ان میں معاوضہ کا معنی موجود ہوگا اور اس کے ساتھ ہی تبرع کا معنی بھی پایا جائے گا، جیسا کہ انتہائی کم قیمت پر کسی شئ کو فروخت کر دینا یا انتہائی زائد قیمت پر کسی شی کو خرید لینا۔

اگر پہلی صورت واقع ہوئی مثلاً یہ کہ ایک شخص نے بحالت مرض موت اپنی مملوکہ شئے کسی دوسرے شخص کو ہبہ کی تو واہب اور موہوب لہ

(۲۶) الف۔ بیع محابہ اس بیع کو کہتے ہیں جو شے کی قیمت بازار سے بہت ہی کم قیمت پر فروخت کی گئی ہو (مؤلف).

اور شئے موہوبہ کے حالات پر غور کرنا ہوگا ۔ جس طرح کہ وصیت کی صورت میں موصی اور موصی لہ کے حالات پر غور کرنا لازم ہوتا ہے ۔ چنانچہ حسب ذیل حالتوں میں سے کوئی ایک حالت پائی جائے گی :-

واہب جوکہ مریض بمرض موت ہوگا یا تو مدیون نہ ہوگا یا مدیون ہوگا ۔ اگر مدیون ہوگا تو یا تو اس کا مال دین میں مستغرق ہوگا یا مستغرق نہ ہوگا ۔ ہر دو حالتوں میں موہوب لہ یا تو وارث ہوگا یا اجنبی ہوگا ، پھر یا تو واہب کا دوسرا وارث موجود ہوگا یا موجود نہ ہوگا ۔ ان تمام حالات میں شئے موہوبہ یا تو ترکہ کی ایک تہائی سے کم ہوگی یا مساوی ہوگی یا اس سے زائد ہوگی ، چنانچہ ان میں سے ہر حالت کے لئے ایک مخصوص حکم ہے ، جس کی وضاحت درج ذیل ہے :-

۱ - اگر واہب پر بالکل دین نہیں اور موہوب لہ اجنبی ہے ۔ اور واہب کا کوئی وارث موجود نہیں ہے تو کل ہبہ کل ترکے میں نافذ ہوگا اور کسی کو حتی کہ حکومت کو بھی اس پر حق اعتراض حاصل نہ ہوگا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حالت میں موہوب لہ ، موصی لہ کے درجہ میں ہوگا ۔ او موصی لہ استحقاق میں حکومت سے مقدم ہے اور متاخر کو مقدم پر اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوا کرتا ۔ البتہ اسی صورت میں اگر کل مال سے کم مقدار کا ہبہ ہے تو بقیہ مال حکومت کا ہوگا ۔

۲ - اگر واہب مدیون ہے اور دین اس کے تمام ترکے پر محیط ہے ، مثلاً اس کی موت کے وقت اس کے ذمہ دیون کی مقدار چار ہزار روپے ہے اور اس کے ترکے کی قیمت لگائی جائے تو اس کی قیمت بھی چار ہزار روپے ہوتی ہے تو اب ہبہ بالوصیت، کسی مقدار میں بھی ہو، نافذ نہ ہوگا ، خواہ موہوب لہ اجنبی ہو یا وارث، البتہ اگر دائنین اجازت دے دیں تو ان کی اجازت کے بعد پورے ترکے میں بھی نافذ ہو سکے گا ۔ اور اس صورت میں ورثاء کی اجازت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا ، کیونکہ اس حالت میں ترکے سے ورثاء کا کوئی حق متعلق نہیں ہوتا ۔ چونکہ وراثت کا حق دین کی ادائی کے بعد ہوتا ہے، لہذا

اجازت دینا یا نہ دینا ان لوگوں کا معتبر ہوگا جو صاحب حق ہوں گے ، چاہیں اپنا حق وصول کریں چاہیں چھوڑ دیں ۔ اور ایسی صورت میں یہ حق دائنین (قرض خواہان) کا ہے ۔

۳ ۔ اگر واہب مدیون ہے لیکن دین اس کے تمام ترکے پر محیط نہیں ہے ، مثلاً اس کی موت کے وقت جو دیون اس کے ذمہ ہیں ان کی مقدار دو ہزار روپے ہے ، اور اس کے ترکے کی قیمت چار ہزار روپے ہے تو اولا ترکہ سے دیون کی مقدار کو علیحدہ کیا جائے گا اور باقی زائد مقدار ترکہ پر وہ حکم لگایا جائے گا جو غیر مدیونہ ترکہ پر لگایا جاتا ، یعنی ایک تہائی کا ، بشرطیکہ کے وقت وارث بھی وصیت موجود ہو ،

۴ ۔ اگر واہب غیر مدیون ہے اور ہبہ وارث کے حق میں کیا گیا ہے ، اور اس وارث کے ماسوئی واہب کے دیگر وارث بھی موجود ہیں تو دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر ہبہ نافذ نہ ہوگا خواہ ہبہ کی مقدار کتنی ہی ہو ۔ اس لئے کہ اس صورت میں بعض ورثلہ کو بعض پر ترجیح دینا لازم آتا ہے اور ان کا حق محفوظ نہ رکھا جائے تو یہ قطع رحمی کا ذریعہ ہوگا ، جس سے شرع نے منع فرمایا ہے ۔ اجازت کی صحیت کے لئے اجازت دینے والوں کا اہل تبرع ہونا شرط ہے ۔ چنانچہ بچے ، دیوانے ، پاگل اور کم عقلی کی بناء پر محجور شخص کی اجازت غیر معتبر ہوگی ، کیونکہ ان میں سے کوئی تبرع کا اہل نہیں ہے ۔ نیز یہ کہ موہوب لہ کا وارث ہونا یا وارث نہ ہونا واہب کی موت کے وقت معتبر ہوگا ۔ ہبہ بالوصیت کے وقت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا ۔

۵ ۔ اگر واہب غیر مدیون ہے اور اس کے ورثلہ موجود ہیں اور موہوب لہ اجنبی شخص ہے یعنی موت کے وقت واہب کا وارث نہیں ہے تو اگر شے موہوبہ ایک تہائی ترکے سے متجاوز نہیں ہے تو ہبہ نافذ ہوگا ۔ ورثاء کی اجازت کی ضرورت نہ ہوگی ۔ اور اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو زائد مقدار کی حد تک ورثلہ کی اجازت پر موقوف ہوگا ،

اجازت دی تو نافذ ہوگا ، نہ دی تو نافذ نہ ہوگا ۔ ممانعت ورثاء کے حق کی بناء پر تھی جب وہ خود اپنا حق ساقط کر رہے ہیں تو اس کا ان کو حق حاصل ہے ۔

ضمان کا مسئلہ :

ضمان کا مسئلہ بھی ہبہ بالوصیت کے مسئلہ کی مثل تصور کیا جائے گا ۔ ضمان سے مراد اس مقام پر کفالت کے ذریعہ کسی کے ذمہ کو اپنے ذمہ پر لے لینا ہے ، یعنی یہ کہ دائن مدیون کی بجائے کفیل سے دین کا مطالبہ کرے ۔ چنانچہ جب ایک شخص کسی دوسرے شخص کا پانچسو روپے کا مدیون ہو اور کوئی ایسا شخص جو مرض موت میں مبتلا ہو اس مدیون کے دین کا کفیل ہوجائے ، اور دائن و مدیون دونوں اس کفیل کے لئے اجنبی ہوں ، کفیل کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو ضمان بالکفالت کفیل کے پورے مال میں نافذ ہوگا اور دائن کو یہ حق حاصل ہوگا کہ کفیل کے کل ترکے سے اپنا دین وصول کرے اس کی وصولی میں کوئی شخص اس کا مزاحم نہ ہوسکے گا ، خواہ دائن کا دین کل ترکے پر ہی محیط کیوں نہ ہو ۔ لیکن اگر ضامن مبتلائے مرض موت کا ترکہ اس کے اپنے دین میں مستغرق ہو تو ایسی صورت میں ضمان کا نفاذ نہ ہوسکے گا ۔ خواہ دین ضمان کی مقدار اس کے اپنے دین سے کم ہی کیوں نہ ہو البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کفیل کے اپنے دائنین کفیل کو اپنے دین سے بری کردیں تو پھر ضمان کے دین کی ادائی کردی جائے گی ۔ کیونکہ پہلا حق کفیل کے اپنے ذاتی دائنوں کا تھا اور یہی لوگ اس کے مال میں صاحب حق ہیں جس کی وجہ سے ضمان کے دین کو روک دیا گیا تھا ۔

اور اگر ضامن کے ترکہ پر دین غیر مستغرق ہوا تو اولاً ضامن کے اپنے دائنین کا حق ادا کیا جائے گا ، اس کے بعد جو مقدار باقی رہے گی اس سے ضمان کے دین کی کارروائی مندرجہ بالا تناسب کے مطابق کی جائے گی ، یعنی وہی حکم ہوگا جو کہ ترکہ پر دین نہ ہونے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے ۔

اگر ضامن کے ترکے پر اس کا اپنا دین بالکل نہ ہو اور مکفول لہ یا مکفول عنہ وارث ہو ، اور ضامن کے اس وارث کے علاوہ دیگر ورثاء بھی موجود ہوں تو

ان ورثاء کی اجازت کے بغیر ضمان کے دین کا حکم نافذ نہ ہوگا ، اور اجازت کی صورت میں ورثاء کو تبرع کرنے والا تصور کیا جائے گا ۔ اب ورثاء کی اجازت کے بعد دین کثیر ہو یا قلیل، مضمون لہ (جس کے لئے ضمان دیا گیا) کو ترکے سے دین وصول کرنے کا حق حاصل ہوجائے گا ۔ لیکن عدم اجازت کی صورت میں مضمون لہ کو کوئی حق حاصل نہ ہوگا بلکہ یہ اپنا دین اصل سے وصول کرے گا ۔

اور اگر ضامن غیر مدیون تھا ، اس کے ورثاء بھی موجود تھے ، اور جس کا ضامن ہوا تھا وہ شخص اجنبی تھا ، تو اس حالت میں ضمان کے دین کی مقدار کو دیکھا جائے گا ۔ اگر یہ مال کی ایک تہائی سے متجاوز نہیں ہے تو ورثاء کی اجازت کے بغیر ضمان کا نفاذ ہوجائے گا اور اگر ایک تہائی کی مقدار سے زائد ہے تو زائد کی مقدار کی حد تک ورثاء کی اجازت کی ضرورت ہوگی ۔ اگر اجازت دے دی گئی تو نافذ ہوگا ورنہ باطل ہوجائے گا ۔ مریض بمرض موت کے دیگر تبرعاتی تصرفات مثلاً وقف وصدقہ وغیرہ کو اسی تصرف ہبہ و ضمان پر قیاس کیا جائے گا ۔

مذکورہ بالا تفصیل ان تصرفات کے سلسلے میں بیان کی گئی ہے جو بطور تبرع کے صادر ہوں لیکن اگر یہ تصرفات معاوضہ کی صورت میں منعقد کئے گئے ہوں اور ساتھ ہی ان میں تبرع کے معنی بھی موجود ہوں مثلاً انتہائی کم قیمت پر کسی شئی کو فروخت کیا ہو تو جتنے اندازے پر چھوٹ دی گئی ہو ، اتنے اندازے میں وصیت کا حکم جاری کیا جائے گا ۔ لہذا اس موقعہ پر بائع ، مشتری اور چھوٹ کی قدر (اندازہ) پر غور کر کے تفصیل سابق کے مطابق اس پر حکم جاری کیا جائے گا ۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ مریض مرض موت کی بیع یا تو بنسبت وارث ہوگی یا بنسبت غیر وارث ، اور ہر صورت میں موصی یا تو مدیون ہوگا یا غیر مدیون ۔ اگر مدیون ہوا تو یا دین ترکہ کو مستغرق ہوگا یا مستغرق نہ ہوگا ۔ اگر ایک مرض موت کے مریض نے اپنی کوئی شئی کسی وارث کو مثل قیمت پر یا اس سے قدرے کم قیمت پر فروخت کی اور مریض مدیون نہ تھا تو یہ بیع دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی ۔ اگر انھوں نے اجازت دے دی تو نافذ ہوجائے گی اور اگر اجازت نہ دی تو باطل ہوجائے گی۔ اگر مریض نے وہ شئے کسی غیر وارث اجنبی شخص کو فروخت کی اور مریض پر

دین نہ تھا یا تھا لیکن غیر مستغرق تھا ، تو اگر یہ بیع مثل قیمت یا قدرے قلیل کمی کے ساتھ کی گئی ہے تو یہ بیع بغیر اجازت ورثاء نافذ ہوگی ، ورثاء میں سے کسی کو اس پر اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا ، اور ترکے پر دین ہونے کی صورت میں وہی حق و حکم دائنون کا ہوگا ، جو مذکورہ صورت میں ورثاء کا بیان کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا مسئلے کا حکم اس بناء پر دیا گیا ہے کہ مریض بمرض موت کو شرع نے بعض ورثاء کو بعض پر کسی معین شئی کے ذریعہ سے ترجیح دینے سے روک دیا ہے ، کیونکہ جس طرح اشیاء مختلف ہوتی ہیں اسی طرح انسانی اغراض مختلف ہیں ۔ اگر ترکے کی کسی معین شئی کو کسی وارث کے حق میں متعین کردیا گیا ، تو ہوسکتا ہے کہ ورثاء کے اغراض مختلف ہونے کی بنا پر اس طریقہ تعین سے حق تلفی ہوجائے ۔ لہذا یہ مناسب نہ ہوگا کہ کسی وارث کو کسی دوسرے پر کسی شئی کے حق میں پسند کرلیا جائے اور دوسرے کو نظرانداز کردیا جائے ۔ اگر مریض کی جانب سے ترجیح دیا گیا شخص وارث نہ ہو تو ممانعت کی بنیاد یہ ہوسکتی ہے کہ مریض ورثاء کے حق مالیت کو باطل کرنے والا تصور کیا جائے ، لیکن اگر مریض کے تصرف سے شے کی قدر مالیت متاثر نہ ہوئی ہو تو مریض کا وہ تصرف جائز و نافذ ہوگا، اصول یہ ہے کہ ورثاء کا حق عین شئے سے متعلق ہوتا ہے جبکہ دائن کا حق شئے کی مالیت سے ۔ یہی وجہ ہے کہ ورثاء کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اگر میت کا دین نقد روپے کے ذریعہ ادا کردیں تو وہ ترکہ کی عین شئے کے مالک ہوجائیں گے۔ چنانچہ اگر میت کا ترکہ دین میں مستغرق ہو اور ورثاء دین کی مقدار نقد دے کر ترکے کو دین سے آزاد کرانا چاہیں تو دائنین کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا ، کیونکہ دائنین کا حق ترکہ کی مالیت پر ہوتا ہے اور وہ ان کو دیا جارہا ہے۔ ورثاء کا حق ترکے میں اگرچہ قبل ادائی دین باعتبار ملکیت نہیں ہوتا لیکن ترکے کو دین سے آزاد کرنے کے لحاظ سے ان کا حق قائم ہوتا ہے۔ اگر ورثاء زبان سے ادائی کا اقرار کریں لیکن عملی اقدام نہ کریں تو ایسی صورت میں حاکم عدالت کو یہ حق ہوگا کہ ترکہ کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے دین کی ادائی کا حکم دے دے۔

لیکن اگر صاحب حق اجنبی شخص ہو اور وہ مریض (میت) کا دین ادا کرنا چاہے تاکہ ترکہ میں اس کا حق محفوظ رہے تو اجنبی کی ادائی پر دائنین کو قبول پر مجبوز نہ کیا جاسکے گا ، کیونکہ اجنبی کو شرعاً ترکے کی (دین سے) آزادی کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اس حالت میں ہوگا جب کہ دین اور ترکے کی قیمت میں مساوات ہو ، لیکن اگر دین ترکے سے زائد ہوا تو ورثاء اس صورت میں ترکے کے مستحق ہونگے جب کہ کامل طور پر کل دین ادا کردیں ۔ یہ نہ ہوسکے گا کہ بقدر ترکہ دین کی ادائی پر تیار ہوں تو ترکہ ان کے حق میں چھوڑ دیا جائے ، ہوسکتا ہے کہ دائنین عین ترکے کے پالینے سے کسی بعد کے زمانے میں اپنے دیون کی وصولیابی بسہولت کرسکیں اور حالیہ قیمت سے زائد قمیت پر ترکہ فروخت ہوجائے ۔

مذکورہ ادائی دین کا حق جس طرح میت کے کل ورثاء کو پہونچتا ہے اسی طرح میت کے بعض ورثاء کو پہونچتا ہے۔ لہذا اگر بعض ورثاء عین ترکہ دائنین کے حق میں چھوڑنا چاہیں اور بعض یہ چاہیں کہ دین ادا کرکے ترکہ محفوظ کرلیں تو ان کو یہ حق حاصل ہوگا ۔

وارث اور غیر وارث کی مذکورہ بالا تفریق امام ابو حنیفہ کے قول پر مبنی ہے۔ لیکن اگر وارث کے حق میں بیع کی گئی ہو تو اس صورت میں صاحبین کا امام اعظم سے اختلاف منقول ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک اگر مریض کی یہ بیع ترکے کی اشیاء کی مثلی قیمت پر ہو تو دیگر ورثاء کو اس بیع پر کسی قسم کے اعتراض کا حق نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں مریض پر کسی قسم کی تہمت عائد نہیں ہوتی اور دیگر ورثاء کے لئے یہ ممکن ہوتا ہے کہ مورث نے ترکے کی قیمت میں جو مال حاصل کیا ہے، ورثاء اس کی مثل اس وصول شدہ نقد رقم سے وصول کرلیں ۔ لیکن اگر ترکے کی اصل قیمت کے مقابلے میں فروختگی کی رقم کم ہو، خواہ یہ کمی معمولی ہی ہو ، تب یہ بیع ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی ۔ اگر اجازت نہ دیں گے تو ورثاء کو دو امر کا اختیار دیا جائے گا یا تو وہ مبیع (جو شئے فروخت کی گئی ہو) کی پوری قیمت وصول کرلیں یا یہ کہ بیع کو فسخ قرار دلوا کر مبیع کو ترکہ میں شامل کرادیں ۔ دوسری صورت میں مورث کی ادا کردہ قیمت مشتری کو واپس کردی جائے گی ۔

سطور بالا سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مریض کی بیع کے نافذ نہ ہونے کی علت صاحبین کے نزدیک مریض پر طرفداری کی تہمت ہے۔ چنانچہ اگر تہمت موجود نہ ہوئی مثلاً ترکہ مثل قیمت پر بیع کیا گیا تو بیع نافذ ہو جائے گی اور ورثاء کی اجازت کو دخل نہ ہوگا۔ امام اعظم کے نزدیک ان کے حکم کی علت ورثاء میں بعض کو بعض پر ترجیح دینا ہے۔راقم الحروف کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا نقطۂ نظر موجودہ معاشرتی حالات میں زیادہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔

اگر مریض نے غیر وارث سے عقد بیع انتہائی کم قیمت پر کیا ، یعنی اتنی کمی کردی کہ اگر دوسرے لوگوں سے قیمت کا اندازہ کرایا جائے تو ان میں سے کوئی فرد اس قدر کمی کے ساتھ قیمت کا اندازہ نہ لگا سکے [۶۲ ب] تو ایسی صورت میں حسب ذیل تین حالتوں میں سے کوئی ایک حالت پائی جائیگی۔

(اول) یہ کمی مال کی ایک تہائی کے درجہ سے کم ہوگی ،

(دوم) ایک تہائی کے مساوی ہوگی ، اور

(سوم) ایک تہائی سے زائد ہوگی۔

پہلی اور دوسری حالت میں یہ ایسی چھوٹ ہوگی جس کا مریض کو حق حاصل ہوگا اور ورثاء کو حق اعتراض نہ ہوگا ، کیونکہ مریض کو مرض موت میں کسی غیر وارث کے لئے ایک تہائی تک تبرع کا حق حاصل ہوتا ہے اور اس پر ورثاء کی اجازت و عدم اجازت کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

لیکن تیسری صورت میں یعنی جب کہ بیع میں ایک تہائی سے زائد کمی کردی گئی ہو تو ورثاء کو دو امور کا حق حاصل ہوگا :-

۱- یا تو وہ ایک تہائی سے زائد میں نفاذ کی اجازت دیں۔

۲- یا یہ کہ اجازت نہ دیں۔ اس حالت میں مشتری کو اختیار ہوگا ، یا تو ایک تہائی سے جتنا زائد ہے وہ مقدار ورثاء کو ادا کر دے ، تاکہ ان کے حق کا دو تہائی مکمل ہو جائے ، یا یہ کہ بیع کو فسخ کردے اور مبیع ورثاء کے سپرد کردے۔ ایسی صورت میں اس

---

(۶۲) ب - شرعی اصطلاح میں اس بیع کو "بیع محابہ" کہاجاتاہے (مؤلف).

کی ادا کردہ قیمت اس کو واپس کردی جائے گی ، کیونکہ مریض کو ایک تہائی سے زیادہ تبرع کا حق حاصل نہیں ہوتا ، الا یہ کہ ورثاء اجازت دیں۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے مرض موت کی حالت میں ایک اجنبی شخص کو اپنا مکان دو ہزار روپے میں فروخت کیا حالانکہ اس مکان کی قیمت پانچ ہزار ہونا چاہئے تھی ، تو گویا مریض نے مشتری کو تین ہزار روپے کی چھوٹ دی ۔ اب اگر اس مریض کا کل مال نو ہزار روپے کی قیمت کا ہے ، تو ورثاء کا مکان کی مذکورہ بیع پر اعتراض کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا، کیونکہ مریض نے مشتری کے حق میں جتنی مقدار یعنی تین ہزار روپے کی جو چھوٹ دی ہے یہ اس کے کل مال کی تہائی کے برابر ہے ۔ اور تہائی کی وصیت کا حق مریض کو شرعاً حاصل ہے ، لہذا اس مقدار کی چھوٹ دینے کا بھی اس کو حق حاصل ہوگا ، اور یہ چھوٹ ورثاء کی اجازت کے بغیر نافذ ہوگی ۔ البتہ اگر مریض کے کل ترکہ کی قیمت چھ ہزار روپے تھی تو اس کے ورثاء کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا ، کیونکہ مریض کی چھوٹ کی مقدار اس حالت میں اس کے کل مال کی تہائی سے زائد ہے ۔ چنانچہ اب اگر ورثاء اجازت نہ دیں گے تو مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ یا تو وہ بیع کو فسخ کر کے اپنی ادا کردہ رقم واپس لے لے ، یا یہ کہ ایک ہزار روپے دے کر ورثاء کے حق میں دو تہائی پوری کردے۔

اگر مریض مدیون ہو لیکن اس کے اموال پر دین مستغرق نہ ہو اور اس مریض نے کسی اجنبی شخص کو انتہائی کمی (چھوٹ) کے ساتھ اپنا مکان یا کوئی شئ فروخت کی تو اس حالت میں یہ فرض ہوگا کہ اولا دین کی ادائی کی مقدار کو ترکہ سے وضع کر دیا جائے ۔ اس کے بعد غور کیا جائے کہ جو مال باقی رہا ہے اس کا اور اس چھوٹ کا کیا اندازہ قرار پاتا ہے ! پھر مریض کے غیر مدیون ہونے کی صورت میں جو تفصیلی احکام بیان کئے گئے ہیں ۔ ان کے مطابق حکم مرتب کیا جائے ۔

اگر مریض نے اپنے ترکے کے مستغرق بالدین ہوتے ہوئے کسی غیر وارث کو اپنے مال سے کوئی شئ فروخت کی ۔ اگر اس بیع میں کسی قسم کی چھوٹ

موجود نہیں ۔مثلاً وہ شئ مثل قیمت پر بیع کی گئی ہو تو دائنین کو اس بیع پر کسی اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا ۔ کیونکہ دائنین کا حق ترکے کی مالیت سے متعلق ہے ، ترکے کی اشیاء کے ذات سے متعلق نہیں ہے ۔ اگر چہ مدیون نے اپنے مال سے ایک معین شئ کو خارج کیا ہے لیکن اس خارج شدہ شئ کے بدلے میں اس نے اس کی پوری قیمت کو حاصل کر لیا ہے ۔ لیکن اگر اس بیع میں قلیل یا کثیر چھوٹ پائی جائے تو دائنین کی اجازت کے بغیر بیع نافذ نہ ہوگی ، کیونکہ اس حالت میں اعتراض کا حق دائنین کو حاصل ہے ۔ ورثاء کو حاصل نہیں ہے ۔ ظاہر ہے کہ وراثت اداء دین سے موخر ہوتی ہے ۔ اگر دائنین نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو دو امور میں سے کسی ایک امر کا اختیار ہوگا ۔ وہ یا تو عقد بیع کو فسخ کرکے اپنی ادا کردہ قیمت واپس لے لے اور مبیع ترکہ میں شامل کر دیا جائے ، تاکہ کل ترکہ کو فروخت کر کے دائنین اپنا دین وصول کر لیں ، اگر مکمل وصول ہو سکتا ہو ۔ ورنہ اپنے اپنے دین کے حصص کے مطابق وصول کریں گے ۔ لیکن یہ سب کچھ اس صورت میں ہوگا جب کہ ورثاء ترکے کے عوض دین ادا کرکے ترکے کو محفوظ رکھنے کے خواهش مند نہ ہوں ۔ اگر وہ یہ خواہش کریں کہ دین ادا کریں گے اور ترکہ اسی طرح چھوڑ دیا جائے تو ان کے اس مطالبہ کو پورا کیا جائے گا ، کیونکہ دائنین کا حق ترکہ کی مالیت سے متعلق ہے ، ترکہ کی ذات سے متعلق نہیں ہے ، جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے ۔ مشتری دوسری صورت یہ اختیار کر سکتا ہے کہ مبیع کی پوری قیمت ادا کر دے ۔ اس صورت میں دائنین کو مبیع اس کے قبضہ سے لینے کا حق حاصل نہ ہوگا ، کیونکہ اس عمل سے ان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہونچتا ۔

اور اس مذکورہ صورت میں چھوٹ کی مقدار کمی بیشی کی جانب کوئی توجہ نہ دی جائے گی ، جو کہ مریض کے غیر مدیون ہونے کی صورت میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے ، کہ یا تو چھوٹ ایک تہائی ہوگی یا اس سے زائد ہوگی یا کم ہوگی ، کیونکہ مریض کے مدیون ہونے کی صورت میں مریض کو کسی قدر چھوٹ دینے کا حق حاصل نہیں ہوتا ۔ کیونکہ دائنین کا حق دیگر تمام مستحقین پر مقدم ہوتا ہے وہ جو لیتے ہیں اس مال کا بدلہ ہوتا ہے جو

انہوں نے مریض (میت) کو اس کی زندگی میں دیا ، بخلاف اس شخص کے جس کے ساتھ سلوک یا احسان کیا گیا ہو ۔ کیونکہ تبرع کی صورت میں جو شیٔ تبرعاً دی جاتی ہے وہ بلا معاوضہ ہوا کرتی ہے ۔ البتہ یہ امر ملحوظ رہنا چاہئے کہ مشتری کو مذکورہ بالا امور میں خیار کا وہ موقع و محل ہوگا جہاں ایسا کرنا ممکن ہو ، لیکن اگر ایسا محل ہے جہاں مشتری خیار کے استعمال سے متعذر ہوگیا ہو ، مثلاً مبیع ہلاک ہوگیا ہو ، یا مشتری اس کو اپنی ملکیت سے خارج کر چکا ہو ، تو اس حالت میں مشتری پر مبیع کی قیمت کو مثل قیمت کے مطابق پورا کرنا لازم ہوگا ۔

آخر میں مریض کے عقد اجارے کے سلسلے میں چھوٹ دینے کا مسئلہ رہ جاتا ہے ۔ مثلاً مریض نے ایک ہزار روپے کے معاوضہ میں کسی شخص کو تین سال کے لئے اپنی زمین کرائے پر دی ، حالانکہ اس مدت کا کرایہ اصولاً دو ہزار روپے ہوتا تھا ۔ قدیم کتب فقہ کی رو سے اس میں وصیت کا حکم جاری نہ ہوگا کیونکہ اجارہ کا عقد متعاقدین سے کسی ایک کی موت کے بعد باطل ہو جاتا ہے ، لہذا مریض کی موت کے بعد ورثاء کو اس سے کسی قسم کا نقصان نہ پہونچے گا ، کیونکہ جب اجارہ باطل ہو جائے گا تو تمام منافع ورثاء کی ملکیت ہو جائینگے ۔ اور جو منافع مریض کی زندگی میں مستاجر نے حاصل کئے ہوں گے وہ اس وقت ورثاء کی ملکیت نہ ہوں گے ، لہذا ورثاء کو کسی قسم کا ضرر لاحق نہ ہوگا ۔ اسی پر مریض کے کسی شیٔ کو زیادہ عوض میں اجارے پر لینے کو قیاس کیا جا سکتا ہے ۔ یہ صورت قدیم کتب فقہ کے تحت ہے ۲۷ لیکن راقم الحروف کے نزدیک موجودہ دور میں جب کہ بعض صورتوں میں عقد اجارہ بعد موت بھی لازم قرار دیا گیا ہے مثلاً کرایہ داری کو قابل ارث قرار دیا گیا ہے یہ مسئلہ یونہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس پر بھی مریض کے تمام تصرفات کا حکم لگایا جانا چاہئے ، جیسا کہ مذکورہ بالا صورتوں میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے ۲۷ الف

یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ کسی مرض کے بارے میں یہ کہدینا کہ یہ مرض موت ہے اس وقت تک ممکن نہیں جس وقت تک مریض کی اس

---

(۲۷) شرح الاحکام الشرعیہ، زیدالابیانی، کتاب الوصیۃ، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰، ج ۲، ص ۲۷-۳۱۸

(۲۷) الف تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ قوانین اسلام، جلد پنجم، مؤلف ھذا ۔

مرض سے موت واقع نہ ہو جائے ،کیونکہ "مرض موت" کی عبارت ایک اضافی عبارت ہے اور اضافت کا تحقق اسی صورت میں ہو سکے گا جب کہ مرض کی انتہا موت ہو - یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مریض اپنے اس مرض سے جس میں اس نے تصرفات کئے ہوں صحت یاب ہو جائے تو اس کے تمام تصرفات پر صحیح و تندرست انسان جیسے احکام مرتب ہوں گے- اسی لئے فقہاء نے صراحت کر دی ہے کہ مریض کے تمام تصرفات اس کی زندگی میں نافذ ہوں گے، اگر چہ جس مرض میں وہ مبتلا ہے اس میں غالب امکان بھی ہو کہ وہ ہلاک ہو جائے گا- ممکن ہے کہ مریض اس سے صحت یاب ہو جائے اگر چہ دوسرے مریض اس مرض سے فوت ہو چکے ہوں ، کیونکہ موت‌وحیات کا علم اللہ تعالی کے سوائے کسی دوسرے کو نہیں - بسا اوقات اطباء کے خیالات غلط ثابت ہوتے ہیں - اللہ تعالی فرماتا ہے " وما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت ، ان اللہ علیم خبیر "، کوئی نفس (جی) یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی نفس (جی) یہ نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا - بے شک اللہ تعالی علیم اور خبیر ہے - ۲۷ب

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بحالت مرض موت ، جس مرض سے انسان صحت ، یاب نہ ہوسکے ، تہائی سے زائد کی وصیت وارث کی اجازت پر موقوف رہے گی الا یہ کہ کوئی ایسا عذر لاحق ہو کہ اس عذر کی بناء پر وصیت کا جاری کر دینا لابدی ہو ، مثلاً اجازت دینے والے وارث کو یہ خوف لاحق ہو کہ اگر اس نے اجازت نہ دی اور موصی مرض سے صحت یاب ہوگیا تو اس کا ماھانہ نفقہ بند ہو جائیگا یا جو سلوک موصی کرتا تھا اس سے محروم ہوجائیگا یا وہ موصی کا مقروض ہے اور دین کی ادائی کی طاقت نہیں رکھتا اور موصی سے دین کی خلصی کی امید منقطع ہو جائے گی یا موصی صاحب اثر ہے ، صحت یاب ہونے کے بعد اسکو جیل کرا سکتا ہے تو ایسے حالات میں اگر وارث نے اجازت دی ہو تو اس کو اس اجازت سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا-

مالکیہ کے نزدیک حاملہ عورت ابتداء زمانۂ حمل میں تندرست کے درجہ میں ہوگی اس کو مریض بمرض موت نہیں تصور کیا جائے گا لیکن حمل کے آخری زمانہ میں وہ مریض بمرض موت کا حکم رکھے گی۔[28] زرقانی نے شرح موطا میں امام مالک کے قول کی دلیل میں لکھا ہے کہ عورت کے حمل کا ابتدائی زمانہ چھ ماہ سے قبل زمانہ بشارت ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے'' فبشرناها باسحق و وراء اسحق یعقوب ،، ابتدائی زمانہ حمل کو بشارت قرار دیا گیا ہے، لہذا مرض قرار نہ پائے گا۔ لیکن جب بچہ حمل میں ولادت کے قریب زمانہ کو پہونچ گیا ہے تو فرمایا '' فلما اثقلت دعواللہ ربہما ،، یعنی جب وہ عورت بوجھ دار ہوئی تو ان دونوں نے اپنے رب کو (مدد کے لئے) پکارا ۔ لہذا جب عورت بچے سے ثقل محسوس کرنے لگے تو اب وہ اپنے مال کی تہائی سے زائد میں تصرف نہ کرسکے گی حتی کہ وضع حمل ہوجائے ۔

راقم الحروف کے نزدیک مالکیہ کی یہ رائے درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اول تو حمل ایک فطری عمل ہے دوسرے یہ کہ زمانہ حمل کا خواہ شروع کا ہو یا آخر کا ، مرض سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ دوران حمل عورت کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوگئی ہو جو مرض الموت ہو۔ البتہ راقم الحروف کے نزدیک '' وضع حمل ،، کے اس وقفہ کو جب سے عورت کے درد زہ شروع ہو تولید تک حکماً مرض موت قرار دیا جاسکتا ہے۔

جن امراض میں انسان کو موت کا خوف لاحق ہو وہ (مرض موت) یا مرض مخوف کہلاتے ہیں جیسے کہ طاعون ، قولنج ، نمونیہ ، ناک سے دائمی طور پر جریان خون ، متواتر اسہال کا جاری رہنا ، یا مرض سل کا آخری درجہ میں داخل ہونا ، یا ابتداهی سے فالج کا دورہ یا تپ محرقہ ، کیونکہ یہ امراض ایسے ہیں کہ بالعموم موت ہی ان کا نتیجہ ہوا کرتا ہے، باقی دوسرے معمولی قسم کے امرض مخوف نہیں کہلاتے ، چنانچہ کھجلی (خارش) درد دانت ، درد سر ، معمولی ملیریا ، بخار یا ایک دو یوم کا اسہال یا بغیر خون کی سل یا طویل زمانے کا فالج ، یہ امراض قابل معالجہ ہوتے ہیں۔ ان میں

---

(۲۸) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۱۔
زرقانی، شرح موطا، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۸۰۔

بالعموم موت کا خطرہ لاحق نہیں ہوتا بلکہ صحت و بقا کا امکان غالب ہوتا ہے۔ حاملہ کے پیٹ پر (آخری ایام میں) ضرب لگنے اور خون جاری ہوجانے کے مسئلے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ مرض موت قرار دیا جائےگا، دوسرا یہ کہ نہیں کیونکہ اس سے عموماً عورت صحت یاب ہوجاتی ہے۔ [۲۹] راقم‌الحروف کے نزدیک ایسی حالت میں حاملہ کی کیفیت کے پیش نظر حکم لگانا زیادہ مناسب ہوگا۔

ایسے شخص کے متعلق جو میدان جنگ میں بحالت جنگ ہو، یا سمندر کے طوفان میں گھر گیا ہو، یا ایسے کفار کی قید میں چلا گیا ہو جو قیدی کو یقیناً قتل کردیتے ہوں، یا زنا کی حد میں سنگساری کے لئے لایا گیا ہو، یا حالت جنگ میں جنگ کی صفوں میں دشمن کے مقابل کھڑا کردیا گیا ہو، اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مرض موت کا درجہ ہوگا، بعد اس کے تصرفات ایک تہائی کی حد تک نافذ ہوں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح شخص کا درجہ ہوگا، کیونکہ اس کے جسم میں ایسی کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی جس سے موت کا خوف لاحق ہوگیا ہو۔ اور جو قاتل قصاص کے لئے قتل گاہ میں لایا گیا ہو اس کے متعلق بھی دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جب تک اس کے جسم پر زخم نہ آیا ہو تندرست کے درجہ میں متصور ہوگا، اور کل مال میں اس کا تصرف معتبر ہوگا۔ یہ قول شافعی مذہب میں منصوص ہے۔ لیکن متاخرین علماء نے اس موقع پر دو طریقے اختیار کئے ہیں، ابو اسحاق نے کہا ہے کہ یہ اس قیدی کی مثل ہوگا جو ایسے کفار کے ہاتھوں قید ہوگیا ہو جو قیدی کو قتل کئے بغیر نہیں چھوڑتے، اور دوسرا یہ کہ ایک صحت مند شخص کے درجہ میں ہوگا اس کے تصرف میں ایک تہائی کی حد مقرر نہ ہوگی۔ [۳۰]

راقم‌الحروف کے نزدیک مرض الموت کی حالت میں مالی تصرفات پر جو تحدید عائد کی گئی اسکا اطلاق نہ صرف مرض موت بلکہ ان تمام حالتوں پر کیا جاسکتا ہے جن میں موت کا ظن غالب موجود ہو۔ اسکی بعض مثالیں شافعیہ مسلک کے تحت بیان ہوئی ہیں۔

---

(۲۹) کتاب‌الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۰۷
المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۳۶۔

(۳۰) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۰۸
المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۶۱۔

حنبلیہ :

جو شخص مرض موت میں مبتلا ہو اس کے تمام تبرعاتی تصرفات مثلاً ہبہ ، برأت ذمہ اور ان کے مانند امور اور وصیت ایک تہائی سے زائد میں صحیح نہیں ، اور نہ وارث کے حق میں یہ امور صحیح ہوں گے ، لیکن جو امراض ایسے ہیں کہ ان کا مریض ایک طویل مدت تک زندہ رہتا ہے مثلاً مرض سل ، جذام ، امام حنبل سے اس کے متعلق دو قول منقول ہیں ، ایک یہ کہ کل مال میں وصیت جاری ہوگی ، دوسرا یہ کہ صرف تہائی مال میں وصیت نافذ ہوگی۔ چھ ماہ کی حاملہ عورت کے حمل پر جب دست اندازی کی گئی ہو تو وہ مریض کے درجہ میں ہوگی ، جو شخص جنگ کی صفوں میں شامل ہو ، یا جہاز میں سوار ہو اور جہاز طوفان میں گھر گیا ہو ، یا قصاص کے لئے قتل گاہ میں لایا گیا ہو ، یا ایسے مقام پر ہو، جہاں طاعون پھیل گیا ہو ، ایک قول کے بموجب یہ افراد مریض مرض الموت کے درجہ میں ہوں گے اور دوسرے قول میں صحت مند کے درجہ میں متصور ہوں گے۔ [۳۱] راقم الحروف کے نزدیک پہلا قول قرین صواب ہے۔ کیونکہ اصل علت موت کا خوف ہے جو ان حالتوں میں بھی موجود ہے۔

حنبلیہ کے نزدیک درد دل ، درد جگر ، نمونیہ ، طاعون خواہ اس کے شہر میں پھیل گیا ہو یا وہ بذات خود اس میں مبتلا ہوگیا ہو ، ہیضہ ، قولنج ، تپ دق ، دائمی نکسیر ، مسلسل اسہال (یعنی آنتوں کی دق) ابتداءً فالج کا حملہ ، سل کا آخری درجہ ، یا جس مرض کو دو عادل طبیب مرض موت قرار دیدیں یہ تمام امراض مرض موت کہلاتے ہیں۔ [۳۲]

شیعی فقہ :

شیعی فقہ میں مریض کے تصرفات کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) مؤجلہ (جن کی میعاد مقرر ہو)۔

(۲) منجزہ (فوری) اس پر اجماع ہے کہ مؤجلہ تصرفات کا حکم وصیت

---

(۳۱) المحرر، مجدالدین ابوالبرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، صص ۳۷۷-۳۷۸۔

(۳۲) الاقناع، شرف الدین المقدسی مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۱۴۰۔

کا حکم ہوگا ۔ اسی طرح جبکہ صحت مند شخص اپنے تصرفات کی نسبت موت کے بعد زمانے کی طرف کردے۔

لیکن فوری نافذ ہونے والے تصرفات جیسا کہ چھوٹ دینا ، ہبہ کرنا ، وقف کرنا ، ایسے معاملات میں دو قول ہیں ۔ اول یہ کہ کل مال سے نافذ ہوں گے ، دوسرا یہ کہ محض ایک تہائی میں نافذ ہوں گے ۔ لیکن اس حکم میں دونوں متفق ہیں کہ اگر مریض اپنے مرض سے صحت یاب ہو گیا تو فوری تصرفات خود اس کی اور اسکے ورثاء دونوں کی جانب سے نافذ شدہ متصور ہوں گے اختلاف محض اس صورت میں ہے جب کہ مرض ہی کی حالت میں مریض فوت ہوجائے ۔ [۳۳]

مرض کی تشخیص :

اس مقام پر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان امراض کی تفصیل بیان کردی جائے جن کی بناء پر فقہاء کے نزدیک مریض کے تصرفات صرف ایک تہائی مال کی حد تک نافذ ہوسکتے ہیں ۔

جس مرض سے عموماً موت واقع ہوجاتی ہو وہ مرض موت کہلاتا ہے جیسے دق ، سل یا خون کا جاری رہنا یا سوداثی و دموی امراض میں ورم کا آجانا یا ان کے مانند مہلک امراض ۔

لیکن جن امراض میں صحت یابی کا امکان غالب ہو ان کا حکم صحت کا حکم ہوتا ہے جیسا کہ بخار یا درد سر ، دمہ ، آنکھوں کا آشوب ۔

کچھ امراض ایسے ہوتے ہیں جو دونوں درجوں کی درمیانی حالت رکھتے ہیں جیسا کہ تپ محرقہ ، پیچش وغیرہ ۔ راقم الحروف کے نزدیک دور حاضرمین جب کہ طب بے حد ترقی کرچکی ہے ، مرض کی حالیہ نوعیت کا لحاظ کرنا انسب ہوگا ۔

مرض الموت میں مالی تصرفات پر جو تحدید عائد کی گئی ہے اس کا اطلاق راقم الحروف کے نزدیک بعض ایسی صورتوں پر بھی کیا جا سکتا ہے جو اگرچہ کسی مرض

---

(۳۳) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲٦٤.

سے متعلق نہ ہوں مگر موت کا امکان مرض الموت کی طرح ہو ۔ چنانچہ میدان جنگ میں جنگ کی حالت کا وقت یا دریا میں طوفان کی حالت کے وقت مالی تصرفات کا حکم مرض الموت کا حکم قرار پانا چاہئیے ۔ اگرچہ یہاں کسی مرض کا وجود نہیں ہے لیکن یہاں نتیجہ پر حکم لگایا جائےگا جو ''موت،، ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں یکساں علت یعنی موت کا خوف موجود ہو ۔

ظاہریہ :

ظاہریہ کے نزدیک جو مریض مرض موت میں مبتلا ہو یا قتل کے لئے محبوس کردیا گیا ہو ، یا حاملہ عورت ہو [۳۳] یا مسافر کسی قسم کے سفر میں ہو ان تمام لوگوں کے تصرفات ، ہبہ ، صدقہ ، بیع میں چھوٹ دے دینا ، یا اقرار وصیت ، صحیح اور تندرست انسانوں کی مانند (بغیر کسی فرق کے) نافذ و جاری ہوں گے ۔ [۳۴] اس نقطۂ نظر کی وضاحت مجموعۂ ھذا کی جلد دوم میں ، مریض مرض الموت کی طلاق کے تحت کی گئی ہے ملاحظہ ہو جلد دوم صفحات ۳۲۵ یا ۳۳۸

بحالت مرض الموت زوجہ مطلقہ کے لئے وصیت

۲۱۷ - جب کسی مرض موت کے مریض کی زوجہ مرض کی حالت میں اپنے شوہر سے طلاق بائن کا مطالبہ کرے اور شوہر اس کو طلاق دے دے، بعد ازاں شوہر اس کے حق میں دین کا اقرار کرے یا وصیت کرے، اگر عورت کی عدت میں شوہر کا انتقال ہوجائے تو اس کو میراث یا اقراری دین یا مال موصی بہ میں سے (ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک) جو کم مقدار میں ہوگا وہ دیا جائے گا۔ اگر عدت گذرنے کے بعد شوہر کا انتقال ہوا تو اقراری دین یا مال موصی بہ (ترکہ کی ایک تہائی تک) (جیسی صورت ہو) دیا جائے گا، لیکن اگر عورت کے مطالبہ کے بغیر طلاق دی گئی ہو تو اس کو عدت میں شوہر کی وفات کی صورت میں، میراث کا مکمل حصہ دیا جائے گا ۔

تشریح

مریض بمرض موت کے جن تصرفات میں فقہاء نے اس کو جانبداری سے متہم کیا ہے اور ورثاء کے حق کی حفاظت کو پیش نظر رکھا ہے ان تصرفات

(۳۳) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶ صفحات ۳۸ - ۳۲۵

(۳۴) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۸ - ۳۲۵۔

میں مریض کا بحالت مرض موت اپنی زوجہ کو طلاق دینے کے بعد دوران عدت اس کے حق میں اقرار دین کرنا یا اس کے حق میں وصیت کرنا بھی داخل ہے۔ چنانچہ اگر کسی شخص نے مرض موت کی حالت میں اپنی زوجہ کو طلاق بائن دے دی، اس کے بعد اس کے لئے دین کا اقرار کیا یا کسی قدر مال کی وصیت کی اور اس مرض میں یہ شخص فوت ہوگیا، فقہاء فرماتے ہیں کہ اس موقعہ پر حالات کا جائزہ لینا ہوگا۔ شوہر نے زوجہ کے مطالبہ پر طلاق دی ہے یا بغیر مطالبہ، اگر زوجہ کے مطالبہ پر طلاق دی ہے اور عورت کی عدت پوری ہونے سے قبل شوہر کا انتقال ہو گیا تو ایسی صورت میں عورت کو اس کی میراث اقراری دین یا وصیت میں، جو کم مقدار کا حصہ ہوگا وہ دیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ اتہام ہے جو اس حالت میں شوہر پر لگایا جا سکتا ہے کہ شوہر نے زوجہ کے مطلقہ ہونے کی بناء پر یہ ارادہ کیا ہو کہ زوجہ کو اس کے حصہ میراث کے مقابلے میں قدرے زیادہ مال حاصل ہو، جائے۔ لہذا دونوں نے خفیہ طور پر اس پر اتفاق کیا ہوگا کہ شوہر زوجہ کے حق میں اس قدر دین کا اقرار کرے یا اس کے حق میں وصیت کر دے اور عورت اس سے طلاق کا مطالبہ کر کے طلاق بائنہ لے لے، تا کہ اقراری دین یا وصیت کے مال (موصی بہ) کا حصہ جو میراث کے مقابلے میں زائد ہو، عورت کو مل سکے۔ لہذا اس ناجائز ارادے کے سد باب اور ورثاء کے حق کی حفاظت کے پیش نظر ان حصوں میں سے جو قلیل مقدار کا ہوگا، وہ حصہ دیا جائے گا، کیونکہ اس طرح شوہر پر کسی تہمت کا لگایا جانا ممکن نہ ہوگا، اور یہ حصہ بحیثیت میراث کے نہ ملے گا بلکہ بحیثیت اقرار بالوصیت کے دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ زوجہ ترکے کی متعینہ اشیاء میں ورثاء کی شریک متصور نہ ہوگی۔ لیکن اگر مریض کا انتقال عدت پوری ہونے کے بعد ہوا ہو تو اس صورت میں اقراری دین یا مال موصی بہ (ترکہ کی ایک تہائی کی شرط کے ساتھ) دیا جائے گا، کیونکہ اس وقت عورت اس شوہر سے اجنبی ہو چکی ہے، لہذا وراثت کے حصہ سے تناسب کا تصور قائم نہ ہوگا۔

اگر مریض نے عورت کے مطالبہ کے بغیر اس کو طلاق بائن دی اور عورت کی عدت میں وفات پایا گیا تو اب عورت کو اس کی میراث کا مکمل حصہ دیا جائے گا، خواہ اس کی مقدار کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس حالت

میں یہ تصور کیا جائے گا کہ شوہر اپنی زوجہ کو میراث سے محروم کرنا چاہتا تھا ۔ لہذا اس کی یہ ناجائز خواهش اس کے منہ پر ماردی جائے گی ، اور عورت وارث قرار دی جائے گی۔ اور اگر عورت کی عدت پوری ہونے کے بعد شوہر فوت ہوا تو اب مقربہ یا موصی بہ میں وہ حصہ عورت کو ملے گا جو کم ہو ، کیونکہ وراثت کا تعلق منقطع ہو چکا ہے۔ [۳۵] (مریض کی طلاق کے باب میں اس کے اسباب و علل سے متعلق مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ قوانین اسلام جلد دوم ، دفعہ ۴۰۱ ، طلاق بحالت مرض الموت صفحات ۴۲۵تا ۴۳۸)۔

---

(۳۵) شرح الاحکام الشرعیہ، زید۔ بیانی، کتاب الوصیت مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ع، ج ۲، ص ۳۳۵۔

اٹھائیسواں باب

احکامِ موصی لہ

ت موصی لہ

۲۱۸ - (۱) وصیت کے جواز کے لئے لازم ہوگا کہ موصی لہ حقیقتاً یا حکماً موصی کی موت کے وقت زندہ ہو اور مال وصیت پانے کا اہل ہو۔ اگر موصی لہ موصی سے پہلے فوت ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی، اور موصی بہ میں موصی کے ورثاء کا استحقاق قائم ہو جائیگا، الا یہ کہ موصی کی نیت کچھ اور ہو۔

(۲) اگر وصیت بلا کسی شرط کے صرف دو اشخاص کے حق میں ہو اور وصیت کے وقت ان اشخاص نامزد میں سے ایک شخص مر چکا ہو یا کبھی پیدا ہی نہ ہوا ہو تو دوسرا موصی لہ بشرطیکہ وہ موصی کے وفات کے وقت زندہ ہو، کل شئے موصی بہ کا مستحق ہوگا لیکن اگر دوسرا موصی لہ وصیت کے وقت موجود تھا مگر موصی کی حیات میں فوت ہو گیا تو جس حصہ کی اس کے حق میں وصیت کی گئی تھی وہ موصی کے ورثاء کا حق ہوگا، نہ کہ مرحوم موصی لہ کے ورثاء یا موجود دوسرے موصی لہ کا۔

(۳) اگر دو اشخاص کے حق میں مشترک وصیت کی جائے، اور موصی کی وفات پر معلوم ہو کہ اس میں سے ایک شخص موصی کا وارث ہے اور اس وجہ سے وصیت پانے کا مجاز نہیں تو اس کا حصہ دوسرے موصی لہ کو نہ دیا جائے گا، بلکہ وہ موصی کے ورثاء کا حق ہوگا۔ یہی صورت اس وقت ہوگی جبکہ مشترک موصی لہم میں سے ایک موصی لہ موصی کے قتل کا باعث ہوا ہو یا کسی اور سبب سے شرعاً وصیت پانے کا اہل و مستحق نہ رہے۔

(۴) جبکہ موصی ایسے دو معین موصی لہم کے حق میں وصیت کرے جن میں وصیت کے وقت سے ایک موصی لہ فوت شدہ ہو یا معدوم الوجود ہو تو یہ موصی لہ (یا اس کا کوئی وارث) وصیت کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وصیت کے وقت دونوں موجود ہوں، اس کے بعد موصی کی موت سے قبل کسی ایک کا انتقال ہو جائے یا وصیت کا اہل نہ رہے تو اس کے حق میں وصیت باطل ہوگی۔

تشریح

حنفی فقہ کی رو سے وصیت کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ موصی لہ موجود ہو ۔ اگر موجود نہ ہو تو وصیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ معدوم کے لئے وصیت صحیح نہیں ہوتی ۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی حمل کے لئے وصیت کی گئی اور وصیت کے وقت حمل موجود تھا تو صحیح ہوگی اور اگر موجود نہ تھا تو صحیح نہ ہوگی ۔ بوقت وصیت حمل کے وجود کی علامت یہ ہے کہ موصی کی موت کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں وضع حمل ہو جائے ۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وصیت کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں وضع حمل ہو جائے ۔ اول قول ظاہر روایت پر مبنی ہے ۔

موصی لہ کا موصی کی موت کے وقت زندہ ہونا ضروری ہے ۔ چنانچہ حمل کے لئے وصیت کی صورت میں بچہ مردہ پیدا ہوا تو وصیت نافذ نہ ہوگی ، کیونکہ میت وصیت کا محل نہیں جس طرح کہ میراث کی اہل و محل نہیں ہوتی ۔

یہ بھی ضروری ہے کہ موصی کی موت کے وقت موصی لہ اس کا وارث نہ ہو اگر وصیت کے وقت وارث نہ تھا مگر موصی کی موت کے وقت وارث ہوگیا تب بھی وصیت نافذ نہ ہوگی ، کیونکہ وارث نہ ہونے کی شرط موصی کی موت کے وقت ملحوظ ہوگی وصیت کے وقت کا لحاظ نہ کیا جائے گا ۔ چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے لئے وصیت کی ، جبکہ وصیت کے وقت موصی کا بیٹا زندہ تھا ، لیکن جب موصی کا انتقال ہوا تو بیٹا فوت ہو چکا تھا ، اب بھائی کے لئے وصیت صحیح نہ ہوگی ، کیونکہ نفاذ وصیت کے وقت وہ بھائی موصی کا وارث قرار پا گیا ، اگر چہ وصیت کے وقت نہ تھا ۔ اس کے برعکس اگر بھائی کے لئے وصیت کرنے کے وقت بیٹا موجود نہ تھا لیکن جب موصی کا انتقال ہوا تو بیٹا پیدا ہو چکا تھا ، اس صورت میں بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہوگی کیونکہ اب وہ وارث نہ رہا ۔ البتہ وارث کے حق میں وصیت کرنے کی صورت میں اگر دیگر ورثاء نے وصیت کے اجرا کی اجازت دے دی تو وصیت صحیح ہو

جائے گی کیونکہ ورثاء کے حق کی بنا پر وصیت کو ناجائز قرار دیا گیا تھا اور ورثاء کو اپنا حق ساقط کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ (اس مسئلہ میں تفصیلی بحث آگے آرہی ہے) ۔

موصی لہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔ ایسا مجہول نہ ہو جس کا معلوم ہونا ممکن نہ ہو ۔ البتہ اگر کوئی ایسی صفت بیان کر دی گئی ہو جس سے کسی طرح تعین کرنا ممکن ہو تو وصیت صحیح ہوگی ۔ چنانچہ اگر اس طرح کہا کہ میرے مال کا ایک تہائی حصہ فقراء مسلمین کا ہوگا تو وصیت صحیح ہوگی ، کیونکہ فقر کی صفت تخصیص اور تعیین کے لئے کافی ہے۔ لیکن اگر یہ کہا کہ میرے مال کا ایک تہائی مسلمانوں کا ہوگا تو وصیت عدم تعین کے سبب باطل ہو جائے گی [۱] ۔

کتب فقہ میں موصی لہ سے متعلق شرائط کے ضمن میں ایک شرط یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ موصی لہ غیر مسلم دارالکفر کا رہنے والا نہ ہو ۔ [۱(الف)]

زید الابیانی نے اپنی کتاب شرح الاحکام الشرعیہ میں لکھا ہے کہ ''موصی لہ کے حق میں یہ شرط ہے کہ وصیت کے وقت زندہ ہو خواہ یہ حیات حقیقی ہو یا تقدیری ہو جیسا کہ حمل کے متعلق فرض کر لی جاتی ہے ، کیونکہ چند شرائط کے ساتھ حمل کے لئے وصیت صحیح ہوا کرتی ہے ، بظاہر یہ شرط حیات اس صورت میں ہے کہ جب کسی معین شخص کے لئے وصیت کی جائے ، مثلاً کہا جائے کہ میں فلاں ابن فلاں کے لئے وصیت کرتا ہوں اور ابن فلاں اس نام کا موجود نہ ہو ، لیکن جس صورت میں کہ موصی لہ غیر معین ہو تو ایسے موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط نہ ہوگی ۔ فقہاء نے فرمایا ہے کہ جس صورت میں موصی لہ معین شخص موجود ہو اور مال وصیت پانے کا اہل بھی ہو تو موصی کے ایجاب کی صحت کا مدار یوم وصیت پر ہوگا ، لیکن اگر موصی لہ غیر معین ہو تو اس وقت موصی کے ایجاب کی صحت کا مدار موصی کی موت کے وقت پر ہوگا ۔

---

(۱) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۴۳
المبسوط ، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۲۷، ص ۱۷۷، (ماخوذ)
(۱ الف) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۵ ۔

چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی کی اولاد کے لئے ان کے نام بہ نام وصیت نہ کی اور نہ کسی قسم کا اشارہ دیا تو اس وقت اس اولاد کے حق میں وصیت معتبر ہوگی جو موت کے وقت موجود ہوگی ، خواہ وصیت کے وقت موجود ہو یا نہ ہو ۔ چونکہ موصی لہم غیر معین ہیں لہذا موصی کی موت کے وقت جن کا وجود ہوگا وہی مراد ہوں گے ، لیکن اگر موصی نے کسی کی اولاد کے نام کا ذکر کر دیا یا ان کی طرف اشارہ کرکے کہا تو وصیت کے وقت ان کا موجود ہونا شرط ہوگا ، اگر وصیت کے وقت یہ موجود موصی لہم (جنکا نام لے کر وصیت کی گئی ہے) موصی کی موت سے قبل فوت ہو جائیں تو وصیت باطل ہو جائے گی ، اگر چہ اس شخص کی دوسری اولاد موجود ہو ۔

مالکی مسلک :

مالکیہ کے نزدیک مسجد کے لئے وصیت کرنا صحیح ہے ، وصیت کا مال مسجد کی ضروریات پر صرف کیا جائے گا ۔ مالکیہ کے نزدیک ایسے شخص کے لئے وصیت کرنا صحیح ہوگا جس کے متعلق موصی کو یہ علم تھا کہ وہ شخص فوت ہو چکا ہے ایسی صورت میں وصیت کا مال موصی لہ کے ورثاء کا حق ہوگا ، لیکن اگر موصی لہ کی موت کا علم موصی کو نہ تھا تو اس وقت وصیت باطل ہو جائے گی ، اور وصیت کا مال موصی کے ورثاء کا ہوگا ۔[۳] یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ یہ بات اوپر کے بیانات کے مخالف ہے کہ موصی لہ کا وصیت کے وقت وجود لازمی ہے ۔ دراصل مالکیہ کے نزدیک موصی لہ کی موت کا علم ہوتے ہوئے موصی کا اس کے حق میں وصیت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ میت کے ورثاء کے لئے وصیت کر رہا ہے ۔ اس کے برخلاف حنفیہ ، شافعیہ اور حنبلیہ دونوں صورت میں موصی لہ کی حیات کو لازمی شرط قرار دیتے ہیں اور موصی کے علم یا عدم علم کی بنیاد پر وصیت کے صحیح یا باطل ہونے کے حکم کا مدار نہیں رکھتے ۔ راقم الحروف کے نزدیک ائمہ ثلاثہ کا مسلک منطقی طور پر صحیح ہے ۔

---

(۲) شرح الاحکام الشرعیۃ، زید الابیانی، مطبوعہ مصر، تحت دفعہ ۵۳۱

(۳) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع آبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷

حنبلی مسلک :

ہر وہ شخص موصی لہ ہو سکتا ہے جس میں شرعاً مال کے مالک بننے کی صلاحیت موجود ہو ، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم ، بشرطیکہ یہ غیر مسلم معین ہو ، اگر چہ مرتد یا حربی ہی کیوں نہ ہو ۔ دراصل مرتد کے متعلق امام احمد کے دو قول منقول ہیں ایک یہ ہے کہ مرتد کے حق میں وصیت صحیح نہ ہوگی ۔ لیکن اگر غیر مسلم معین نہ ہو بلکہ عام عبارت سے اس کو تعبیر کیا گیا ہو ، مثلاً یہود ، یا نصاری ، کے لفظ کو استعمال کیا گیا ہو تو ان کے حق میں وصیت صحیح نہ ہوگی ۔ اسی طرح گرجا ، آتش کدہ ، کتب تورات و انجیل کے نسخوں کی غیر مسلم کے حق میں وصیت صحیح نہ ہوگی ۔ ۴ کیونکہ شرعاً مسلم کے لئے غیر مسلم کے حق میں ان کی تملیک (مالک بنانا) صحیح نہیں ہے ۔

اگر موصی نے تردیدی عبارت سے وصیت کی مثلاً یہ کہا کہ ان دو شخصوں میں سے کسی ایک کو میرے مال کی ایک تہائی دی جائے ، اس صورت میں امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں ، اول یہ کہ وصیت صحیح نہ ہوگی ، دوم یہ کہ صحیح ہوگی ۔ ۵ راقم الحروف کے نزدیک اگر ایک زندہ شخص اور ایک مردہ شخص کے لئے وصیت کی اور مردہ کے فوت ہونے کا علم نہ تھا یا علم تھا تو ہر دو صورت میں مردہ شخص کے بارے میں وصیت باطل ہوگی ۔ ۶ مالکیہ مسلک اس مسئلہ میں علم ہونے پر وصیت کو صحیح اور علم نہ ہونے کی صورت میں باطل قرار دیتا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ۔ راقم الحروف کے نزدیک حنبلی نقطہ نظر صحیح معلوم ہوتا ہے ۔

شافعی مذہب :

جن موصی لہم کی تعیین ممکن ہو اور ان کو معین نہ کیا جائے ان کے حق میں وصیت صحیح نہ ہوگی ۔ لہذا اگر کسی شخص نے یہ کہہ کر وصیت

---

(۴) المحرر فی الفقہ، مجدالدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۳
الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۶

(۵) المحرر فی الفقہ، مجدالدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۳

(۶) المحرر فی الفقہ، مجد الدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۴

کی کہ میں اپنے اس غلام کی ان دو شخصوں میں سے ایک کے لئے وصیت کرتا ہوں تو وصیت صحیح نہ ہوگی ، کیونکہ تملیک غیر معین ہے۔ ۷

شیعی مسلک :

شیعی مسلک مین بھی موصی لہ کا موجود ہونا لازمی ہے۔ معدوم کے لئے وصیت صحیح نہ ہوگی مثلاً یہ کہ کسی مردہ شخص کے لئے وصیت کی جائے یا اسے موجود تصور کیا گیا ہو حالانکہ وصیت کے وقت موصی لہ فوت ہو چکا تھا ، یا یہ وصیت کی جائے کہ فلاں عورت جب حاملہ ہو تو اس کے حمل کے لئے وصیت کرتا ہوں یا فلاں کی اولاد کے لئے جو آئندہ وجود میں آئے ۔ ۸

شیعہ امامیہ کا یہ نقطہ نظر مذاہب اربعہ کے خلاف ہے ۔ اگر یہ کہہ کر وصیت کی جائے کہ میں فلاں کی اولاد کے لئے وصیت کرتا ہوں جو آئندہ وجود میں آئے ، اگر چہ وصیت کے وقت اس کی کوئی اولاد موجود نہ تھی مگر موصی کی وفات کے وقت موجود تھی یا بچہ حمل میں تھا ، جو موصی کی وفات کے بعد پیدا ہوا تو ہر صورت میں ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کو وصیت کا مال ملے گا ، جب کہ شیعہ امامیہ کے نزدیک وصیت کے وقت موصی لہ کا وجود خواہ حقیقی ہو یا حکمی ، لازمی ہوگا ۔ راقم الحروف کے نزدیک ائمہ اربعہ کا مذہب قابل ترجیح نظر آتا ہے ۔

مصر کا قانون :

دفعہ ٦ ۔ موصی لہ کے حق میں یہ شرط ہوگی :

(الف) کہ وہ معلوم ہو ،

(ب) یہ کہ وصیت معینہ کی صورت میں وصیت کے وقت موجود ہو ،

اگر وصیت معین نہ ہوئی تو ایسی صورت میں وصیت کے وقت موجود ہونا یا موصی کی موت کے وقت موجود ہونا شرط نہ ہوگا ، لیکن اس میں دفعہ ۲۰ کے حکم کو ملحوظ رکھا جائے گا ۔

---

(۷) المہذب، فقہ شافعی، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۸

(۸) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت القسم ثانی، ص ۲۶۲

دفعہ ۲۶ ۔ محدود موصی لہم معدوم یا بعض موجود و بعض معدوم کے لئے معینہ اشیاء کی وصیت صحیح ہوگی اگر موصی کی موت کے وقت موصی لہم میں سے کوئی موجود نہ ہوا تو سال موصی بہ اس کے ورثاء کا شمار ہوگا ، لیکن اگر کسی کا وجود نہ ہوا تو موصی بہ موصی کے ورثاء کی ملکیت ہوگا ۔

اور اگر موصی کی موت کے بعد کوئی موصی لہ موجود ہوا یا اس کے بعد وجود میں آگیا تو موصی بہ اس کی ملک ہوگا ، حتی کہ کوئی اور موصی لہ وجود میں آئے (یا حاضر) ہو تو وہ اس کا شریک ہوگا ۔ اور ہر وہ موصی لہ جو وجود میں آتا جائے گا سابقہ موصی لہم کے ساتھ آمدنی حاضرہ میں شریک ہوتا چلا جائے گا ، یہاں تک کہ آئندہ موصی لہ کے وجود کی امید منقطع ہو جائے چنانچہ معین موصی بہ اور اس کی آمدنی (منفعت) تمام موصی لہم کے لئے ہوگی اور جو ان میں سے وفات پائے گا اس کا حصہ اس کے ورثاء کا حق ہوگا ، جو ان کے حق میں ترکہ متصور ہوگا ۔

دفعہ ۲۷ ۔ جب کہ وصیت ان موصی لہم کے لئے کی گئی ہو جن کا دفعہ ۲۶ میں بیان ہوا ہے ، اور یہ وصیت محض منافع کی ہو ، پھر موصی لہم میں سے کوئی موصی کی وفات کے وقت موجود نہ ہو ، تو یہ منافع موصی کے ورثاء کا حق ہوگا ۔

لیکن اگر موصی کی وفات کے وقت کوئی موصی لہ موجود ہوا یا اس کے بعد وجود میں آگیا ، تو اب یہ منفعت اس کا حق ہوگی ، اور ان تمام مستحق موصی لہم کا جو اپنی آخری حد تک وجود میں آتے رہیں گے حتی کہ ان کی تعداد ختم ہو جائے ۔ ان کے بعد موصی کے ورثاء کا حق ہوگا ، اور جب موصی لہم کے وجود سے مایوسی پیدا ہو جائے تو یہ منفعت موصی کے ورثاء کی طرف رجوع کرے گی ۔

دفعہ ۲۸ ۔ جب ایک فرد کے ماسوا اور کوئی موصی لہم میں سے وجود میں نہ آئے (یا حاضر نہ ہو) تو یہ فرد واحد کل آمدنی یا معین شئ کا مستحق قرار پائے گا ، الا یہ کہ موصی کی عبارت یا کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو یہ بتلاتا ہو کہ موصی نے تعدد حصص کا ارادہ کیا تھا ، تو اس حالت میں یہ فرد

واحد محض اپنے حصہ کا مستحق ہوگا ، اور باقی موصی کے ورثاء کا حق ہوگا ، اور معین موصی بہ کو موصی لہ موجود اور موصی کے ورثاء کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا ، جب کہ مزید موصی لہم کے وجود سے مایوسی ہوگئی ہو ۔

دفعہ ۲۹ ۔ جب کہ منافع کی وصیت دو طبقوں سے زیادہ کے لئے کی گئی ہو تو محض اول دو طبقوں کی حد تک صحیح متصور ہوگی ، پس اگر طبقوں میں ترتیب کی وضاحت کر دی گئی ہو تو دوسرا طبقہ وصیت کا اس وقت مستحق ہوگا جب کہ اول طبقہ کے موصی لہ کے وجود سے مایوسی لاحق ہو جائے ، مع رعایت ان احکام کے جو سابقہ دو دفعات میں بیان کئے گئے ہیں ۔ اور جب دونوں طبقے ختم ہو جائیں گے تو معین موصی بہ ترکہ قرار پا جائے گا ، الا یہ کہ موصی نے ان کے بعد دوسرے لوگوں یا امور کے حق میں وصیت کی ہو ۔

دفعہ ۳۰ ۔ غیر محدود موصی لہم کے حق میں بھی وصیت صحیح ہوگی ، اور اس وصیت کے مستحق عام افراد ہوں گے ۔ موصی لہم کے درمیان موصی بہ کی تقسیم کا کام وصیت نافذ کرنے والے کی رائے پر مبنی ہوگا ، بغیر اس کے کہ اس کو تعمیم یا مساوات کا پابند کیا جائے ۔

اور جس شخص کو وصیت کے نافذ کرنے کا حق ہے وہ وصی مختار ہے یا وہ جماعت جس کو اس نے مقرر کیا ہو ۔

دفعہ ۳۱ ۔ جب کہ ایک محدود گروہ کے لئے وصیت کی گئی ہو ، اور ایسی عبارت سے جو ان تمام افراد کو شامل ہو اور ناموں کے ذریعہ ان کا تعین نہ کیا گیا ہو ، اور ان میں بعض موصی لہم موصی کی موت کے وقت وصیت کے اہل نہ ہوں تو ایسی حالت میں تمام مال موصی بہ دوسرے موصی لہم کا حق ہوگا ، لیکن دفعات ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸ اور ۲۹ کے احکام کی رعایت کرنا لازم ہوگا ۔

دفعہ ۳۲ ۔ جب کہ وصیت معین افراد اور ایک جماعت میں یا کسی ایک جہت میں یا جماعت اور کسی ایک جہت یا ان کے درمیان مشترک ہو ، تو ان حالات میں ہر معین اور جماعت محدودہ کے ہر فرد اور جماعت غیر محدود کے مجموعے اور ہر جہت کے لئے موصی بہ کا ایک حصہ وصیت متصور ہوگا ۔

دفعہ ۳۳ - جب کہ ترکہ میں معین افراد کے لئے وصیت کی گئی ہو اور یہ موصی لہم ایسے ہوں جو کہ موصی کی موت کے وقت موصی لہم ہونے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں تو موصی بہ موصی کا ترکہ شمار کیا جائے گا (یعنی اس کے ورثاء میں قابل تقسیم ہوگا) -

دفعہ ۳۴ - جب کہ معین موصی لہم یا جماعت کے حق میں وصیت باطل قرار پائے جائے تو موصی بہ کی یہ مقدار میت کے ترکے کی جانب (بغرض تقسیم مابین ورثاء موصی) رجوع کر جائے گی ، اور میت کے ورثاء دیگر اصحاب وصایا کے ساتھ ، جب کہ وصیت کا مال کم ہو ، اندازہ کرکے اپنا حق لے لیں گے - ۱۰

شام کا قانون :

دفعہ ۲۱۲ - موصی لہ کے لئے ذیلی امور شرط ہوں گے :

(الف) یہ کہ معین ہو ،

(ب) یہ کہ بصورت معین ہونے کے وہ موصی کی وصیت اور اس کی موت کے وقت موجود ہو -

دفعہ ۲۳۰ - (الف) جب کہ موصی لہ موصی کی موت کے وقت حیات ہو تو موصی کی موت کے وقت ہی سے موصی بہ کا مالک متصور ہوگا ، بشرطیکہ موصی نے اپنی موت کے بعد استحقاق کا کوئی وقت مقرر نہ کیا ہو -

(ب) مرنے کے وقت موصی بہ کے موجودہ زوائد موصی لہ کی ، بغیر اعتبار وصیت ، ملکیت ہوں گے ، اور موصی لہ پر استحقاق کے وقت سے موصی بہ کے تمام اخراجات لازم آجائیں گے -

دفعہ ۲۳۱ - (الف) موصی لہ معین معدوم یا بعض معدوم و بعض موجود کے حق میں وصیت (جب کہ شمار میں آسکتے ہوں) صحیح ہوگی - اگر موصی کی موت کے وقت موصی لہم کا کوئی فرد موجود نہ پایا گیا ، تو وصیت کی آمدنی

---

(۱۰) قانون الوصیت، مصر، مجریہ ۱۹۴۶ء

موصی کے ورثاء کا حق ہوگا ، اور جب کہ موصی لہم کے وجود سے قطعی ناامیدی ہو جائے تو معین موصی بہ موصی کے ورثاء کی ملکیت ہوگی ۔

(ب) اگر موصی کی موت کے وقت کوئی موصی لہ موجود پایا گیا ، یا اس کے بعد وجود میں آگیا ، تو آمدنی اس کا حق ہوگا ، اور اس کے بعد جو موصی لہ وجود میں آتا جائے گا موصی بہ میں اس کا شریک ہوگا ۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک آئندہ موصی لہ کے وجود سے امید منقطع ہو ۔ اب شیٔ کی ذات اور آمدنی محض موجود موصی لہم کی ملکیت ہوں گی جو ان کے فوت ہونے کے بعد ان کا اپنا مال متروکہ متصور ہوگا ۔

(ج) اگر صرف منافع کی وصیت کی گئی ہو توجو موصی لہم موصی کی موت کے وقت یا اس کے بعد موجود ہوگا وہ اس منفعت کا مستحق ہوگا اور موصی لہم کے وجود سے نا امیدی کی صورت میں معین موصی بہ کو موصی کے ورثاء کی جانب لوٹا دیا جائے گا ۔

دفعہ ۲۳۲ ۔ (الف) اولادکی اولاد کے حق میں محض ایک طبقہ کی حد تک وصیت صحیح ہوگی۔

(ب) اول طبقہ کے منقطع ہو جانے پر موصی بہ موصی کے ترکے میں شامل ہو کر موصی کے ورثاء کا حق ہو گا ، الا یہ کہ موصی بہ کے کل یا بعض حصہ کی اس کے بعد کسی دوسرے کے حق میں وصیت کر دی گئی ہو ۔

دفعہ ۲۳۳ ۔ (الف) غیر محدود افراد کے حق میں وصیت صحیح ہوگی ۔ اور ان میں جو افراد محتاج ہوں گے نفاذ میں پہلے مستحق ہوں گے اور ان پر تقسیم اس شخص کی رائے کے سپرد ہوگی جس کو وصیت کے نفاذ کا حق ہوگا ۔ وہ ان تمام افراد میں بطور عموم یا مساوات تقسیم کا پابند نہ ہوگا ۔

(ب) جس کو وصیت کی تنفید کا حق ہوگا وصی مختار کہلائے گا اس کے نہ ہونے کی صورت میں حاکم مجاز ہوگا یا جس کو اس نے اس کے لئے مقرر کیا ہو ۔

دفعہ ۲۳۴ ۔ جب کہ وصیت محدود افراد کے حق میں بلفظ عام کی گئی

ہو اور نام بنام تعین نہ کیا گیا ہو اور ان میں سے بعض موصی کی موت کے وقت وصیت کے اہل نہ ہوں تو باقی افراد اس فصل کے احکام کے مطابق تمام وصیت کے مستحق ہوں گے۔

دفعہ ۲۳۰ - جب کہ وصیت معین افراد یا جہت کے حق میں یا جماعت اور جہت کے حق میں یا ان تمام کے حق میں مشترک ہو تو ہر شخص معین یا جماعت محدودہ کے ہر فرد کے حق میں یا غیر محدود جماعت کے تمام افراد کے حق میں یا بیان کردہ جہت کے حق میں وصیت کا حصہ مقرر کیا جائے گا۔ [۱۱]

عدالتی فیصلے :

ایک مسلمان اس امر کا مجاز ہے کہ علی الترتیب ایک سے زائد موصی لہم کے حق میں وصیت کرے۔ [۱۲]

عدالت عالیہ لاہور نے بمقدمہ چنو بائی بنام محمد ریاض قرار دیا کہ قانون مسلمان موصی لہ کے وجود کے بارے میں وصیت سے مستفید ہونے کے دو قاعدے رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ وصیت کئے جانے کے وقت حقیقی یا حکمی طور پر زندہ ہو۔ حکمی حیات کے معنی یہ ہیں کہ وہ وصیت کے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو جائے اور دوسرا یہ کہ وہ موصی کی وفات کے وقت زندہ موجود ہو۔ یہ دونوں قاعدے دو مختلف صورت حالات سے متعلق ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے مکمل طور پر مطابقت رکھتے ہیں۔ شرع اسلام میں، جیسا کہ دوسرے قوانین میں بھی ہے، ایک وصیت عام طور پر موصی کے انتقال کے فوراً بعد نافذ العمل ہوتی ہے اور اسی بناء پر ایک مسلمان کی وصیت کہ فلاں فلاں کے بچے فلاں فلاں جائداد پائیں گے، موصی کی وفات کے بعد نافذ ہو جاتی ہے، بشرطیکہ وصیت کی شرائط یا اس کا کوئی حصہ کسی وجہ سے ناجائز نہ ہو،، ۔ اس مقدمہ میں وصیت کسی حمل کے حق میں نہ تھی بلکہ اس بچے کے حق میں

(۱۱) قانون الاحوال الشخصیہ سوریہ، احکام الوصیۃ

(۱۲) فضل نور بنام کرم نور، پی ایل ڈی، ۱۹۵۶ ع، لاہور، ص ۷۷۳
اے آئی آر ۱۹۳۲ء، پریوی کونسل، ۱۴۷
۶۵ آئی اے ص ۶۲

تھی جو موصی کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہو لہذا یہ شرط کہ بچہ وصیت کے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو ، نافذ نہ ہوگی ۔ اور وصیت موصی کی بیٹی کے بیٹے کے حق میں جو موصی کی وفات سے قبل پیدا ہو چکا تھا ، نافذ ہوگی '' ۱۳

نامزدگی برائے پراویڈنٹ فنڈ :

کراچی کے ایک مقدمہ مقدر خان بنام برماشیل میں جسٹس وحیدالدین احمد نے قرار دیا کہ ایک ملازم کا براویڈنٹ فنڈ اس کی موت پر بلا تنازعہ اس کا ترکہ شمار ہوگا اور مرحوم کا اپنی حیات میں کسی کو بعد مرگ فنڈ وصول کرنے کے لئے نامزد کر دینا وصیت کے مساوی نہ ہوگا اور نہ نامزد کے حق میں اس کو ہبہ یا ٹرسٹ کہا جائے گا ۔ ایک مسلمان مرد جس نے اپنے پیچھے بیوہ ، بیٹے، بیٹی اور بھائی کو چھوڑا ، بھائی بحیثیت نامزد یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ مرحوم نے اس کے حق میں فنڈ کی وصیت کی تھی ۔ ۱۴

نامزدگی برائے بیمہ :

راقم الحروف کے نزدیک کسی مخالف قانون کی غیر موجود گی میں ، یہی صورت بیمہ پالیسی کے بارے میں بھی قرار دی جا سکتی ہے ، کہ نامزد شخص در اصل اس روپیہ کو بیمہ کمپنی سے وصول کرنے کا حق رکھتا ہے محض نامزدگی کی بناء پر وہ اس میں مالکانہ تصرف کا مجاز قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ اس کا یہ اختیار وصولی کمپنی اور مرحوم کے ورثاء کے درمیان کمپنی کو تنازعہ سے محفوظ رکھنے اور آسانی پیدا کرنے کی غرض سے ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے ، لیکن جہاں تک شخص نامزد (وصول کنندہ) اور مرحوم کے ورثاء یا موصی لہم کا تعلق ہے اس کے تصفیہ کے لئے ایک مسلمان کے شخصی قانون وصیت و وراثت کی طرف رجوع کیا جائے گا ، جس کا کہ بوقت مرگ وہ پابند تھا ۔ ایسی صورت میں نامزد شخص کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک '' امین '' کی قرار دی جا سکتی ہے باین اختیار کہ مرحوم کی جو امانت یا دین کمپنی یا حکومت کے پاس محفوظ یا ان کے ذمہ واجب ہے ، ان سے وصول کر سکے اورکمپنی یا سرکاری ادارہ

---

(۱۳) پی ایل ڈی' ۱۹۵۶ع لاہور' ص ۴۸۶

(۱۴) پی ایل ڈی' ۱۹۶۸ کراچی' ص ۵۲۳

وفات اور نامزدگی کے ثبوت کے بعد اس شخص نامزد کو متوفی کی وہ امانت یا دین ادا کر دے۔ اسی طرح در اصل خود کمپنی یا ادارہ کا تحفظ منظور ہوتا ہے کہ رقم مرحوم کے نامزد شخص کو ادا کی گئی ہے، بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ مرحوم کا وارث یا موصی لہ تھا یا نہیں۔ اس طرح کمپنی یا سرکاری ادارہ نامزدگی کی موجودگی میں ورثاء یا موصی لہم کے دعوی کے خلاف ایک مضبوط دفاعی بنیاد حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن جہاں تک اس وصول کردہ سرمایہ کا ورثاء اور موصی لہم کے درمیان تقسیم ہونے کا مسئلہ ہے، یہ نامزدگی ہبہ یا وصیت کا حکم نہیں رکھتی بلکہ ترکہ حسب قانون شرع واجب التقسیم ہو گا۔ البتہ اگر شخص نامزد وارث نہیں ہے اور اس نامزدگی کے ذریعہ موصی نے اس کے حق میں مالکانہ تصرف کا بطور وصیت قطعی اور بدیہی طور پر اظہار کیا ہے تو اس صورت میں اس کے حق میں قانون وصیت کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

عدالت عالیہ مغربی پاکستان کراچی کی بنچ نے جو جسٹس ایم آر کیانی اور جسٹس الٰہی بخش خسانی پر مشتمل تھی بمقدمہ کریم بنام حنیفہ مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۷۰ء کراچی ۶۸۳ قرار دیا کہ بمبئی کواپریٹو سوسائٹیز ایکٹ ۱۹۲۵ء کی دفعہ ۲۷ کے تحت جو شخص ممبر کے مفادات کو وصول کرنے کے لئے نامزد کیا جاتا ہے محض ناظم یا وصی نہیں ہوتا جو متوفی ممبر کے ورثاء کی طرف سے جائداد کو اپنے قبضہ میں لے، بلکہ وہ اس کا خود ہی بلا شرکت غیرے مالک ہوتا ہے۔ اس فیصلہ میں ایک مقدمہ ہدایت اللہ بنام مسماۃ رحیماً مندرجہ اے۔ آئی۔ آر ۱۹۳۰ء ص ۳۷ سے اختلاف کیا گیا ہے۔

تجویز

اس سے قطع نظر کہ یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط، کواپریٹو سوسائٹیز ایکٹ ۱۹۲۵ء کی وہ دفعہ جس کی تعبیر کے نتیجے میں فاضل ججان نے یہ رائے قائم کی ہے مسلمانوں کے شخصی قانون ہبہ وصیت اور وراثت سے متصادم ہے۔ لہذا یہ تجویز کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ کواپریٹو سوسائٹیز ایکٹ کی مندرجہ بالا دفعہ میں اس طرح ترمیم کی جانی چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے شخصی قانون ہبہ وصیت و وراثت سے متصادم نہ

ہو - اسی نقطہ نظر کے تحت انشورنش ایکٹ ۱۹۳۸ء پراویڈنٹ فنڈ ایکٹ ۱۹۲۵ء پر بھی نظر ثانی اور مناسب ترمیم کی ضرورت ہے -

امور خیر کے لئے وصیت

۲۱۹ - مساجد، مدارس، مسافرخانوں، خانقاہوں، خیراتی اداروں نیز ہر قسم کے امور خیر و اعمال صالح کے لئے وصیت جائز ہوگی -

تشریح

شرع اسلام میں اس امر کی پوری گنجائش ہے کہ امور خیر و اعمال صالح کے لئے وصیت کی جائے - چنانچہ مساجد اور مدارس یا مسافر خانوں اور خانقاہوں کے لئے وصیت جائز ہوگی اور وصیت کا مال ان کی تعمیر، فقراء کے نان و نفقہ وغیرہ پر خرچ کیا جائے گا - اسی طرح ہر قسم کے اعمال صالح و امور خیر کے لئے بھی وصیت صحیح متصوز ہوگی - مثلاً پل کی تعمیر، مساجد کی تعمیر یا دیگر ضروری سامان کی فراہمی، طلبہ کے وظائف، کتب خانوں کا قیام وغیرہ - یہ امور اگر چہ ایسے ہیں جن میں کسی کی مخصوص تملیک نہیں ہوتی لیکن ان کے حق میں ان کے مفاد میں صرف کرنے کی حیثیت سے وصیت صحیح ہوگی - اسی لئے اس میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے - ۱۵

حنبلی فقہ کی رو سے اگر امور خیریہ کی وصیت کی ہو تو جو امور قربت خداوندی کا درجہ رکھتے ہیں ان میں وصیت نافذ ہوگی اور ان سب میں جہاد میں صرف کرنے کو مقدم کیا جائے گا - ۱۶

صدقہ کی وصیت، نفلی حج کی وصیت سے افضل ہے - ۱۷

شیعی فقہ میں اگر کوئی مسلم فقراء کے لئے وصیت کرے تو یہ اس کے ہم ملت فقراء کے لئے ہوگی، لیکن اگر موصی لہ فقراء غیر مسلم ثابت ہوئے تو موصی کے خاندانی فقراء کے حق میں وصیت شمار ہوگی - اگر فی سبیل اللہ صرف

---

(۱۵) المیزان الکبری، علامہ شعرانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۰۸
فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ ہند، ج ۴ ص ۲۲۵-۲۲۶ (ماخوذ)

(۱۶) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۰

(۱۷) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۱

کرنے کی وصیت کی ہو تو ایسے امور میں صرف کیا جائے گا جن میں اجر ملتا ہو ۔ ایک قول یہ ہے کہ غازیوں کے لئے مخصوص ہوگی لیکن پہلا قول صحیح ہے ۔ [۱۸]

مصری قانون :

دفعہ ۷ ۔ عبادت گاہوں کی تعمیرات وغیرہ ، اور تعلیمی اداروں کی عمارتوں ، اور مصالح عامہ اور ان امور کی عمارتوں کی اصلاح و دیگر مصالح پر صرف کرنے یا غریب طلباء پر صرف کرنے و دیگر اسی قسم کے امور کی وصیت صحیح ہوگی ، بشرطیکہ عرف یا دیگر کسی دلیل نے مصرف متعین نہ کر دیا ہو۔ اور اللہ تعالی یا اعمال خیر کے لئے بغیر کسی جہت کے تعین کے وصیت صحیح ہوگی اور اس حالت میں (وصیت کا مال) امور خیر میں صرف کیا جائے گا ۔

دفعہ ۸ ۔ اگر امور خیر میں سے کسی ایسی معینہ جہت کے لئے وصیت کی گئی ہو جو کسی آنے والے زمانے میں وجود میں آئے تب بھی وصیت صحیح ہوگی ، لیکن اگر ان امور کا وجود نا ممکن قرار دیا گیا ہو تو وصیت باطل ہو جائے گی ۔ [۱۹]

تونس کا قانون :

دفعہ ۷۳ ۔ عبادت گاہوں اور قانونی اداروں کے لئے وصیت صحیح ہوگی ۔ [۲۰]

شام کا قانون :

(الف) وصیت اللہ تعالی کے لئے اور تمام خیری امور کے لئے صحیح ہوگی اگر چہ خیر پر صرف کرنے کی جہت متعین نہ کی گئی ہو ۔

(ب) عبادت گاہوں ، خیری و تعلیمی اداروں اور عوام کے تمام بہبودی و اصلاحی اداروں کی تعمیر یا اصلاح و مرمت اور فقراء اور اسی قسم کے دیگر

---

(۱۸) شرائع الاسلام، ابو جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت القسم الثانی، ص ۲۶۳

(۱۹) قانون الوصیت، مصر مجریہ ۱۹۴۶ء

(۲۰) قانون الوصیت، تونس

امور خیر کے لئے وصیت کرنا صحیح ہوگا ، بحالت عدم تعین جہت عرفاً یا بقرائن متعین کی جا سکے گی ۔

دفعہ ۲۱۹ - امور خیر میں سے کسی معین عمل خیر کی وصیت جو آئندہ زمانے کی طرف منسوب ہو صحیح ہو گی اگر یہ امر مستقبل میں متعذر ہو گیا تو جو امر اس کی مشابہت کے اعتبار سے اس کے زیادہ قریب ہوگا وہ وصیت کا مصرف قرار دیا جائے گا ۔ ۲۱

وصیت بحق وارث

۲۲۰ - (۱) وارث کے حق میں وصیت دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی مگر لازم ہوگا کہ اجازت موصی کی موت کے بعد دی گئی ہو اور اجازت دینے والے ورثاء اس کے اهل ہوں۔

(۲) وارث کا وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہوگا نہ کہ وصیت کرنے کے وقت۔

(۳) اجازت دینے والے ورثاء کو اجازت دینے کے بعد اس سے رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اگر بعض ورثا ء نےاجازت دی اور بعض نے نہ دی تو اجازت دینے والوں کے حصص کے بقدر وصیت نافذ ہوگی اور اجازت نہ دینے والے ورثا ء کے حصص کے بقدر وصیت باطل قرار پائے گی ۔

مگر لازم ہے کہ وصیت کسی اجنبی (غیر وارث) کے حق میں کوئی امر مانع نہ ہونے کی صورت میں ، وارث کی اجازت پر موقوف نہ ہوگی ، البتہ اگر تہائی سے زائد کے لئے ہو تو اس زائد مقدار کی حد تک وصیت کا نفاذ ورثا ء کی اجازت پر موقوف ہوگا ، بشرطیکہ ورثا ء تبرع کے اهل ہوں اور اجازت موصی کی وفات کے بعد دی گئی ہو۔

استثناء: موصی کے شیعہ ہونے کی صورت میں وصیت بحق وارث ایک تہائی کی حد تک بلا اجازت دیگر ورثاء جائز و نافذ ہوگی۔

تشریح

موصی کے ذمہ دین کی ادائی کے بعد دیکھا جائے گا کہ وصیت اجنبی کے حق میں کی گئی ہے یا وارث کے حق میں ۔ اگر وارث کے حق میں کی گئی ہو تو

---

(۲۱) قانون الاحوال الشخصیہ' سوریہ

ورثاء کی اجازت کے بغیر وصیت نافذ نہ ہوگی ، خواہ وصیت ترکہ کی مقدار کے ایک تہائی سے کم ہو ۔

اس کی بنیاد حضور (صلعم) کی حدیث " ان اللہ قد اعطی کل ذی‌حق حقہ الا لاوصیۃ لوارث " [۲۱ (الف)] نیز یہ حدیث "لا وصیۃ اوارث الا ان یشاء الورثۃ" [۲۱ (ب)] ہے کہ تحقیق اللہ تعالی نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا ، اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ۔ " نیز " وارث کے لئے وصیت نہیں الا یہ کہ ورثاء اجازت دیں ۔ "اگر کسی وارث کے حق میں دیگر ورثاء کی بغیر اجازت وصیت کو جائز قرار دیا جائے تو وہ ورثاء جن کے حق میں وصیت نہ کی گئی ہو ، نقصان میں رہیں گے اور ان کو ضرر لا حق ہوگا ، کیونکہ موصی لہ وارث دیگر ورثاء کے مقابلہ میں ترکہ کے اس حصہ سے ، جو خدائے تعالی نے اس کے لئے مقرر کیا ہے ، زائد حاصل کرلے گا جو قطع رحمی اور باھمی معاشرت میں فساد کا موجب بن سکتا ہے ۔ لیکن اگر وارث کے حق میں وصیت کے نفاذ کو دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف رکھا جائے تو باھمی تعلق کا انقطاع و فساد لازم نہیں آتا بلکہ صلہ رحمی اور باھمی الفت قائم رھتی ہے اور بغض و عداوت پیدا نہیں ہوتی ۔

جہاں تک اجازت کا تعلق ہے ، شرعاً وہ اجازت قابل اعتبار ہوگی جو موصی کی موت کے بعد دی گئی ہو ۔ موصی کی زندگی میں جو اجازت دی گئی وہ قابل اعتبار نہ ہوگی ۔ چنانچہ اگر ورثاء نے موصی کی زندگی میں کسی وارث کے حق میں وصیت کرنے کی اجازت دے دی اور موت کے بعد منع کر دیا تو وصیت نافذ نہ ہو سکے گی ، لیکن اگر موصی کی موت کے بعد وارث کے حق میں وصیت کی اجازت دے دی تو اب انہیں رجوع کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا ، کیونکہ بعد موت جو اجازت دی گئی وہ اپنے محل میں تھی ۔

اجازت کی صحت کے لئے یہ امر بھی لازمی ہے کہ اجازت دینے والا تبرع کا اھل ہو ۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ اجازت جائز نہ ہوگی ۔ اسی بنا پر بچے ،

(۲۱الف) مشکوۃ، مطبوعہ اصح المطابع کراچی، ص ۲۶۵

(۲۱ب) ایضاً

دیوانے اور مدھوش کی اجازت غیر معتبر ہوتی ہے ، کیونکہ ان میں سے کوئی بھی تبرع کا اہل نہیں ہوتا ۔

موصی لہ کا وارث ہونا یا نہ ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہوتا ہے۔ وصیت کرنے کے وقت کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا ، کیونکہ وصیت کے ذریعہ مالک بنانے کی نسبت موت کے بعد کے وقت کی جانب کی جاتی ہے ۔ لہذا موصی لہ کا اپنے وقت پر اس صفت سے موصوف ہونا معتبر ہوگا ، اور ظاہر ہے کہ وقت وھی معتبر ہوگا جب کہ اس کو ملکیت حاصل ہو رہی ہے ۔

چنانچہ اگر کسی شخص کا ایک حقیقی یا پدری بھائی زوجہ اور ماں موجود ہوں اور یہ شخص اپنے ترکہ میں سے اپنے بھائی کے حق میں وصیت کر دے۔ اس کے بعد موصی کا بچہ پیدا ہو جائے اور موصی کا انتقال ہو جائے تو اب موصی کا بھائی وارث نہ رہا اس لئے اگر وصیت ایک تہائی سے متجاوز نہیں ہے تو وصیت کا مستحق ہوگا اور اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو زائد مقدار میں ورثاء کی اجازت کی ضرورت لاحق ہوگی ۔ صورت مذکورہ میں اگرچہ وصیت کے وقت موصی کا بھائی وارث تھا لیکن موصی کا بچہ پیدا ہو جانے کے سبب موت کے وقت غیر وارث قرار دیا گیا اس لئے اس کے حق میں وصیت جائز قرار دی جائے گی ۔

صورت مذکورہ بالا میں بالفرض موصی کا بیٹا بھائی کے حق میں وصیت کے وقت موجود تھا لیکن موصی کے انتقال سے قبل فوت ہو گیا تو ایسی صورت میں اگرچہ وصیت کے وقت بھائی غیر وارث تھا اور اس کے حق میں وصیت جائز تھی لیکن موصی کے انتقال کے وقت وہ وارث قرار پاگیا ، اس لئے اب اس کے حق میں وصیت بلا اجازت دیگر ورثاء نافذ نہ ہوگی ۔

چند مزید مثالیں

۱ ۔ ایک مسلمان شخص ایک بیٹا ، باپ اور دادا چھوڑ کر مرتا ہے۔ دادا کے حق میں وصیت ہے ۔ چونکہ دادا وارث نہیں ہے اس لئے وصیت جائز اور نافذ ہوگی ۔

۲ - ایک مسلمان شخص اپنے دادا کے نام ایک جائداد بذریعہ وصیت نامہ چھوڑ جاتا ہے - وصیت کے وقت دادا کے علاوہ متوفی کا باپ اور بیٹا بھی موجود تھا لیکن باپ اس کی زندگی میں مرگیا اب دادا چونکہ وارث ہو گیا اور حسب قاعدہ وراثت اپنا حصہ پائے گا اس لئے اس کے حق میں وصیت بلا اجازت دیگر ورثاء نافذ نہ ہوگی -

۳ - ایک مسلمان شخص نے ایک جائداد بذریعہ وصیت اپنے بھائی کے نام لکھی - تحریر وصیت کے وقت موصی کی صرف ایک بیٹی اور بھائی زندہ تھا - تحریر وصیت کے بعد موصی کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا - چنانچہ بوقت مرگ اس کا ایک بیٹا ، ایک بیٹی اور ایک بھائی موجود تھے - اب اگر چہ بوقت وصیت بھائی وارث تھا لیکن موصی کے انتقال کے وقت وارث نہ رہا ، اس لئے وصیت نافذ ہوگی -

غیر وارث کے حق میں وصیت :

اگر موصی پر دین نہ ہو یا دین ادا کر دیا گیا ہو اور ورثاء موجود ہوں لیکن جس شخص کے حق میں وصیت کی گئی ہے وہ اجنبی (غیر وارث) شخص ہے، اگر وصیت ایک تہائی سے زائد مقدار کی نہ ہو تو بلا اجازت ورثاء نافذ ہوگی اور اگر ایک تہائی سے زائد کی ہو تو اس زائد کے لئے ورثاء کی اجازت ضروری ہوگی ، بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع موجود نہ ہو مثلاً موصی لہ نے موصی کو قتل کردیا ہو یا موصی لہ کے لئے کسی دیگر سبب سے شرعاً وصیت جائز نہ رہی ہو -

اس ضمن میں ایک صراحت یہ بھی ضروری ہے کہ احناف کے نزدیک جب ورثاء وصیت کے نفاذ کی اجازت دے دیں گے ، خواہ یہ اجازت وارث کے حق میں ہو یا غیر وارث کے حق میں ، تو موصی لہ کو وصیت کے مال کا مستحق موصی کی جانب سے تصور کیا جائے گا - یہ تصور نہ کیا جائے گا کہ یہ مال ورثاء کی جانب سے موصی لہ کو دیا گیا ہے - چنانچہ جس نے اجازت دی ، اس کو اس کے بعد رجوع کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا ، بلکہ اس پر جبر کیا جائے گا کہ موصی بہ کو موصی لہ کے سپرد کر دے کیونکہ اگر وصیت کے مال کا مالک بننا اجازت دینے والے کی جانب سے قرار دیا جائے تو پھر اس نے ہبہ کے

احکام متعلق ہو جاتے اور قبضہ سے قبل رجوع ممکن ہوتا ۔ ظاہر ہے کہ ہبہ بلا قبضہ مکمل نہیں ہوتا ۔ چنانچہ وارث کے اجازت دیتے ہی موصی لہ موصی بہ کا مالک ہو جاتا ہے ، قبضہ شرط نہیں ، حالانکہ اگر موصی لہ کا مالک بننا اجازت دینے والے کی جانب سے ہوتا تو بغیر قبضہ کے موصی لہ مالک نہ ہوتا کیونکہ یہ ہبہ ہوتا اور ہبہ میں قبضہ سے قبل ملکیت ثابت نہیں ہوتی ۔ اسی طرح اگر موصی بہ قابل تقسیم شے کا کوئی غیر منقسم حصہ (مشاع) ہو تب بھی یہ اجازت صحیح ہوگی ۔ کیونکہ اگر تملیک موصی بہ اجازت دینے والے کی طرف سے ہو تو یہ اجازت صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں اجازت دینے والے کی طرف سے ہبہ متصور ہوگا اور قابل تقسیم مشاع کا ہبہ جائز نہیں ہوتا ۔ [۲۲] جب کہ قابل تقسیم مشاع کی وصیت جائز ہوگی ۔

شافعی فقہاء :

امام شافعی کے نزدیک ایک تہائی مقدار سے زائد کی وصیت میں اگر موصی کا کوئی وارث موجود نہیں ہے تو زائد مقدار میں مطلقاً وصیت باطل ہوگی ، اس لئے کہ اس زائد مقدار کا اجازت دینے والا کوئی فرد موجود نہیں ہے اور یہ مقدار عام مسلمانوں کا حق ہو چکی ہے ، لہذا اس کی اجازت کسی فرد واحد کی طرف سے نہیں دی جا سکتی ۔ وصیت زائدہ باطل ہوگی ۔

البتہ شافعی فقہ میں ورثاء کے موجود ہونے کی صورت میں دو قول ملتے ہیں ۔ ایک یہ کہ اب بھی زائد مقدار کی وصیت باطل ہوگی ، ورثاء کی اجازت کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ ایک تہائی سے زائد کی وصیت شرعاً ممنوع ہے ، لہذا جو امر شرعاً ممنوع ہو کسی کی اجازت سے صحیح نہیں ہو جاتا ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت زائد مقدار میں ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی ، اجازت کے بعد نافذ کر دی جائے گی ورنہ باطل ۔ اول قول کی بنا پر اگر ورثاء نے زائد مقدار پر رضامندی کا اظہار کر بھی دیا تو وہ ورثاء کی جانب سے ہبہ متصور ہوگا، موصی کی وصیت کا کوئی اثر نہ ہوگا ، بنا بریں اس میں وہ تمام شروط معتبر

---

(۲۲) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۷۰ .
ہدایہ، مطبوعہ قرآن محل کراچی، جلد ۴، صص ۶۵۸-۶۵۷

ہوں گی جو ہبہ میں ہوتی ہیں ۔ دوسرے قول کے مطابق اجازت سے موصی کی وصیت کا نفاذ متصور ہوگا ۔ [۲۳] لیکن شافعیہ کا اس امر میں دیگر ائمہ اہل سنت و الجماعت سے اتفاق ہے کہ اجازت کا وقت موصی کی موت کے بعد معتبر ہوگا ۔

مالکیہ :

امام مالک کے نزدیک اجازت اور قبول موصی کی موت کے بعد معتبر ہوگا ۔ لیکن ان کے نزدیک ایک تہائی مال سے زائد کی وصیت ہر حالت میں باطل ہے ، خواہ وارث موجود ہوں یا نہ ہوں ۔ [۲۴]

حنبلیہ :

فقہاء حنبلیہ وصیت کے قبول کرنے اور موصی کی موت کے بعد ورثاء کے اجازت دینے کے مسئلہ میں احناف سے متفق ہیں ۔ [۲۵]

ظاہریہ :

ظاہریہ کے نزدیک ایک تہائی مال سے زائد میں وصیت ہر حال میں باطل ہوگی خواہ وارث موجود ہوں یا نہ ہوں ، اجازت دیں یا نہ دیں ۔ [۲۶]

امامیہ :

شیعہ امامیہ مسائل ماسبق میں ائمہ حنفیہ سے متفق ہیں ۔ [۲۷]

وارث کے لئے وصیت :

حنفیہ کے نزدیک بلا اجازت دیگر ورثاء وارث کے لئے وصیت صحیح نہ

---

(۲۳) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۰۵ (ماخوذ)
المہذب، فیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۷

(۲۴) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبادی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷-۳۱۸
بدایۃ المجتہد، ابن رشد، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۶

(۲۵) مختصر الخرقی، مطبوعہ مصر، ص ۱۱۱
الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۰

(۲۶) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۹، ص ۳۱۷

(۲۷) شرائع الاسلام، ابی جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۹

ہوگی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے " اللہ تعالی نے ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے ، لہذا وارث کے لئے وصیت نہیں ۔ ۲۸

امام شافعی کے وارث کے لئے وصیت کے متعلق دو قول ہیں ۔ اول یہ کہ وصیت صحیح نہیں ، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلعم نے فرمایا "لا وصیۃ لوارث" دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت صحیح ہوگی ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا "لا تجوز لوارث وصیۃ الا ان یشاء الورثۃ" یعنی وصیت وارث کے لئے جائز نہیں الا یہ کہ ورثاء رضامند ہوں ۔ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ اگر ورثاء چاہیں تو وصیت جائز و نافذ ہو سکتی ہے ۔ ان کے نزدیک ایسی وصیت کا نفاذ موصی کی جانب سے نہ ہوگا بلکہ اس کا تعلق بحالت ملکیت ورثاء ہوگا ۔ لہذا اس کی صحت ممنوع نہ ہوگی ۔ ۲۹

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک وارث کے حق میں وصیت بشرط رضامندی دیگر ورثاء جائز اور نافذ ہوگی ۔ ۲۹ (الف)

حنبلیہ :

حنبلیہ کے نزدیک ورثاء کی اجازت کے بغیر وارث کے لئے وصیت صحیح نہیں اور اجنبی کے لئے ایک تہائی سے زائد کی صحیح نہیں الا یہ کہ ورثاء اجازت دیں ۔ البتہ اگر کسی وارث کے حق میں اس کے وراثت کے حصہ کے مطابق ترکے میں سے کسی معین شیٔ کی وصیت کی تو یہ وصیت صحیح ہوگی اور وہ معینہ شیٔ وارث کو دی جائیگی ۔

اگر ایک شخص نے ایسے فرد کے لئے وصیت کی جو بظاہر وصیت کے وقت وارث تھا لیکن موصی کی موت کے وقت وارث نہ رہا تھا تو اس شخص (موصی

(۲۸) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۷

(۲۹) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۱، صص ۹۹، ۱۰۸ و ۱۱۲ و ۱۱۵
المہذب، فیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۸

(۲۹الف) شرح زرقانی مؤطا امام مالک، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۴۸۰
جواہر الاکلیل، الآبی مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۸

لہ) کے حق میں وصیت قائم رہے گی کیونکہ موصی لہ کے معین ہونے کی صورت میں وصیت کے باقی رہنے یا باطل ہونے کا مدار موصی کی موت پر ہے۔

احناف کی طرح حنبلیہ کے نزدیک بھی ان مواقع پر جہاں وصیت ورثاء کی اجازت پر موقوف ہو اگر ورثاء اجازت دے دیں تو اس اجازت سے موصی کی وصیت ہی نافذ سمجھی جائے گی ورثاء کی جانب سے ھبہ متصور نہ ہوگا۔ چنانچہ اس اجازت کے بعد اس پر ھبہ کے احکام مرتب نہ ہونگے۔ [۳۰] یہی نقطۂ نظر حنفی فقہاء کا ہے، لیکن شافعی فقہاء ورثاء کی اجازت کو ھبہ قرار دیتے ہوئے ایک جدید تملیک تصور کرتے ہیں۔

شیعہ مسلک :

شیعی فقہ میں صحیح قول یہ ہے کہ وصیت اجنبی اور وارث دونوں کے حق میں جائز ہے بشرطیکہ وہ ایک تہائی سے متجاوز نہ ہو۔

فقہ امامیہ میں اگر موصی نے اپنے قرابت داروں کے لفظ کو استعمال کرکے وصیت کی تو اس لفظ میں عرفاً جن لوگوں کو قرابت دار کہا جاتا ہو وہ سب لوگ شامل ہوں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ موصی کے جدّ اعلیٰ کے رشتہ سے جو لوگ اس کے قریبی ہوں وہ مراد ہوں گے، لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔

اور اگر خاندان کے لفظ سے وصیت کی گئی ہو تو جو لوگ موصی کے نسب میں سب سے زیادہ قریب ہوں گے وہ وصیت میں داخل ہوں گے۔

اور اگر قوم کے لئے وصیت کی گئی تو اس سے اس کے اہل زبان مراد ہوں گے اور اہل بیت کے لفظ سے اولاد، آباء، اجداد مراد لئے جائیں گے، اور ہمسایوں کے لفظ میں چالیس مکانوں تک کے متصل پڑوسی مراد ہوں گے۔ (یہ قید یا تعبیر عرب کے معاشرتی نظام کے تحت معلوم ہوتی ہے)۔

امامیہ کے نزدیک رشتہ داروں کے لئے وصیت کرنا خواہ وارث ہوں یا نہ ہوں، مستحب ہے۔ اقرب کے لفظ سے وصیت کرنے کی صورت میں وراثت کے

---

(۳۰) المقنع، ابن قدامہ، مطبعۃ السلفیہ، ج ۲، ص ۳۵۹
مختصر الخرقی، مطبوعہ دمشق، ص ۱۱۱

طرز تقسیم بر وصیت کا اجراء ہوگا لہٰذا اقرب کے موجود ہوتے ہوئے اس سے بعد شخص کا وصیت میں کوئی حق نہ ہوگا ۔ ۳۱

ظاہریہ مسلک:

وارث کے لئے وصیت بالکل جائز نہیں ، لہٰذا اگر کسی شخص نے غیر وارث کے لئے وصیت کی لیکن موصی کی وفات کے وقت یہ شخص وارث قرار پاگیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر وارث کے لئے وصیت کی تھی لیکن وفات کے وقت یہ شخص وارث نہ رہا تو یہ وصیت اس بنا پر صحیح نہ ہوگی کہ انعقاد وصیت کے وقت وصیت باطل تھی ۔ ان کے نزدیک اس مسئلہ میں ورثاء کی اجازت اور عدم اجازت کو کوئی دخل نہ ہوگا ، کیونکہ یہ حکم مکمل طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے ثابت ہے کہ " لا وصیۃ لوارث "، وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وارث کے حق میں وصیت سے منع فرما دیا ہے ، تو اب ورثاء کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو باطل کر سکیں ، البتہ یہ لوگ اپنی جانب سے ابتداءً ہبہ کر سکتے ہیں ۔ مزنی اور ابو سلیمان کا بھی یہی قول ہے ۔

امام ابن حزم لکھتے ہیں کہ اگر اس موقعہ پر یہ اعتراض کیا جائے کہ کچھ سندوں سے یہ حدیث اضافہ کے ساتھ مروی ہے کہ حضور نے فتح مکہ کے خطبہ میں فرمایا تھا " لا تجوز وصیۃ لوارث الا ان یشاء الورثۃ "، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حدیث قابل حجت نہیں ہوتی ، خصوصاً جب کہ اس کی تمام سندوں کے راوی ضعیف ہوں ۔ ۳۲

اسلامی ممالک کے رائج الوقت قوانین

مصر کا قانون :

دفعہ ۳۷ ۔ ترکہ کے تہائی حصے کی وصیت [illegible] اور غیر وارث ہر دو افراد کے حق میں صحیح ہوگی اور ورثہ کی اجازت کے [illegible] ہو سکے گی ۔ ہر ایک تہائی

(۳۱) [illegible]

(۳۲) [illegible]

سے زیادہ کی وصیت صحیح ہوگی ، لیکن بغیر اجازت ورثاء نافذ نہ ہو سکے گی ، بشرطیکہ ورثاء نے موصی کی وفات کے بعد اجازت دی ہو ، اور یہ تمام ورثاء تبرع کے اہل ہوں اور جس امر کی اجازت دے رہے ہوں اس کی حقیقت کو سمجھتے ہوں ۔

نیز جس صورت میں کہ موصی پر دین نہ ہو اور نہ اس کا کوئی وارث موجود ہو ، اس کی وصیت کلاً یا بعضاً بغیر اجازت خزانہ عامرہ کے نافذ کی جا سکے گی ۔ ۳۳

عراق کا قانون :

دفعہ ۷۳ کے تحت یہ قرار دیا گیا کہ قانون المدنی کی دفعات ۱۱۰۸ تا ۱۱۱۲ کا احکام الوصیت پر اطلاق کیا جائے گا ۔

احکام الاھلیہ والوصیہ (ج ۲ ، ص ۹۳) میں شیخ مصطفی السباعی وارث کے لئے وصیت جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ وصیت اجنبی کے لئے جائز ہے تو وارث کے لئے بطریق اولی جائز ہوگی ۔ اگر چہ قیاساً یہ بات درست معلوم ہوتی ہے لیکن راقم الحروف کے نزدیک مندرجہ بالا احادیث نبوی کے پیش نظر قیاس کو ترک کیا جائے گا ۔

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۷۹ ۔ وارث کے حق میں یا ایک تہائی مال سے زائد کی وصیت موصی کی وفات کے بعد بغیر اجازت ورثاء نافذ نہ ہو سکے گی ۔

دفعہ ۱۸۰ ۔ موصی کا اپنے تمام یا بعض ورثاء کے حق میں اپنے ترکے کی مخصوص اشیاء کو مختص کر دینا جائز ہوگا بشرطیکہ ان مخصوص اشیاء کی مالیت ان کے وراثتی حصوں کے مطابق ہو ، اس کا نفاذ موصی کی وفات کے بعد لازمی ہوگا ۔ ان مخصوص اشیاء کے وراثتی حصوں سے زائد ہونے کی صورت میں ان پر اس زائد حصہ میں ''وارث کے لئے وصیت،، کے احکام جاری ہوں گے (یعنی

---

(۳۳) قانون الوصیت، مصر، ۱۹۴۶ء، دوسری فصل

اگر دوسرے ورثاء رضامند ہوں تو وہ زائد حصہ اس موصی لہ کو دیا جائے گا ورنہ وراثت کے طریقہ پر تقسیم ہوگا) ۔ ۳۴

شام کا قانون :

دفعہ ۲۳۸ - (۱) غیر وارث کے حق میں وصیت بعد ادائے دین بقیہ مال کی ایک تہائی تک بلا اجازت ورثاء نافذ ہو سکے گی ۔

(۲) وارث کے لئے وصیت (خواہ ایک تہائی سے کم ہی ہو) (اور غیر وارث کے حق میں) ایک تہائی سے زائد نافذ نہ ہوگی ، الا یہ کہ ورثاء موصی کی وفات کے بعد اس وصیت کے نفاذ کی اجازت دے دیں بشرطیکہ وہ اجازت دینے کی کامل اہلیت رکھتے ہوں ۔

(۳) جو ترکہ دین میں مستغرق ہوگا اس میں بغیر اجازت دائنین ، جو کہ اجازت کے اہل بھی ہوں ، وصیت کا نفاذ نہ ہوگا ، یا یہ کہ دین ساقط کر دیا گیا ہو ۔

(۴) جب کہ موصی پر کچھ دین نہ ہو اور اس کا کوئی وارث بھی نہ ہو تو اس کی وصیت اس کے کل مال میں نافذ ہو سکے گی ۔ کسی کی اجازت پر اس کا نفاذ موقوف نہ ہوگا ۔ ۳۵

عدالتی فیصلے :

بمقدمہ امینہ خاتون بنام صدیق الرحمن جسٹس محبوب مرشد ، ڈھاکہ ھائی کورٹ نے قرار دیا کہ شرع اسلام کے تحت اگر الف ایک وارث ب کے حق میں حین حیاتی وصیت کرتا ہے اور اس کے بعد وہ جائداد ج کو منتقل ہو جاتی تھی جو ایک غیر وارث شخص ہے ، اگر ب کے حق میں حین حیاتی مفاد پر ورثاء نے اپنی رضامندی کا اظہار نہ کیا تو وہ وصیت ب کے حق میں باطل ہو جائے گی اور اس بناء پر ج کے حق میں بھی وصیت نافذ نہ ہو سکے گی ۔ ۳۶ فیصلہ کا یہ حصہ کہ اجنبی کے حق میں بھی وصیت باطل ہو جائے گی ، صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔

---

(۳۴) قانون الوصیت، تونس

(۳۵) قانون الوصیت، شام

عالمگیری میں ہے کہ اگر کسی نے اجنبی اور وارث کے حق میں وصیت کی تو اجنبی کے حق میں وصیت نافذ ہوگی اور وارث کے حق میں ورثاء کی اجازت پر موقوف رہے گی ۔ اگر انہوں نے اجازت دے دی تو نافذ ہو جائے گی ورنہ باطل ہو جائے گی ۔ ۳۴ (الف)

المبسوط سرخسی میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ اگر وصیت وارث اور اجنبی دونوں کے لئے ہو اور ورثاء وارث کی وصیت پر راضی نہ ہوں تو وصیت اجنبی کے حق میں اس کے حصہ کی بقدر نافذ ہو جائے گی ۔ ۳۴ (ب)

برصغیر ہند و پاکستان کی عدالتوں کا بھی یہ نقطہ نظر رہا ہے کہ وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ۔ البتہ پنجاب میں شریعت ایکٹ کے نفاذ سے قبل ۱۹۴۸ء تک رواج کے تحت وصیت وارث کے حق میں جائز سمجھی جاتی تھی ، لیکن اب بالخصوص ۱۹۶۲ء سے مغربی پاکستان شریعت اطلاق ایکٹ کی رو سے وصیت سے متعلق جملہ امور شریعت اسلام کے بموجب تصفیہ پاتے ہیں ۔ چنانچہ بمقدمہ چنو بائی بنام محمد ریاض عدالت عالیہ لاہور نے قرار دیا کہ مغربی پنجاب مسلم پرسنل لا (شریعت) اطلاق ایکٹ ، ۱۹۴۸ء کے نافذ ہو جانے سے بیوہ کے حق میں وصیت پر علمدر آمد نہیں ہو سکتا ، لیکن موصی کے نواسہ کے حق میں لازماً وصیت غیر نافذ نہ ہوگی کیونکہ وہ بحالات موجودہ وارث نہ ہونے کے سبب وصیت کا مستحق ہے ۔ ۳۷

پاکستان سپریم کورٹ نے بمقدمہ احسان الٰہی بنام حکم جان قرار دیا کہ وارث کے حق میں وصیت بلا رضامندی دیگر ورثاء ناجائز ہوگی نیز یہ کہ ایک تہائی سے زائد ترکہ میں وصیت نہیں کی جا سکتی ۔ ۳۸

---

(۳۶) پی ایل ڈی، ۱۹۶۰ع، ڈھاکہ، ص ۶۳۷

(۳۴الف) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، جلد ۴، صفحہ ۲۲۳

الدرالمختار، بر حاشیہ رد المحتار، مطبوعہ مصر، ۱۲۲۳ھ، ج ۵، ص ۵۹۳

(۳۴ب) المبسوط، امام سرخسی، جلد ۲۷، ص ۷۶-۱۷۵

(۳۷) پی ایل ڈی، ۱۹۵۶ع، لاہور، ص ۸۷۶

(۳۸) پی ایل ۔ ڈی، ۱۹۶۷ء، سپریم کورٹ، ص ۲۰۰

ایک ایسی وصیت جس کے ذریعہ ایک وارث کے حق میں بلا رضامندی دیگر ورثاء جائداد سے منفعت مخصوص کی گئی تھی ، ناجائز قرار دی گئی ۔ ۳۹

وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں الا یہ کہ دیگر ورثاء موصی کے انتقال کے بعد رضامند ہو جائیں ۔ (۳۹ الف) جب کہ ایک وارث رضامند ہو تو وہ صرف اپنے حصہ کی حد تک پابند ہوتا ہے ، دیگر ورثاء اس کی رضامندی پر بعد میں اعتراض نہیں کر سکتے ۔ (۳۹ ب)

ایک وصیت جو بحق وارث کی گئی ہو اگر دوسرے ورثاء نے اس پر اپنی رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو تو نافذ نہ ہوگی ۔(۳۹ ج)

الہ آباد ہائی کورٹ نے ایک مقدمہ میں قرار دیا کہ اگر رضامند ہونے والے ورثاء دیوالیہ ہوں تب بھی ان کی رضامندی موثر ہوگی اور موصی بہ کا مالک موصی لہ ہوگا نہ کہ عدالتی نگران (ریسیور) (۳۹ د) ۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ فیصلہ درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ وارث دیوالیہ ہونے کی حالت میں کسی جائداد کی ملکیت کسی دوسرے کو ملکیت کیوں کر دے سکتا ہے جب تک کہ وہ بریّت (discharge) کا اجازت نامہ نہ حاصل کر لے ۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ورثاء جائداد کو عدالتی نگران (ریسیور) کے قبضہ و اختیار سے بچانے کی خاطر یہ رضامندی دیں ۔ اس خدشہ کا اظہار خود الہ آباد ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ مندرجہ اے آئی آر ۱۹۳۰ الہ آباد ۳۸۹ - ۱۲۲ انڈین کیسیز ۶۲۷ میں کیا ہے ۔ مذکورہ بالا مقدمہ میں موصی نے ساری جائداد کی وصیت ایک شخص کے حق میں کی تھی ۔ اور دیوالیہ ورثاء نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تھا ۔ در پردہ مقصد یہ تھا کہ جائداد کو ریسیور کے قبضہ میں جانے سے روکا جائے ۔ عدالت عالیہ نے ایک تہائی کی حد تک وصیت کو جائز قرار دیتے ہوئے

---

(۳۹) پی ایل ڈی' ۱۹۶۹ع' لاہور ص ۵۸۷

(۳۹الف) پی ایل ڈی' ۱۹۶۷ع سپریم کورٹ' ص ۲۰۰ - پی ایل ڈی' ۱۹۶۶ع پشاور ۱۴۷

(۳۹ب) اے - آئی - آر - ۱۹۴۴ع اودھ ۱۳۹

اے - آئی - آر - ۱۹۲۲ع پریوی کونسل ۳۹۱

(۳۹ج) ۱۹۳۰ع لاہور ۶۹۵' اے آئی آر ۱۹۲۷ع لاہور ۷۷۶

(۳۹د) اے آئی آر ۱۹۲۰ ع الہ آباد ۲۴۳

دو تہائی میں ورثاء کی رضامندی کو ناجائز قرار دیا اور دو تہائی جائداد ریسیور بہ دیوالیہ کے قبضہ میں چلی گئی -

ایک نابالغ کی رضامندی قانوناً جائز نہ ہوگی البتہ وہ بالغ ہونے پر اپنی رضامندی دے سکتا ہے، نیز بالغ ہو جانے کے بعد وصیت کے جواز کو چیلنج بھی کر سکتا ہے اور اسلامی قانون کے بموجب اپنے حصہ شرعی کا دعویدار ہو سکتا ہے - (۳۹ھ) چنانچہ اگر کسی نابالغ کی ماں نے موصی کی وصیت پر رضامندی کا اظہار (نابالغ کی طرف سے) کیا ہو تو ایسی رضامندی نابالغ کی حد تک غیر نافذ ہوگی - (۳۹ و) رضامندی صرف وہ موثر ہوتی ہے جو موصی کی وفات کے بعد دی گئی ہو لہذا باغراض وصیت بشرط اہلیت ان ورثاء کی رضامندی ضروری ہو گی جو موصی کی وفات کے وقت موجود ہوں، نہ کہ وہ ورثاء جو وصیت کرنے کے وقت موجود تھے -

شیعی فقہ کے تحت ہند و پاکستان کی عدالتوں نے قرار دیا ہے کہ از روئے فقہ شیعی ایک شیعہ مسلمان اپنی جائداد کا ایک تہائی حصہ کسی وارث کے حق میں بھی وصیت کر سکتا ہے- اور یہ وصیت دوسرے ورثاء کی رضامندی کے بغیر نافذ ہوگی - لیکن اگر وصیت ایک تہائی سے زائد کی ہو تو دیگر ورثاء کی اجازت ضروری ہوگی - شیعی فقہاء کے نزدیک یہ اجازت موصی کی زندگی اور موت کے بعد دونوں طرح جائز ہوگی - (۳۹ ز) لیکن یہ رضامندی سا سبق رد (Prior Repudiation) کے بعد نہیں دی جا سکتی - (۳۹ ح) جب کہ کل ترکہ کی وصیت کسی ایک وارث کے حق میں کی گئی ہو اور دوسرے ورثاء کو بالکیہ محروم کر دیا گیا ہو تو وصیت ایک تہائی ترکہ کی حد تک بھی نافذ نہ ہوگی - (۳۹ ط)

زوجین کی ایک دوسرے کے لئے وصیت

۲۲۱ - شوہر کی وصیت زوجہ کے حق میں اور زوجہ کی وصیت شوہر کے حق میں، جبکہ کوئی دیگر وارث موجود نہ ہو، صحیح ہوگی -

---

(۳۹ھ) اے آئی آر ۱۹۳۲ پریوی کونسل ۸۱-۱۳۶ انڈین کیسز ۳۵۳

(۳۹و) اے آئی آر ۱۹۳۳ اودھ ۹۷-۱۴۳ انڈین کیسز ۱۰۸

(۳۹ز) اے آئی آر ۱۹۲۷ الہ آباد ۳۳-۱۰۰ انڈین کیسز ۹۷۳

(۳۹ح) اے آئی آر ۱۹۳۷ پریوی کونسل ۱۷۳

(۳۹ط) اے آئی آر ۱۹۲۳ الہ آباد ۲-۷۷ انڈین کیسز ۹۶

مگر لازم ہوگا کہ کسی دیگر وارث کی موجودگی میں وصیت اس وارث کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

تشریح

میراث کے اسباب میں ''زوجیت،، بھی ایک سبب ہے۔ چونکہ وارث کے حق میں شرعاً وصیت صحیح نہیں ہوتی، خواہ ایک تہائی سے کم مقدار کی کیوں نہ ہو، بلکہ وہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے، اس بناء پر زوجین میں کسی ایک کا دوسرے کے لئے وصیت کرنا ایک وارث کے حق میں وصیت کرنا شمار ہوتا ہے اس لئے شوہر کا زوجہ کے حق میں اور زوجہ کا شوہر کے حق میں وصیت کرنا وارث کے حق میں وصیت ہونے کے سبب ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر اجازت دے دی تو فبہا ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم اس وقت ہوگا جب کہ زوجین کے علاوہ دیگر ورثاء بھی موجود ہوں۔ لیکن اگر موصی کے انتقال کے وقت دوسرا وارث موجود نہ ہو تو وصیت نافذ ہوگی۔ اس کے نفاذ میں بیت‌المال (خزانہ عامرہ) کی اجازت ضروری نہ ہوگی، کیونکہ بیت المال (خزانۂ عامرہ) کا حق وصیت کے نفاذ کے بعد پیدا ہوتا ہے، یعنی موصی لہ کے حق سے یہ حق موخر ہے۔ زوجین کو اس حکم سے مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کا دیگر ورثاء موجود نہ ہونے کی صورت میں، دوسرے کے لئے وصیت کرنا ایک حد تک مفید ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک محض اپنے فرض حصہ کا ہی مستحق ہوتا ہے، اور رد کے قاعدے سے باقی ماندہ ترکہ معمول بہ مذہب کے مطابق نہیں لے سکتا۔ لہذا کسی دوسرے وارث کے نہ ہونے کی صورت میں، اگر ان کے درمیان وصیت کا سلسلہ قائم کر دیا گیا ہو تو یہ فائدہ پہونچ سکے گا کہ وہ وصیت کے ذریعہ کل ترکے کے مستحق ہو سکیں گے۔ بخلاف اس صورت کے جب کہ ان کے ماسوا دوسرے وارث کے حق میں وصیت کی گئی ہو، اس صورت میں اگر موصی کا کوئی وارث موصی لہ کے علاوہ موجود نہ ہوا تو موصی لہ کو کچھ زائد فائدہ حاصل ہونے کی امید نہیں ہوتی، کیونکہ یہ وارث (موصی لہ) تو ایسی صورت میں بحیثیت وارث کے کل ترکہ خود ہی حاصل کر ے گا، اگر یہ وارث عصبہ ہے

مثلاً حقیقی بھائی ہے یا پدری چچا ہے ، یا ملحق بالعصبہ ہے جیسا کہ ذی رحم تو یہ اپنی اس حیثیت کے سبب کل ترکہ حاصل کر لیں گے اور اگر صاحب فرض ہیں جیسا کہ ماں اور بیٹی تو یہ بعض حصہ بطور فرض اور ما بقی بطور رد حاصل کر لیں گے لہذا وصیت ایسے اشخاص کے حق میں کچھ مفید ثابت نہیں ہو سکتی ۔ ۳۰

وصیت بحق مفقود

۲۲۲ ۔ مفقود کے حق میں وصیت جائز ہوگی مگر موصی بہ اس کی حیات یا موت کے ثبوت تک موقوف رکھا جائے گا اگر مفقود زندہ ہوا تو اپنا حصہ لے لے گا ، ورنہ مال موصی بہ موصی کے ورثاء کا حق ہو گا ۔

تشریح

مفقود اس شخص کو کہتے ہیں جس کی موت و حیات کا کوئی علم نہ ہو یعنی اس کے بارے میں نہ زندہ کا حکم دیا جا سکتا ہو ، نہ مردہ کا ۔ اس لئے اس سے متعلق احکام مختلف ہوں گے ۔ چنانچہ بعض احکام کے بارے میں اس کو زندہ تصور کیا جائے گا اور بعض دوسرے احکام کے حق میں وہ مردہ تصور ہوگا ۔ چنانچہ فقہ اسلامی میں اصول یہ قرار پایا کہ جو احکام مفقود کے حق میں ضرر کے باعث ہوتے ہوں ان کے بارے میں مفقود کو زندہ تصور کیا جائے گا اور ان کا نفاذ و اثر اس کی موت کے ثبوت تک موقوف رہے گا ۔ لہذا نہ اس کا مال ورثاء میں تقسیم ہوگا اور نہ عقد اجارہ باطل ہوگا ، بلکہ اس کو زندہ تصور کرتے ہوئے ایسے امور جن سے اس کے حق میں ضرر لازم ہوتا ہو بحالہ قائم رہیں گے ، تا آں کہ اس کی موت کا ثبوت حاصل ہو جائے ۔ لیکن جو امور مفقود کے حق میں نافع ہوں اور دوسروں کے حق میں ضرر رساں ہوں ۔ ان امور سے متعلق احکام میں اسے مردہ تصور کیا جائے گا ۔ اس اصول کی بنیاد پر وہ خود کسی کا وارث نہ ہوگا ، اور اگر اس کے حق میں وصیت کی گئی ہو اور موصی کا انتقال ہوگیا ہو ۔ درآں حالے کہ وہ (موصی لہ) مفقود ہو تو وہ وصیت کے حصہ کا مستحق نہ ہوگا بلکہ میراث یا وصیت کا حصہ اس کی حیات یا موت کے ظاہر ہونے تک موقوف رکھا جائے گا ۔ اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ بقید حیات

---

(۳۰) شرح الاحکام الشرعیۃ' زید الا بیانی' مطبوعہ مصر ۱۹۲۰ء جلد ۲ ص ۸۲-۲۸۱

ہے تو وارث یا وصیت (جیسی صورت ہو) کا وہ حصہ حاصل کرے گا اور اگر مورث یا موصی کی موت کے وقت اس کی حیات ثابت نہ ہو سکی بلکہ یہ حکم دیا گیا کہ وہ مورث یا موصی کی موت سے قبل وفات پا چکا تھا تو وارث یاوصیت کا حصہ مورث یا موصی کے ورثاء کا حق ہوگا - اس حکم کی بنیاد استصحاب کے قاعدہ پر ہے اور استصحاب دفع ضرر کے لئے دلیل بن سکتا ہے نہ کہ استحقاق کی - یعنی اس قاعدہ کے تحت یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی کے مال میں کسی کا حق ثابت قرار دیا جائے - البتہ اس قاعدہ کے تحت یہ ہو سکتا ہے کہ کسی ایک کو دوسرے کے مال میں استحقاق سے روک دیا جائے اور یہ تصور کیا جائے کہ وہ شخص مفقود اپنے مال کے حق میں زندہ اور دوسرے کے مال میں مردہ ہے -

البتہ شخص مفقود کے بارے میں قانونی مدت گذرنے کے بعد جب اس کی وفات کا حکم دیا جائے گا تو اس حکم کا اثر اس وقت سے نفاذ پذیر ہوگا جس وقت سے وہ مفقود ہوا ہو - حکم کی تاریخ سے اثر اندازی متصور نہ ہوگی - ۳۰

۲۲۳ - ایسے قاتل کے لئے جو قتل عمد یا شبہ عمد کا مرتکب ہوا ہو، وصیت جائز نہیں، الا یہ کہ ورثاء اجازت دے دیں یا یہ کہ قاتل بچہ یا دیوانہ ہو۔ وصیت بحق قاتل

استثناء: موصی لہ قتل بالتسبب یعنی قتل کا سبب ہونے کی صورت میں وصیت سے محروم نہ ہوگا۔

تشریح

وصیت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ موصی لہ موصی کا قاتل نہ ہو - چنانچہ اگر وہ قاتل ہوا تو اس کے حق میں وصیت جائز نہ ہوگی ، لیکن ہر قتل وصیت سے محرومی کا سبب نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ قاتل وصیت سے محروم ہوتا ہے جو قتل عمد یا قتل شبہ عمد کا مرتکب ہو - مشہور حنفی کتب فقہ المبسوط اور بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ موصی لہ سے متعلق شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ''موصی لہ موصی کے قتل نا حق کا مرتکب

---

(۳۰) شرح الاحکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیۃ، زید الا بیانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۵۰۔

نہ ہوا ہو ۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارے نزدیک وصیت صحیح نہ ہوگی ۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے ۔ ۴۲ اس مسئلہ میں امام سرخسی نے امام شافعی کے قول کے بارے میں تفصیل بیان کی ہے کہ اگر وصیت موصی کو زخم لگانے سے پہلے کی گئی ہو تو وہ باطل ہوگی لیکن اگر زخم لگنے کے بعد موصی نے اس کے حق میں وصیت کی ہو تو وہ نافذ ہوگی ۔ (۴۲ الف)

اس امر میں ائمہ اربعہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ اگر قتل بحق شرعی ہو جیسا کہ قصاص میں قتل کیا جانا یا قاتل بچہ ہو یا قتل کا سبب بنا ہو تو وصیت صحیح ہوگی ۔ (۴۲ ب)

مالکی مذہب کے مشہور فقیہہ امام سحنون نے اپنی کتاب المدونہ الکبری میں لکھا ہے کہ قتل خطا کے قاتل کے حق میں وصیت موصی کے اپنے ذاتی مال میں بمنزلہ میراث نافذ ہوگی لیکن دیت کے مال میں نافذ نہ ہوگی (امام سحنون نے خود اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہوئے کہا ہے) کہ میرے خیال میں اگر موصی کچھ دن زندہ رہا تھا اور اس کے بعد اس نے قتل خطا کے قاتل کے لئے وصیت کی ہے تو موصی مقتول کے ہر دو قسم کے مال میں وصیت نافذ ہوگی ۔

اور اگر قتل عمد ہے اور قتل سے قبل موصی نے وصیت کی تھی تو اس قاتل کے لئے مقتول موصی کے ذاتی مال اور دیت کسی میں وصیت نافذ نہ ہوگی البتہ اگر ضرب کے بعد مقتول کچھ زندہ رہا اور اس کو قاتل کے قتل کا علم ہو گیا اس کے باوجود وصیت کر دی تو یہ وصیت صحیح ہوگی ۔ اس کے ذاتی مال میں ایک تہائی کی حد تک نافذ ہوگی ، البتہ اگر مقتول نے اپنا خون بھی معاف کر دیا تو پھر ذاتی مال کی حد تک محدود نہ رہے گی ۔ بلکہ ہر قسم کے مال میں نافذ ہوگی ۔ (۴۳ ج)

حنفیہ کے نزدیک قاتل کے واسطے وصیت جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ خود

---

(۴۲) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۹

(۴۲الف) المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۳ء، ج ۲۷، ص ۱۴۵، ۱۴۸ ۔

(۴۲ب) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۴۰

(۴۲ج) المدونہ الکبری، امام سحنون، مطبوعہ مصر، جلد ۱۵، صص ۳۴-۳۵

(۴۳) ہدایہ، برہان الدین مرغینانی، مطبوعہ قرآن محل کراچی، ج ۴، ص ۶۵۶

قتل کا مرتکب ہوا ہو خواہ قتل عمداً ہوا ہو یا خطاءً - اس کے برخلاف شافعیہ کے نزدیک قاتل کے حق میں وصیت جائز ہے - ۴۲ لیکن یہ قول صاحب ہدایہ کا ہے ، بدائع الصنائع میں ایسی وصیت کو ناجائز کہا گیا ہے اور المبسوط میں دو حالتوں کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے - شافعی فقہ میں ان کے دو قول مروی ہیں ایک یہ کہ وصیت جائز ہے اور دوسرا یہ کہ وصیت ناجائز ہے اور المہذب میں کسی قول کو ترجیح نہیں دی گئی - (۴۳ الف) البتہ مغنی المحتاج شرح منہاج میں صحت وصیت کے قول کو اظہر کہا گیا ہے - (۴۴)

حنبلیہ کے نزدیک بھی قاتل کے لئے وصیت صحیح نہیں ہے - خواہ یہ قتل خطاءً ہی واقع ہوا ہو - لیکن اگر کسی شخص نے موصی کو زخمی کر دیا ، اس کے بعد مجروح نے جارح (زخم لگانے والے) کے حق میں وصیت کی ، اور پھر اس زخم کے اثر سے مجروح موصی فوت ہو گیا تو وصیت باطل نہ ہوگی - ۴۵ کیونکہ اس میں استعجال (مال وصیت کو جلد حاصل کرنے) کی علت مفقود ہے - یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے وصیت جلد حاصل کرنے کی غرض سے موصی کو مجروح یا قتل کیا ہے -

شیعی فقہ میں بھی قاتل کے لئے وصیت جائز نہیں - ۴۶

حنفیہ اس مسئلے کو میراث پر قیاس کرتے ہیں اور رسول اللہ (ص) کے فرمان ''لا میراث للقاتل'' سے اس مسئلہ کا استخراج کرتے ہیں - قاتل کو میراث سے اس لئے محروم کیا گیا ہے کہ وہ قتل کے ذریعہ استعجال میراث یعنی میراث جلد حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور یہ اصول فقہ کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی شے کو اس کے مقررہ وقت سے قبل حاصل کرنے کی جدو جہد کر رہا ہو وہ اس شے سے محروم کر دیا جائے گا - (۴۶ الف) چونکہ قاتل نے

(۴۳الف) المہذب، الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۸

(۴۴) مغنی المحتاج، مطبوعہ مصر، جلد ۳، ص ۴۳

(۴۵) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۹
المحرر، مجدالدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۳

(۴۶) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، ص ۲۶۶

(۴۶الف) '' فالموصی لہ قصد الاستعجال بفعل محظور فیعاقب بالحرمان کذ المیراث '' المبسوط ج ۲۷ ص ۱۷۷ - دفعہ ۹۹ مجلۃ الاحکام العدلیہ

وقت سے پہلے میراث حاصل کرنے کا ارادہ کیا ، اس لئے اس کو میراث نہیں دی جائے گی - یہی حکم وصیت کا ہوگا -

امام شافعی میراث سے محرومی کے مسئلے میں تو ہر قسم کے قتل میں قاتل کو میراث سے محروم کرنے کے قائل ہیں لیکن صاحب المبسوط کے بیان کے مطابق وصیت سے محروم کرنے کے سلسلے میں ہر قاتل کو محروم کرنے کے قائل نہیں - دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ قتل کے سبب قاتل کے حق میں وصیت کا ممنوع ہونا ، رسول اللہ کی حدیث ''لا وصیۃ للقاتل'' یا ''لا شئ للقاتل'' کی بنا پر ہے - اور یہ قتل اسی وقت محرومی کا سبب ہوگا جب کہ قتل ظلماً کیا گیا ہو - اگر قتل کسی حق کی بنا پر واقع ہوا ہو مثلاً موصی لہ نے موصی کو قصاص میں قتل کیا یا کسی حد کے جاری کرنے کے سلسلے میں ایسا قتل واقع ہوا تو وصیت سے محرومی کا باعث نہ ہوگا - اسی طرح اگر موصی لہ پر موصی نے حملہ کیا اور موصی لہ نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے ایسا کیا ہو بشرطیکہ قتل کے سوائے جان بچانے کا دوسرا طریقہ نہ تھا تو وہ قتل وصیت سے محرومی کا باعث نہ ہوگا - یہی صورت بچہ یا دیوانے کی ہے کہ اگر وہ قتل نا حق کا مرتکب ہو تو اس کے حق میں وصیت باطل نہ ہوگی کیونکہ وہ غیر مکلف ہے -

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ''لا وصیۃ للقاتل'' یا ''لا شئ للقاتل'' اپنے حکم میں عام ہے - جس میں کوئی تخصیص یا استثناء موجود نہیں ، اس لئے مندرجہ بالا استثنائی صورتیں کیونکر صحیح ہوں گی ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت کا یہ فرمان دراصل قتل نا حق سے متعلق ہے جو بغیر حد شرع کے ہو - ''محروم کرنا'' ایک سزا ہے اور یہ اس فعل پر مرتب ہوتی ہے جو شرعاً حرام ہو نیز سزا اس مرتکب پر عائد ہوتی ہے جو مکلف ہو - لہذا جو قتل بحق ہو وہ شرعاً حرام نہ ہوگا اور محرومی کا حکم نہ دیا جائے گا - پہلے قول کی علت اس کا میراث پر قیاس کرنا ہے اور دوسرے قول کی علت اس کو عقد ہبہ کو مثل قرار دینا ہے - (۳۶ ب)

(۳۶ب) مغنی المحتاج، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۳
المہذب، الشیرازی، ج ۱، ص ۴۵۸

دراصل اس مسئله میں امام شافعی سے دو قول منقول ہیں - ایک یہ کہ وصیت کسی قسم کے قاتل کے حق میں صحیح نہ ہوگی اور دوسرا یہ کہ صحیح ہوگی - لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ میراث سے محرومی کا سبب بھی یہی ہے اور حکم بھی بصورت سزا ہے- لہذا جس طرح وصیت میں قتل کو قتل نا حق سے مخصوص کیا جا رہا ہے ، میراث میں بھی کیا جانا چاہئے ، حالانکہ میراث کے مسئلہ میں شافعیہ کے نزدیک مطلقاً ہر قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے ، لیکن واضح رہے کہ مذکورہ دلیل امام سرخسی نے المبسوط میں بیان کی ہے - فقہ شافعی کی زیر مطالعہ کتب میں ''لا وصیہ للقاتل'' یا ''لا شیٔ للقاتل'' کی حدیث سے کسی استدلال کا ذکر موجود نہیں اور نہ اس فرق کی علت ہی بیان کی گئی ہے - صاحب مغنی المحتاج نے دو قول نقل کرکے صحت وصیت کے قول کو اظہر کہا ہے ، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے -

جہاں تک قتل بالتسبب کا تعلق ہے یعنی وہ شخص جو خود قتل کا مرتکب یا شریک نہ ہو مگر قتل کا ایک بعید سبب ہوا ہو ، اس کو وصیت سے محروم نہ کیا جائے گا (۳۶ ج) کیونکہ وہ حقیقتاً قاتل نہیں ہوتا - مثلاً ایک شخص اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودے اور اس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو جائے تو کنواں کھودنے والے پر ضمان عائد نہ ہوگا ، حالانکہ قاتل خواہ کسی مقام پر قتل کرے ضامن ہوتا ہے - اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مسبب حقیقی قاتل نہیں ہوتا اور چونکہ وہ حقیقی قاتل نہیں ہوتا اس لئے اس پر وصیت سے محرومی کی سزا مرتب نہ ہوگی -

بچے اور دیوانے کو اس لئے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ محرومی فعل ممنوع کی سزا کے طور پر ہوتی ہے - یہ دونوں افراد اپنے افعال میں ممنوع کی صفت سے متصف نہیں ہوتے کیونکہ یہ دونوں بوجہ نابالغی و عدم عقل شرعاً مکلف نہیں ہیں - اس لئے ان پر محرومی کی سزا عائد نہ ہوگی - لہذا قاتل اگر بچہ یا پاگل ہو تو اس کے حق میں وصیت صحیح ہوگی - (۳۶ د)

(۳۶ج) بدائع الصنائع، امام کاسانی، جلد ۷، ص ۳۴۰

(۳۶ د) المبسوط ، ج ۲۷ص ۱۷۷

مالکیہ :

اگر موصی کو بوقت وصیت معلوم تھا کہ موصی لہ اس کے قتل کا سبب ہوا ہے مثلاً اس نے موصی کو زخمی کیا ہے یا مارا ہے، اور اس علم کے باوجود وصیت کی، اگر یہ فعل موصی لہ کا خطاءً واقع ہوا ہو تو وصیت ہر قسم کے مال میں صحیح ہوگی - اور اگر عمداً واقع ہوا تھا تو موصی کے ذاتی مال میں صحیح ہوگی، دیت کے مال میں صحیح نہ ہوگی، اور جس صورت میں موصی کو وصیت کے وقت موصی لہ کے قاتل ہونے کا علم نہ ہو، اور وصیت کر دی ہو، اس صورت میں دو قول ہیں، ایک قول میں صحیح ہوگی دوسرے قول میں باطل ہوگی - مالکی فقہ میں ترجیح کسی قول کی بابت نہیں ملی - ۳۷ راقم الحروف کے نزدیک ایسی صورت میں بحکم شرعی قاتل کو وصیت کا مال نہ ملنا چاہئے اور دوسرا قول راجح قرار دیا جانا چاہئے -

شافعیہ :

قاتل کے لئے وصیت کرنے میں امام شافعی کے مختلف قول ہیں - اول قول یہ ہے کہ ناجائز ہے، کیونکہ وصیت کے مال میں موت سے حق پیدا ہوتا ہے، اور قتل اس حق کا مانع ہے جیسا کہ میراث میں، لہذا وصیت کا بھی مانع ہوگا - دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت جائز ہے، کیونکہ اس میں دوسرے کو قبول کے ذریعہ مالک بنانا مقصود ہوتا ہے، لہذا بیع کی مانند، وصیت ممنوع نہ ہوگی - ۳۸

مصر کا قانون :

موصی یا مورث کا عمداً قتل کیا جانا، خواہ قاتل اصلی ہو یا قتل میں شریک ہو، یا جھوٹی شہادت دی ہو جس کے سبب موصی پر قتل کا حکم اور

(۳۷) المدونۃ الکبریٰ، امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۳۵-۳۶
جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، صص ۳۱۸-۳۱۷

(۳۸) المہذب، فیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۸
مغنی المحتاج مطبوعہ مصر ۱۹۵۸ع جلد ۳، ص ۴۳

اس کا نفاذ عائد ہوگیا ہو ، اور یہ قتل بلا حق و بلا عذر واقع ہوا ہو ، اور قاتل عاقل بالغ ۱۵ سال کی عمر کو پہونچ گیا ہو ، اور حقوق شرعیہ کے عذروں سے تجاوز کرنے والا شمار کیا جاتا ہو ، تو وصیت اختیاریہ و وصیت واجبہ کے استحقاق کا مانع ہوگا ۔ ۴۹

شام کا قانون :

شام کے قانون الأحوال الشخصیہ کی دفعہ ۲۲۳ میں مذکور ہے کہ ''وصیت اختیاریہ اور واجبہ سے حسب ذیل امور مانع ہونگے :

(الف) موصی لہ کا موصی کو قتل کر دینا ، خواہ قاتل اصلی ہو یا قاتل اصلی کا شریک ، جب کہ قتل بلا حق و بلا عذر ہو اور قاتل کی عمر ۱۵ سال ہو جس میں کہ وہ عاقل و بالغ تصور کیا جاتا ہو ۔

(ب) موصی کے قتل کا سبب ہوا ہو خواہ اس کی جھوٹی شہادت قتل کا ذریعہ ہوئی ہو ۔

تونس کا قانون :

تیونس کے قانون میں موصی کے قاتل کے حق میں وصیت کے اجراء سے منع کیا گیا ہے ۔ چنانچہ مجلہ الاحوال الشخصیہ تونس کی فصل ۱۹۸ میں کہا گیا ہے کہ ''وصیت اختیاریہ وصیت واجبہ موصی لہ کے موصی کو عمداً یا تسبّباً قتل کرنے کی بناء پر غیر نافذ ہونگی ، خواہ اس نے خود قتل بحیثیت فاعل اصلی کے کیا ہو یا بحیثیت شریک یا وہ شرکت کا سبب ہو یا یہ کہ وہ جھوٹا گواہ ہو جس کی جھوٹی شہادت کے سبب قاضی نے موصی کے مارے جانے کا حکم دیا ہو ۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ قتل بلا عذر شرعی کے کیا گیا ہو اور قتل کرنے والا عاقل ہو اور (کم از کم) ۱۳ سال کی عمر کو پہونچ چکا ہو ''

---

(۴۹) قانون الوصیت مصر، دفعہ ۱۷

وصیت بحق عمل

۲۲۴ - حمل کے لئے وصیت صحیح ہوگی -

توضیح : شرط یہ ہے کہ حاملہ کے شوہر کے زندہ ہونے کی صورت میں موصی کی موت سے چھ ماہ کے اندر وضع حمل ہو گیا ہو۔ حاملہ کے معتدۂ طلاق بائن یا معتدۂ وفات ہونے کی صورت میں وضع حمل کی آخری مدت دو سال ہو گی۔

تشریح

احناف کے نزدیک حمل کے حق میں وصیت جائز ہے، بشرطیکہ وصیت کے چھ ماہ کے اندر وضع حمل ہو جائے[۵۰] تاکہ اس امر کا یقینی علم و ثبوت حاصل ہو سکے کہ وصیت کے وقت بطن مادر میں حمل موجود تھا۔[۵۱] لیکن اس میں یہ استثناء ہے کہ اگر حمل موصی کی زوجہ کا ہے تو اس صورت میں موصی کی وفات یا طلاق کے بعد دو سال کے اندر اندر پیدا ہوا تو وصیت نافذ العمل قرار پائے گی اور اگر حمل موصی کی زوجہ کے علاوہ کسی اور کا ہے تو پھر وقت وفات موصی سے اگر حمل چھ ماہ سے کم میں پیدا نہ ہوا ہو تو وصیت کا مستحق نہ ہوگا۔ اس نظریہ کی بنیاد وراثت کے قاعدہ پر رکھی گئی ہے کہ جس طرح حمل وارث ہو سکتا ہے اسی طرح بذریعہ وصیت بھی ملک حاصل کر سکتا ہے۔

اگر بچے جڑواں پیدا ہوں تو ان کے درمیان وصیت کا مال مساوی تقسیم ہوگا۔ اگر ان بچوں میں سے زندہ پیدا ہونے کے بعد کوئی ایک مر گیا تو اس کی وصیت کا حصہ اس کے ورثاء پر حسب قاعدہ وراثت تقسیم ہوگا، کیونکہ وہ فوت ہونے سے قبل اس کا مستحق ہو چکا تھا۔ اب موصی بہ اس کا متروکہ شمار ہوگا، لیکن اگر ایک بچہ زندہ اور دوسرا مردہ پیدا ہوا تو پھر کل مال موصٰی بہ جو حمل کے لئے تھا زندہ پیدا ہونے والا بچہ لے لے گا۔

مالکی نقطۂ نظر :

موصی لہ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ موصی بہ کا مالک ہونے کی صلاحیت

(۵۰) لمیٹڈ انٹریٹس ان محمڈن لاء، کاملہ طیب جی، لندن، ۱۹۴۹ع، ص ۸۷

(۵۱) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، صص ۳۳۵ ، ۳۳۷
المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۲۷، ص ۸۶

رکھتا ہو ، اس امر میں کوئی فرق نہیں کہ موصی لہ ، عام ہو جیسا کہ مساکین ، یا خاص ہو ، جیسا کہ زید ، حقیقتاً مالک ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو یا حکماً جیسا کہ مسجد یا مسافرخانہ ، کیونکہ مسجد یا مسافرخانہ بحکم شرع تملیک کی صلاحیت رکھتے ہیں (مسجد میں مصلیان کی ادائی نماز اور مسافرخانہ میں مسافرین کا قیام شرع کی نظر میں ملکیت کا حصول ہوتا ہے) اسی طرح اگر حمل ثابت شدہ ہو یا قریب الوضع ہو اس کے حق میں وصیت صحیح ہو کر بچہ زندہ پیدا ہونے پر وصیت نافذ ہوگی ۔ لیکن حمل کے لئے یہ شرط ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہوا ہو ۔ اس لئے اگر پیدائش کے دوران بچہ رویا ہو تو وہ زندہ قرار دیا جا کر موصی لہ قرار پائے گا ، لیکن اگر آواز سے نہ رویا تو مردہ متصور ہو کر اس کے حق میں وصیت باطل ہو جائے گی ۔

حمل کے لئے وصیت کی صورت میں اگر کسی عورت کے ایک حمل سے چند بچے پیدا ہوں تو وصیت کا مال ان تمام بچوں پر بغیر لحاظ لڑکے ، لڑکی ، کے برابر تقسیم کیا جائے گا ، الا یہ کہ موصی نے حصہ وراثت کے مطابق تقسیم کرنے کی صراحت کر دی ہو ۔ ۵۳

شافعی نقطۂ نظر :

موصی لہ کا موجود ہونا ضروری ہے ۔ چنانچہ کسی میت کے لئے وصیت جائز نہ ہوگی جس طرح کہ میت کے حق میں ہبہ جائز نہیں ہوتا ، اگر حمل کے لئے وصیت کی اور وصیت کے وقت حمل کا وجود یقینی تھا ، اور وصیت کے وقت سے چھ ماہ یا اس سے کم مدت میں وضع حمل ہوگیا ، حالانکہ زوجیت کا تعلق ختم ہو چکا تھا ، تو یہ وصیت صحیح ہو گی ، کیونکہ ایسا حمل وارث ہوتا ہے لہذا وصیت کا بھی مستحق ہو سکے گا ۔ لیکن اگر بہ قیام زوجیت بچہ چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا تو وصیت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ اس صورت میں احتمال ہے کہ حمل وصیت کے بعد قرار پایا ہو لہذا شک کی حالت میں وصیت کی صحت کا حکم نہ دیا جائے گا ۔ اگر عورت کے مردہ بچہ پیدا ہوا تو وصیت صحیح نہ ہوگی ،

---

(۵۳) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الابی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷
المدونۃ الکبری ، امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۲۵ ۔

کیونکہ وصیت کے وقت اس کی حیات کا تیقن حاصل نہیں کیا جا سکتا ۔ اسی بنا پر ایسا بچہ وارث بھی نہیں ہوتا ۔ ۵۵

حنبلی نقطہ نظر :

حمل وصیت کے وقت موجود ہو ۔ اس کے لئے وصیت صحیح ہوگی ۔ مثلاً بچہ وصیت کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہو جائے ۔ جب کہ عورت و مرد کے درمیان تعلق زوجیت منقطع ہو چکا ہو یا یہ کہ زوجیت کا تعلق باقی ہو لیکن شوہر کا ہم بستر ہونا ممکن نہ رہا ہو ، مثلاً یہ کہ وہ کسی دور دراز مقام پر ہو یا ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ اس مرض کے ساتھ ہم بستری کا امکان نہ ہو یا قید کر دیا گیا ہو یا ورثاء کو علم ہو کہ شوہر نے زوجہ سے ہم بستری نہیں کی ہے یا ان ورثاء نے اس کا اقرار کر لیا ہو تو چار سال سے کم مدت میں وضع حمل پر وصیت صحیح تسلیم کی جائے گی ۔

اگر بچہ مردہ حالت میں پیدا ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی ۔ اگر بچہ لعان کے بعد پیدا ہوا یا استبراء کے دعوی کے بعد پیدا ہوا تو وصیت صحیح نہ ہو گی ۔ حمل کے لئے وصیت کی صورت میں لڑکا لڑکی وصیت کا حصہ پانے میں برابر درجہ رکھیں گے البتہ اگر موصی نے خود لڑکے اور لڑکی کے حصوں میں فرق ملحوظ رکھا ہو تو اس کے مطابق عمل ہوگا ۔ غیر معین ، مجہول اور معدوم الوجود کے لئے وصیت صحیح نہ ہوگی ۔ ۵۶

شیعہ امامیہ :

شیعہ امامیہ کے نزدیک بھی حمل کے لئے وصیت صحیح ہو گی جب کہ بچہ وصیت کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا ہو ، لیکن اگر اس سے زیادہ مدت میں پیدا ہوا ہو تو صحیح نہ ہوگی ۔ ۵۷

---

(۵۵) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۱۲ (ماخوذ)
المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۸

(۵۶) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۸
المختصر، الخرقی ، عمر ابن الحسین ، مطبوعہ مصر، ص ۱۱۳

(۵۷) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، ص ۲۶۱

جو حمل قرار پا چکا ہو اور موجود ہو اس کے لئے وصیت صحیح ہو گی بشرطیکہ زندہ پیدا ہوا ہو ، اگر مردہ پیدا ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر زندہ پیدا ہو کر فوت ہو گیا تو مال وصیت بچہ کے ورثاء کا حق ہوگا ۔[۵۸]

اسلامی ممالک میں رائج الوقت قوانین

مصر کا قانون :

دفعہ ۳۵ ۔ حسب ذیل حالات میں حمل کے لئے وصیت صحیح ہوگی :

(۱) جب کہ موصی نے وصیت کے وقت حمل کا اقرار کر لیا ہو ، اور وصیت کے وقت سے ایک سال شمسی (۳٦۵ یوم) یا اس سے کم مدت میں بچہ زندہ پیدا ہوا ہو ۔

(۲) جب کہ موصی نے حمل کا اقرار نہ کیا ہو اور وضع حمل وصیت کے وقت سے زائد سے زائد مدت ۹ ماہ (۲۷۰ یوم) میں ہو گیا ہو ، بشرطیکہ عورت معتدہ وفات یا معتدہ طلاق بائن نہ ہو یا عورت کے معتدہ وفات یا طلاق بائن ہونے کی صورت ۳٦۵ یوم یا اس سے کم دنوں میں زندہ پیدا ہوا ہو ،

جب کسی معین شخص کے حمل کے لئے وصیت کی گئی ہو تو ایسی وصیت کی صحت کے لئے یہ شرط ہوگی کہ بچے کا نسب اس معین (شخص) سے ثابت ہو :

موصی بہ کا حصہ وضع حمل تک محفوظ رکھا جائے گا ۔

دفعہ ۳٦ ۔ جب کہ کسی حاملہ عورت کے یک وقت یا متعدد اوقات میں جن اوقات کے درمیان چھ ماہ سے کم مدت ہو ، دو یا دو سے زیادہ زندہ بچے پیدا ہوں ، تو وصیت کا مال ان کے درمیان مساوی مقدار میں تقسیم کیا جائے گا ، الا یہ کہ وصیت میں اس کے خلاف صراحت موجود ہو جب ان دو بچوں میں ایک مردہ اور ایک زندہ پیدا ہو تو وصیت کا کل مال زندہ بچہ کا حق ہوگا ، لیکن اگر ایک بچہ ولادت کے بعد فوت ہوا تو اس کا حصہ وصیت اس

---

(۵۸) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، ص ۲٦۳

بچے کے ورثاء کا حق ہوگا ، اور اگر موصی نے منافع کی وصیت کی ہو تو موصی کے ورثاء کا حق ہوگا ۔ ۵۹

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۸۴ ۔ حمل کے لئے وصیت صحیح ہوگی بشرطیکہ وصیت کے وقت حمل موجود ہو اور بچہ فصل ۳۰ کی مقررہ مدت کے اندر زندہ پیدا ہوا ہو :

موصی بہ کی آمدنی سے حمل کا حصہ موصی کی وفات کے بعد وضع حمل تک محفوظ رکھا جائے گا ۔ ۶۰

شام کا قانون :

دفعہ ۲۳۶ ۔ (۱) بہ مطابق احکام ذیل معین حمل کے لئے وصیت صحیح ہو گی :

(الف) جب کہ موصی نے بوقت وصیت حمل کے وجود کا اقرار کر لیا ہو ، لیکن یہ شرط ہے کہ اس وقت سے ایک سال یا اس سے کم مدت میں بچہ زندہ پیدا ہوا ہو ۔

(ب) جب حاملہ عورت معتدۂ وفات یا معتدۂ طلاق بائن ہو ، تو یہ شرط ہو گی کہ وجوب عدت سے ایک سال یا اس کے اندر بچہ زندہ پیدا ہوا ہو ۔

(ج) جبکہ موصی نے حمل کے وجود کا اقرار نہ کیا ہو اور حاملہ معتدہ نہ ہو تو یہ شرط ہوگی کہ وصیت کے وقت سے ۹ ماہ یا اس سے کم میں بچہ زندہ پیدا ہوا ہو ۔

(د) جب کہ کسی معین شخص کے حمل کے حق میں وصیت کی گئی ہو تو مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ یہ بھی شرط ہو گی کہ حمل اس شخص سے ثابت النسب ہو ۔

---

(۵۹) قانون الوصیت مصر، ۱۹۴۶ع
(۶۰) قانون الوصیت، تونس ۱۹۵۳ع

(۲) حصہ موصی بہ بچہ کے پیدا ہونے کے وقت تک محفوظ رکھا جائے گا تاکہ بعد پیدائش اس کو پہونچایا جا سکے ۔

دفعہ ۲۲۷ - (۱) جب کہ کوئی حاملہ عورت بوقت واحد یا دو وقت میں جن کے درمیان چھ ماہ سے کم مدت ہو ، دو یا دو سے زیادہ زندہ بچے جنے تو ان تمام بچوں پر وصیت کا مال مساوی تقسیم ہوگا ، الا یہ کہ وصیت نامہ میں اس کے خلاف صراحت ہو ۔

(۲) اگر ایک بچہ مردہ پیدا ہوا اور دوسرا زندہ تو کل مال موصی بہ زندہ کا حق ہوگا ۔

(۳) کسی بچہ کے ولادت کے بعد فوت ہونے کی صورت میں اگر وصیت عین شیٔ کی ہے تو اس کا حصہ اس بچے کے ورثاء میں تقسیم ہوگا ، اور اگر وصیت منافع کی ہے تو اس کی موت کے وقت تک کے حصہ کی منفعت کا عوض بچے کے ورثاء کا حق ہوگا ، اور بچے کی موت کے بعد عین شیٔ موصی کے ورثاء کی ہو جائے گی ۔ ۶۱

عدالتی فیصلے :

بمقدمہ چنو بی‌بی بنام محمد ریاض ۶۲ جسٹس ایس ۔ اے ۔ رحمن و جسٹس شبیر احمد صاحبان نے قرار دیا کہ اسلامی قانون موصی لہ کے وجود کے سلسلے میں دو قاعدے رکھتا ہے تاکہ وہ وصیت سے مستفید ہو سکے ۔ ایک یہ کہ وہ وصیت کے وقت موجود ہو، خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ۔ البتہ حکمی وجود کا مطلب یہ ہے کہ وہ وصیت کے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو جائے ۔ اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ وہ موصی کی وفات کے وقت موجود ہو ۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں قاعدے ایک دوسرے سے متناقض ہیں لیکن غور کرنے سے یہ واضح ہوگا کہ ان میں سے ہر قاعدہ مختلف حالات سے متعلق ہے اور دونوں میں مکمل طور پر مطابقت ہے . . . . اسلامی قانون میں ، جیسا کہ دوسرے قوانین میں بھی ہے ،

(۶۱) قانون الوصیۃ، شام ۱۹۵۷ع ۔

(۶۲) پی ایل ڈی ۱۹۵۶ع لاہور ص ۷۸۶ ۔

وصیت عام طور پر موصی کی موت کے وقت نافذ العمل ہوتی ہے اور اسی سبب سے ایک مسلمان کی وصیت کے فلاں فلاں کے بچے فلاں فلاں جائداد کے مستحق ہوں گے ، موصی کی وفات سے نافذ [۳] ، بشرطیکہ وصیت یا اس کا کوئی حصہ کسی سبب سے جائز نہ ہو ۔

موجودہ مقدمہ میں وصیت کسی حمل کے حق میں نہ تھی بلکہ موصی کی بیٹی کی کسی بھی اولاد کے حق میں تھی جو اس کے بطن سے پیدا ہو وصیت موصی لہ کے چھ ماہ کے اندر پیدا ہونے کی شرط (موجودہ صورت میں) ناقابل اطلاق ہونے کے سبب محمد ریاض کے حق میں نافذ ہوگی ، کیونکہ وہ موصی کے انتقال سے پہلے پیدا ہو چکا تھا ۔

اگر محمد ریاض موصی کی وفات کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہوتا تب بھی وہ وصیت کا مستحق تھا ۔ مندرجہ بالا صورت میں موصی کی وفات سے قبل پیدا ہونے کے سبب وہ بدرجہ اولی مستحق ہوگا ، جب کہ وہ وارث نہ تھا ۔

انتیسواں باب

احکامِ موصی بہ

شرائط موصی بہ

۲۲۵ - موصی بہ کے لئے لازم ہوگا کہ مال متقوم یا متعلق بمال یا تابع مال یا بمعنی مال ہو، جو شرعاً جائز ہو اور وصی کی ملکیت میں داخل ہو۔

تشریح

موصی بہ کی شرائط جو کتب فقہ میں بیان کی گئی ہیں ان میں بنیادی شرط یہ ہے کہ موصی بہ مال ہو یا مال سے تعلق رکھنے والی شے ہو کیونکہ وصیت کے ذریعہ مال یا اس سے متعلق شے کا مالک بنانا مقصود ہوتا ہے اور ملکیت کا محل بھی مال ہی ہوا کرتا ہے۔ اس بناء پر مردار یا خون کی وصیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ فقہاء کے نزدیک یہ مال نہیں ہیں اسی طرح ان کے نزدیک مردار جانور کی کھال دباغت سے قبل مال نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن نے خون، شراب، مردار، خنزیر کو شرعاً حرام قرار دیا ہے۔

مال کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شرعاً قیمتی مال ہو چنانچہ خمر (شراب) کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ ایک مسلمان کے حق میں یہ قیمتی مال نہیں ہے۔ اگر اس کو ضائع کر دیا جائے تو ضائع کرنے والے پر اس کا کوئی تاوان عائد نہیں ہوتا لہذا ایک مسلمان کی جانب سے یا اس کے حق میں اس کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ البتہ دارالاسلام کے غیر مسلم شہری کی جانب سے شراب کی وصیت ذمی کے لئے صحیح ہوگی کیونکہ ان کے حق میں یہ قیمتی مال ہے۔ البتہ شکاری تربیت یافتہ کتے کی وصیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ فقہاء کے نزدیک مال ہے۔ اسی وجہ سے اس کی بیع یا ہبہ جائز ہے اور اس کو ہلاک کرنے والے پر تاوان عائد ہوتا ہے۔[1]

---

(۱) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۲-
مجمع الانہر، داماد آفندی ج ۲ ص ۶۹۱

مندرجات بالا سے یہ امر مستخرج ہوتا ہے کہ وصیت اس مال میں جائز ہوگی جو شرعاً مال ہو اور موصی کی جائز ملکیت ہو۔ اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

شیعی فقہ :

شیعی فقہاء کے نزدیک بھی شے کی ذات یا منفعت دونوں کی وصیت کی جا سکتی ہے بشرطیکہ ان کا مالک ہونا جائز ہوتا ہو ، اور وہ انتفاع کے قابل ہوں ، لہذا شراب ، خنزیر کاٹنے والے کتے کی وصیت جائز نہ ہوگی ، نہ غیر منتفع شی کی وصیت جائز ہوگی ۔ [۲]

اسلامی ممالک میں قانون سازی

مصر کا قانون :

دفعہ ۱۰ ۔ موصی بہ میں لازم ہوگا کہ :

(الف) ایسی اشیاء میں سے ہو جن میں وراثت جاری ہو سکتی ہو یا موصی کی حیات میں انعقاد عقد کا محل ہو سکتی ہوں ۔

(ب) یہ کہ اگر مال ہے تو موصی کے نزدیک قیمتی تصور کیا جاتا ہو ۔

(ج) یہ کہ وصیت کے وقت اگر معین ہو تو موصی کی ملکیت میں موجود ہو ۔

دفعہ ۱۱ ۔ حق تخلیہ کی اور ایسے حقوق کی جو وراثت کے ذریعہ منتقل ہو سکتے ہوں ، جن کے منجملہ کرایہ پر لی گئی اشیاء کی منفعت کی وصیت بھی ہے جو مستاجر کے فوت ہونے کے بعد پیش آئے ، وصیت صحیح ہوگی ۔

دفعہ ۱۲ ۔ ایک تہائی ترکے تک قرض دیئے جانے کی وصیت بھی صحیح ہو گی ، موصی لہ اس کا مستحق ہوگا ، لیکن اس مقدار سے زائد کی وصیت ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی ۔

---

(۲) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۹۔

دفعہ ۱۳ - ترکے کی اشیاء کی تقسیم کی وصیت موصی کے ورثاء کے حق میں اس حد تک صحیح ہوگی جس حد تک وہ وراثت سے حصہ پانے کا حق رکھتے ہوں ، اور موصی کی وفات کے بعد اس کا نفاذ لازمی ہوگا ، مگر اس سے زائد مقدار میں وصیت کے احکام جاری ہوں گے - ۳

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۸۶ - اگر موصی بہ کوئی معین شیٔ ہو تو وصیت کے وقت موصی کی ملکیت میں اس کا موجود ہونا شرط ہوگا - ۴

شام کا قانون :

دفعہ ۲۱۶ - موصی بہ کے لئے حسب ذیل امور شرط ہوں گے :

(الف) یہ کہ موصی کی موت کے بعد موصی بہ قیمتی اشیاء میں سے ہو اور قابل تملیک ہو -

(ب) یہ کہ اگر موصی بہ کی ذات معین ہو تو موصی کی وصیت کے وقت موصی کی ملک میں موجود ہو -

دفعہ ۲۱۷ - جو حقوق وراثت میں منتقل ہو سکتے ہوں ایسے تمام حقوق کی وصیت درست ہوگی - ان حقوق میں مستاجر کی موت کے بعد شیٔ مستاجرہ سے نفع اٹھانے کا حق بھی شامل ہے (یعنی وہ حق بھی بذریعہ وصیت منتقل ہو سکتا ہو) - ۵

مقدار موصی بہ

۲۲۶ - موصی کی تجہیز و تکفین اور اس کے ذمہ جملہ دین کی ادائی کے بعد ما بقی ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک وصیت جائز ہوگی - ایک تہائی سے زائد میں وصیت کا نفاذ موصی کی وفات کے بعد ورثاء کی اجازت پر منحصر ہوگا -

---

(۳) قانون الوصیت مصر، ۱۹۴۶ع -

(۴) قانون الوصیت تونس، ۱۹۵۷ع -

(۵) قانون الوصیت شام، ۱۹۵۳ع -

تشریح

جب کہ موصی کا کوئی وارث موجود ہو تو وصیت مال کی ایک تہائی کی حد تک ۃ
جاسکتی ہے۔ (٦) لیکن علماء شافعیہ میں ایک تہائی کی مقدار مقرر کرنے کے
وقت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک جماعت کے نزدیک مقدار کے تعین کا :
وقت معتبر ہوگا جب وصیت کی جا رہی ہے۔ موصی کی موت کے وقت کا اعتبار نہ
ہوگا۔ لیکن علماء شافعیہ کی دوسری جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ اس مال کی تہائی دی
جائے گی جو موصی کی وفات کے وقت موجود ہو۔ علماء شافعیہ میں دوسرا قول صحیح
اور مفتی بہ قرار پایا۔ (۷)

پہلی جماعت اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کرتی ہے کہ وصیت
ایک ایسا عقد (Contract) ہے جو مال کے اندازہ (اور مقدار) کو چاہتا ہے لہٰذا
اندازہ اور مقدار کے لئے وہی مال معتبر ہوگا جو عقد کے وقت موجود ہو۔ چنانچہ
اگر وصیت کے وقت موصی کا کل مال ایک ہزار روپیہ تھا اور موت کے وقت د
ہزار روپیہ ہو گیا تو وصیت کی ایک تہائی کی مقدار کے تعین کے لیے بوقت
وصیت جو ایک ہزار روپیہ تھا وصیت صرف اسی کی ایک تہائی میں جاری ہوگی
اور اس زائد یعنی دو ہزار کی ایک تہائی مراد نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر وصیت
کے وقت کوئی مال موجود نہ تھا لیکن وصیت کے بعد وفات کے وقت مال حاصل
ہو چکا تھا تو اس مال سے وصیت کا کوئی تعلق نہ ہوگا، یا وصیت کے وقت
جو مال موجود ہو وہ ضائع ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔

دوسری جماعت کی دلیل یہ ہے کہ وصیت کے استحقاق اور لازم ہونے
وقت موصی کی موت کے بعد ہوتا ہے اس لیے وصیت کے وقت جو مال موجود تھ
بوقت اجرائے وصیت اس کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ موت کے وقت موصی نے جو مال
(ترکہ) چھوڑا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ علماء شافعیہ میں دوسری جماعت

---

(٦) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵٦۔
(۷) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۸۔
کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۹۱ (ماخوذ)۔

کا قول راجح اور مفتی بہ قرار پایا ہے (۷ الف) اور یہی قول اقرب الی الصحت نظر آتا ہے۔

حنفیہ مکتب فکر :

جب کہ موصی کا وارث موجود ہو تو موصی بہ (مال) کی مقدار ایک تہائی سے زائد نہ ہونا چاہئے۔ ایک تہائی سے زائد کی وصیت (زیادتی کی حد تک) ایسے وارث کی اجازت پر موقوف ہوگی جو اجازت دینے کا اہل ہو — اہل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عاقل و بالغ ہو۔ اگر وارث دیوانہ یا نابالغ یا غیر عاقل ہو تو اس کی اجازت معتبر نہ ہو گی۔ عاقل و بالغ ہونے کے باوجود اگر وارث مرض موت میں مبتلا ہو اور بحالت مرض الموت اجازت دے تو اس اجازت سے وصیت کے احکام متعلق ہوں گے اور یہ اجازت من ابتدا اس کی جانب سے شمار ہوگی۔ چنانچہ اگر وہ موصی کا تنہا وارث تھا اور اس کا خود کوئی وارث نہ تھا تو اس کی وصیت کل مال موصی بہ میں نافذ ہو جائے گی اور اگر اس وارث کا بھی کوئی وارث ہے تو پھر یہ وصیت ایک تہائی کی حد تک نافذ ہو گی ؛ بشرطیکہ موصی لہ اس وارث کا وارث نہ ہو۔ اگر موصی لہ اس وارث کا وارث ہوا تو بحالت مرض اس کی اجازت صحیح نہ ہوگی اور اس کی وصیت نافذ نہ ہوسکے گی الا یہ کہ اس کے وارث بھی اس پر راضی ہوں۔

ورثاء کی وہ اجازت معتبر ہوگی جو موصی کی موت کے بعد دیگئی ہو، موصی کی حیات کے دوران اجازت قابل اعتبار نہ ہو گی، اگر موصی کی حیات میں اجازت دی گئی ہو اور پھر موصی کی موت کے بعد اس سے رجوع کر لیا گیا تو یہ رجوع کرنا صحیح ہوگا۔ یہی قول عام علماء حنفیہ کا ہے (۸)۔

اگر چند امور کی وصیت کی تو یہ دیکھنا ہوگا کہ ایک تہائی مال وصیت کے تمام امور کو پورا کر دیتا ہے یا نہیں ؟ اگر تمام وصیتوں کے لیے کافی ہے تو تمام وصیتیں نافذ کردی جائیں گی۔ لیکن اگر ایک تہائی مال تمام وصیتوں کو پورا نہیں کرتا، تو ایسی صورت میں یہ دیکھنا ہو گا آیا تمام

(۷ الف) المهذب، الشیرازی الفیروزآبادی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۸۔

(۸) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۷۰۔

وصیتیں اللہ تعالی کے حقوق کے سلسلے میں ھیں ، یا بعض حقوق اللہ اور بعض حقوق العباد کے سلسلے میں ھیں! اگر تمام وصیتیں حقوق اللہ سے متعلق ھیں تو اب دیکھنا ہوگا کہ یہ حقوق فرائض و واجبات کے درجہ کے ھیں یا نوافل کے درجہ کے یا دونوں مجتمع ھیں ۔ اگر تمام وصایا برابر درجہ کے فرائض ھیں تو جس فریضہ سے موصی نے ابتدا کی ھو اسی کے نفاذ سے ابتدا کی جائے گی ۔ اس سلسلہ میں بعض فروعی مسائل میں ائمہ احناف کا اختلاف بھی مذکور ھے ، مثلا حج اور زکوۃ میں کس کو مقدم کیا جائے چنانچہ امام ابویوسف کی ایک روایت کے مطابق حج کو مقدم کیا جائے گا اور دوسری روایت کے مطابق زکوۃ کو ۔ اس کے برخلاف امام محمد کے نزدیک زکوۃ کو مقدم کیا جائے گا ، وغیرہ وغیرہ ۔ راقم الحروف کے نزدیک امام محمد کا نقطہ' نظر کہ زکوۃ کی ادائی کو حج پر مقدم کیا جائے گا ، زیادہ صحیح اور قابل ترجیح ھے کیونکہ حج ایک ایسا فریضہ ھے جس کا براہ راست تعلق موصی اور اللہ تعالی سے ھے جب کہ زکوۃ کی ادائی (جو واجب الادا ھے) بیکوقت حق اللہ اور حق العباد ھے ، جو قرآن کے الفاظ میں '' حق للسائل والمحروم'' بھی ھے اس لیے اس کی ادائی حج پر مقدم ھونی چاھئے ۔

حقوق اللہ در حقیقت حقوق النفس ھیں کیونکہ اگر تعمیل نہ کی تو خدا کا کیا ضرر ! نفس ھی کا ضرر ھے اور اس کی خدائے تعالی سے قوی امید ھے ، کہ وہ معاف فرما دے البتہ حقوق العباد پر اس لیے زیادہ زور دیا گیا ھے کہ ان میں ضرر دوسرے کو پھونچتا ھے ۔ بہرکیف اصول یہ ھے کہ فرائض واجبات سے مقدم ھوں گے اور واجبات نوافل سے ۔

لیکن اگر وصیتیں حقوق العباد سے تعلق رکھتی ھیں ، تو اگر ایک تہائی میں یہ تمام وصیتیں پوری ادا ھوجاتی ھیں تو تقدم و تاخر کا سوال ھی نہیں پیدا ھوتا ۔ اور اگر ایک تہائی مال تمام موصی لہم کو پورا پورا ادا کرنے کے لئے کافی نہ ھو ، مثلا موصی نے ایک شخص کے لیے تہائی مال کی دوسرے کے لیے چوتہائی کی اور تیسرے کے لیے چھٹے حصہ کی وصیت کی ھو ، تو اس صورت میں ایک تہائی کو ان لوگوں کے حصص کے بقدر کمی بیشی کے ساتھ تقسیم

کر دیا جائے گا ، چنانچہ ایک تہائی مال وصیت کی تہائی اول کو چوتھائی دوسرے کو اور چھٹا حصہ تیسرے موصی لہ کو دیا جائے گا ۔ (۹)

اگر موصی بہ عین مال ہے تو موصی لہ اس مال کا مالک ہو جائے گا ۔ اور وہ اس میں تمام قسم کے مالکانہ تصرفات کرنے کا مجاز ہوگا ، خواہ وہ اس مال سے انتفاع کی شکل میں ہوں یا عقد بیع و ھبہ و صدقہ و وقف کی شکل میں ہوں ، نیز اس مال کے تمام متصلہ و منفصلہ زائدات موصی لہ کی ملکیت ہوں گے جو موصی کی موت کے بعد پیدا شدہ ہوں ، خواہ موصی لہ کے قبول سے پہلے پیدا ہوئے ہوں یا بعد میں ، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ زائدات ایک تہائی کی حد کے اندر قائم رہیں ۔ یعنی اصل موصی بہ سے مل کر ایک تہائی سے زائد مقدار میں نہ ہونے چاھئیں ۔ ۱۰

اگر اصل موصی بہ مع زوائد ایک تہائی کی حد تک ھیں تو کل (موصی بہ مع زوائد) موصی لہ کا حق ہوگا ۔ لیکن اگر زوائد اور اصل موصی بہ ایک تہائی سے زائد کی مقدار میں ھیں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اولاً اصل کو ایک تہائی کی حد تک دیا جائے گا اور زوائد وصیت سے خارج ہو جائیں گے ۔ اور اگر اصل ایک تہائی سے کم ہو تو زوائد کے ذریعہ ایک تہائی کو پورا کر دیا جائے گا ۔ اس کے برخلاف صاحبین کے نزدیک اصل و زوائد دونوں کو ملا کر ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی ۔ ۱۱

اگر موصی بہ عین مال نہیں ہے بلکہ مال سے جو منفعت مقصود ہوتی ہے اس کی وصیت کی گئی ہے ، (مثلاً مکان کی سکونت) تو ایسی صورت میں اگر وصیت موقتہ ہے تو مقررہ مدت تک موصی لہ انتفاع کا مالک ہوگا اور وقت ختم ہونے پر مال کی منفعت موصی کے ورثاء کا حق ہوگا اور اگر منفعت کی پہلی وصیت کے ختم ہونے پر منفعت کی وصیت کسی دوسرے شخص کے حق میں ہو تو یہ منفعت اس دوسرے موصی لہ کی ملکیت ہوگی اور اگر وصیت منفعت بلا قید وقت (مطلقہ)

---

(۹) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، صص ۳۷۱-۳۷۲ -

(۱۰) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۸۵ -

(۱۱) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۸۵ -

ہے تو موصی لہ اپنی موت کے وقت تک اس منفعت کا مالک ہوگا ۔ موصی لہ کی موت کے بعد یہ منفعت موصی کی ورثاء کی طرف یا اگر ان کے بعد کوئی دوسرا موصی لہ قرار دیا گیا ہے تو اس کی جانب رجوع کر جائے گی ۔ ۱۲

اور اگر موصی بہ ایسا حق ہے جو موصی کے مال سے تعلق رکھتا ہے، مثلاً کسی کے لئے نفقہ کی وصیت کرنا یا امور خیریہ جو تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہوتے ہیں ان پر صرف کرنے کی وصیت کرنا، تو یہ تمام وصیتیں ترکہ کی ایک تہائی سے پوری کی جائیں گی اور ان کا پورا کرنا واجب ہوگا ۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے، کہ اگر موصی کے انتقال کے بعد ورثاء تہائی سے زائد کی نسبت اجازت دیں تو یہ اجازت معتبر ہوگی بشرطیکہ ورثاء عاقل و بالغ ہوں ۔ اگر انہوں نے موصی کی زندگی میں اجازت دی تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا کیونکہ موصی کی زندگی میں ان کا حق متحقق اور ثابت نہ ہوا تھا ۔ چنانچہ اگر انہوں نے زندگی میں اجازت دی ہو تو ان کو یہ حق ہوگا کہ موصی کی موت کے بعد اس اجازت یا منظوری سے رجوع کر لیں لیکن اگر موصی کی وفات کے بعد اجازت دے دی تو انہیں رجوع کا حق نہ ہوگا ۔ ۱۳
یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو وصیت وارث کی اجازت سے جائز ہوتی ہے اس کی نوعیت کیا ہے ؟ ۔ حنفیہ کے نزدیک موصی لہ کو اس کی ملکیت موصی کی جانب سے حاصل ہوتی ہے یعنی اصل ملک موصی کی جانب سے ہے اور وارثوں کی اجازت صرف شرط ہے ۔ امام شافعی کے نزدیک موصی لہ کو ملکیت وارث ہی کی جانب سے حاصل ہوتی ہے ۔ ۱۴ وہ اس کو ورثاہ کی جانب سے ایک عمل احسان تصور کرتے ہیں ۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ وصیت ہی کو سبب ملک تصور کرتے ہیں اس کے برخلاف امام شافعی ورثلہ کی اجازت کو موصی لہ کی ملکیت کا سبب قرار دیتے ہیں ۔ ۱۵

اگر وصیت کو باطل قرار دے کر ورثاء کی رضامندی سے موصی لہ کو موصی

(۱۲) بدائع الصنائع ، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۸۶ ۔
(۱۳) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۷۰ ۔
(۱۴) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۷۰ ۔
(۱۵) 'اینڈ انٹرنس ان محمڈن لاء' کاملہ طیب جی' مطبوعہ لندن' ۱۹۶۹ع' ص ۸۷ ۔

بہ میں استحقاق پیدا ہو رہا ہو تو زائد کی وصیت کے باطل ہونے کی بنا پر ورثاء کی اجازت کا فعل ان کی طرف سے من ابتدا ہبہ تصور کیا جائے گا اور اس لئے ایجاب و قبول ہبہ اور قبضہ کی دیگر شرائط کا لحاظ رکھنا ہوگا ، لیکن اگر عقد وصیت کو منعقد تسلیم کیا جائے تو اس بناء پر ورثاء کی اجازت موصی کے فعل کے اجراء کی اجازت ہوگی اور محض اجازت سے وصیت جاری اور نافذ ہو جائے گی ، فوری قبضہ ضروری نہ ہوگا ۔

ان ہر دو صورتوں میں فرق یہ ہے کہ امام شافعی کے نظریہ کے مطابق ایک تہائی سے زائد کو وارث کی جانب سے ایک عمل احسان تصور کیا جائے گا ، چنانچہ جب تک قبضہ نہ دیا جائے گا اس وقت تک موصی لہ کا اس شے میں کوئی حق نہ پیدا ہوگا ۔ اس کے برخلاف حنفی نقطہ نظر کے بموجب اگر اس کو موصی کی طرف سے تصور کیا جائے تو ورثاہ کے اجازت دیتے ہی موصی لہ کا استحقاق ملکیت پیدا ہوگیا اور وہ اس شے کا قبضہ حاصل کرنے کے لئے ورثاہ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے اور ان کو قبضہ دینے کے لئے مجبور کرسکتا ہے ۔ [16]

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بھی ایک تہائی ترکے سے زائد کی وصیت جائز نہیں ۔ اگر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کی گئی تو زائد حصے میں وصیت کا نفاذ ورثاہ کی اجازت پر موقوف ہوگا ، اگر اجازت دے دیں تو یہ ورثاہ کی جانب سے عطیہ ہوگا ۔

ایک تہائی (اور ایک تہائی سے زائد) مقدار کا تعین وصیت جاری کرنے کا وقت قرار پائے گا اور موصی کی موت کے وقت کا اعتبار نہ ہوگا ۔ امام مالک کے نزدیک ایک تہائی کی مقدار سے زائد وصیت کسی حالت میں جائز نہیں خواہ وارث موجود ہوں یا نہ ہوں ۔ (۱۷)

---

(۱۶) لمیٹڈ انٹرسٹس ان محملن لاء، کاملہ طیب جی، لندن، ۱۹۴۹ع، ص ۸۷ ۔

(۱۷) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل ، صالح عبدالسمیع الآبی ، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ھ ، ج ۲، ص ۳۱۸ ۔
زرقانی، شرح موطا، محمد بن عبدالباقی بن یوسف، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۴۷ ۔
بدایۃ المجتہد ابن رشد مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۶ ۔

شافعی مسلک :

شافعی فقہاء کے نزدیک اگر وصیت حقوق العباد یا حقوق اللہ کے زمرہ میں آتی ہو تو پھر ایک تہائی کا اعتبار نہ دیا جائے گا مثلاً حج یا زکوۃ کی ادائی کیوں نہ اگر ان کی وصیت نہ بھی کی گئی ہو تب بھی ان کی ادائی بطور ''دین،، (debt) کے میت کے ترکہ پر لازم ہوگی ۔ ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک تہائی سے زائد کی ممانعت اس لیے ہے کہ ورثاء کا حق متاثر نہ ہو لیکن جب میت پر دین ہو تو ورثاء کا میت کے مال سے تا ادائی دین کوئی حق متعلق نہیں ہوتا لہذا ایک تہائی کا اعتبار نہ کیا جائے گا البتہ ان کے نزدیک اگر موصی نے ان حقوق کی وصیت میں اپنے مال کی ایک تہائی کی صراحت کر دی ہو کہ یہ حقوق ایک تہائی مال سے پورے کئے جائیں تو ایسی صورت میں ایک تہائی کی حد تک پورے کئے جائیں گے کیونکہ اس صراحت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ موصی کا ورثاء کو ان کا پورا پورا حق دینا مقصود تھا ۔ (۱۸) راقم الحروف کے نزیک امام شافعی کے اس قول میں تناقض پایا جاتا ہے کیونکہ اگر زکوۃ دین ہے تو پھر وصیت کے ذریعہ ایک تہائی کی حد مقرر کرنا اس وقت بے معنی اور غیر لازم ہوجاتا ہے جبکہ زکوۃ ترکہ کی ایک تہائی سے زائد ہو۔

بہرکیف ، شافعی فقہ کی رو سے بھی وصیت مال کی ایک تہائی کی حد تک ہوسکے گی ۔ چنانچہ اگر ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت کی گئی اور موصی کے ورثاء موجود نہ تھے تو زائد مقدار میں وصیت باطل ہوگی ، کیونکہ یہ زائد مال دیگر مسلمانوں کا حق ہے ، اور عام مسلمانوں کی جانب سے زائد مقدار میں اجازت دینے کا حق کسی شخص کو حاصل نہیں ہے ۔ لامحالہ وصیت باطل قرار پائے گی ۔ لیکن اگر موصی کے ورثاء موجود ہوں تو اس صورت میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ملتے ہیں ۔ ایک یہ کہ ایک تہائی سے زائد مقدار کی وصیت باطل ہوگی ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنے سے منع فرمادیا تھا،

---

(۱۸) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۶۰۔

اور یہ ممانعت چاہتی ہے کہ زائد کی وصیت باطل ہو ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وارث کی اجازت پر موقوف رہ کر زائد مقدار میں صحیح ہوگی ، اگر وارث نے اجازت دی تو جاری کردی جائے گی اور اجازت نہ دی تو باطل ہوجائے گی ۔ لہذا اول قول یعنی زائد کی وصیت کے باطل ہونے کی بناء پر ورثاء کی اجازت ان کی طرف سے مستقل ابتدائی ہبہ تصور کیا جائے گا اور اس لئے ایجاب و قبول ارکان ہبہ اور قبضہ تمام امور کا لحاظ کرنا ہوگا لیکن دوسرے قول یعنی وصیت کے صحیح ہونے کی بنا پر ورثاء کی اجازت موصی کے فعل کے اجراء کی اجازت ہوگی اور اجازت کے لفظ سے ہی اجراء وصیت ہوجائے گا ۔ چنانچہ اگر موصی نے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی ہو تو اول قول میں غلام ورثاء کی طرف سے آزاد شدہ متصور ہوگا اور دوسرے قول کے مطابق موصی کی جانب سے آزاد کردہ متصور ہوگا ، غلام کی ولا موصی کی متصور ہوگی ۔ [۱۹] فقہ شافعی کی اکثر کتب کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترجیح پہلے قول کو حاصل ہے یعنی اجازت منجانب ورثاء ایک جدید ملکیت کا اثبات ہے جو انکی طرف سے ہبہ ہے ۔

جیسا کہ سطور بالا میں اشارہ کیا جاچکا ہے ایک تہائی کی مقدار مقرر کرنے کے وقت میں علماء شافعیہ کا اختلاف ہے ۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ وصیت کے وقت جتنا مال موجود تھا اس کی ایک تہائی لی جائے گی ، اس لئے کہ یہ وصیت ایک عقد ہے جو مال کے اندازے کا مقتضی ہے لہذا وہی مال معتبر ہوگا جو عقد کے وقت موجود ہوگا ۔ اس قول کی بنا پر اگر وصیت کے وقت موصی کا مال ایک ہزار روپیہ اور موت کے وقت دو ہزار روپیہ ہوگیا تو اس زائد (دو ہزار روپیہ) کی تہائی مراد نہ ہوگی بلکہ ایک ہزار کی تہائی لی جائے گی۔ یا اگر وصیت کے وقت کوئی مال موجود نہ تھا مثلا ایک ہزار کی وصیت کی اور مال کچھ موجود نہ تھا ۔ لیکن وصیت کے بعد وفات کے وقت مال حاصل ہوچکا تھا تو اس مال سے وصیت کا کوئی تعلق نہ ہوگا ، یا وصیت کے وقت مال تھا مگر موت کے وقت ضائع ہوچکا تھا تو وصیت باطل ہوجائے گی ۔ دوسری جماعت کا قول ، جو صحیح و مفتی بہ ہے ، یہ ہے کہ اس مال کی تہائی لی جائے گی جو موصی

---

(۱۹) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۰۵ ۔
المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۴ ۔

کی موت کے وقت موجود ہوگا ، کیونکہ وصیت کے استحقاق اور لازم ہونے کا بھی وقت ہوتا ہے۔[۲۰]

اگر موصی بہ امور خیریہ میں سے کوئی امر ہے ، مثلاً ھبہ کی وصیت یا صدقہ کی یا بیع میں محابات کی وصیت کی تو یہ بھی ایک تہائی کی حد تک نافذ ہوسکے گی ، خواہ یہ صحت کی حالت کی وصیت ہو یا حالت مرض کی ہو ، یا بعض وصیتیں حالت صحت اور بعض حالت مرض کی ہوں ، کیونکہ یہ تمام وصیتیں موت کے بعد ہی لازم ہوا کرتی ہیں۔

اور موصی جو خیری امور اپنی زندگی ہی میں نافذ کر دے ، اگر وہ صحت کی حالت کے ہوں تو کل مال میں نافذ ہوں گے اس وقت کسی کا کوئی حق اس کے مال سے متعلق نہیں ہوتا ۔ اور اگر مرض کی حالت کے ہوں لیکن مرض موت نہ ہو تو یہ بھی صحت کی حالت کے حکم میں ہوں گے ، البتہ اگر مرض موت لاحق ہونے کی حالت کے ہوں اور موت کے وقت تک یہ مرض لاحق رہا ہو تو ا یک تہائی کی حد تک وصیت کا اجراء ہوگا ۔ اس کی دلیل وہی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت چھ غلاموں کو جو اس کا کل مال تھا آزاد کردیا تھا اور آنحضرت صلعم نے قرعہ اندازی کے بعد محض دو غلام کی آزادی کا حکم دیا تھا ، اور چار کو بدستور غلام قرار دیا تھا۔ مرض موت میں زندگی کی حالت موت ہی کا درجہ رکھتی ہے لیکن اگر یہ شخص اس مرض سے اچھا ہو گیا تو اب ایک تہائی کی حد کا اعتبار نہ رہے گا ۔ اس وقت یہ ظاہر ہوجائے گا کہ اس کے مال سے کسی کا حق متعلق نہ تھا ، اگر ایک شخص نے صحت کی حالت میں ھبہ کیا اور اس کی موت کے بعد قبضہ لینے کا عمل ہوا تو محض ترکہ کی ایک تہائی کی مقدار تک یہ ھبہ و قبضہ جائز ہوسکے گا ۔

حنبلی مسلک

حنبلی مسلک کے تحت بھی موصی بہ کی مقدار ایک تہائی سے زائد جائز

---

(۲۰) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۸۔
کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۹۱ (ماخوذ)۔

نہ ہوگی الا یہ کہ ورثاء اجازت دیں ۔ لیکن جس صورت میں ورثاء موجود نہ ہوں تو کل مال کی وصیت کی جاسکتی ہے ، ورثاء موجود ہونے کی صورت میں مستحب یہ ہے کہ مال کے پانچویں حصہ کی وصیت کی جائے۔[۲۱]

حنبلی فقہاء کے نزدیک میت پر جو حقوق واجبہ ہوں جیسے دین یا حج یا کفارہ وغیرہ تو یہ کل ترکے سے ادا کئے جائیں گے ان کے بعد نفلی امور کی ادائی کی جائے گی اگر میت کا مال تمام واجب حقوق کے لئے کافی نہ ہو تو پھر حسب درجات اندازہ کیا جائے گا ۔ ان حقوق کی ادائی میت کا وصی یا وارث اور اسکے بعد حاکم کرسکے گا ، لیکن اگر کسی ایسے شخص نے یہ حقوق ادا کیے جس کو ولایت حاصل نہ تھی تب بھی جائز ہوگا ۔ اسکا ایسا کرنا یہ متصور ہوگا کہ حاکم کی اجازت سے اس نے ایسا کیا ، اگر موصی نے اس طرح وصیت کی ہو کہ میرے مال کی ایک تہائی میں سے واجبات کو ادا کر دیا جائے اور ایک تہائی ان کے لئے کافی نہ ہو تو اصل مال سے اس مقدار میں اضافہ کرکے حقوق پورے کیے جائیں گے ، اب اگر ان واجبات کے ساتھ بعض وصیت تبرعاتی امور کی ہو اور حقوق واجبہ کی ادائی سے مال فاضل رہتا ہو تو اس کو پورا کیا جائے گا ، بصورت دیگر تبرعاتی وصیت باطل ہوجائے گی۔[۲۲]

شیعی نقطہ نظر :

شیعی فقہاء کے نزدیک اگر وصیت ایک تہائی سے زائد مال کے لئے ہو اور کوئی وارث نہ ہو تو زائد مقدار میں وصیت باطل ہوگی ۔ کیونکہ یہ زائد مال دیگر مسلمانوں کا حق ہے اور عام مسلمانوں کی جانب سے اس زائد مقدار میں اجازت دینے کا حق کسی شخص کو حاصل نہیں ہے لیکن اگر وصیت ایک تہائی سے زائد مال کی نسبت کی جائے اور ورثاء موجود ہوں تو اس سلسلہ میں شیعی فقہاء کے دو اقوال ملتے ہیں :-

---

(۲۱) مختصر الخرقی، عمر ابن الحسین ، مطبوعہ مصر، ج ۰، ص ۱۱۱ -
الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، صص ۳۹-۳۸ -
(۲۲) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، جلد ۳، ص ۵۶ -
المحرر فی الفقہ، ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۱ -

(۱) ایک قول یہ ہے کہ ایک تہائی سے زائد کی وصیت باطل قرار پا
گی ، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو ایک تہائی .
زائد مقدار میں وصیت کرنے کے لیے فرمایا تھا

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اگر ورثاء اجازت دیدیں تو زائد مقدار میں جا
ہوگی ورنہ نہیں ۔

وصیت محض ایک تہائی کی حد تک ہو ، اس سے زائد نہ ہو البتہ
ہوسکتی ہے ، اگر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کی گئی ہو تو زائد مقدار ،
وصیت باطل ہوگی ، مگر جب کہ زائد میں ورثاء اجازت دے دیں ۔ اگر ورثاء
سے بعض نے زائد مقدار میں اجازت دی اور بعض نے نہ دی ، تو اس صورت میں محض
اجازت دینے والے ورثاء کے حصوں میں وصیت کا نفاذ ہو سکے گا ۔

وارث کی وہ اجازت معتبر ہوگی جو موصی کی وفات کے بعد دی جائے لیکن
اگر اس کی زندگی میں دی گئی ہو تو اس صورت کے متعلق دو روایتیں ہیں
مشہور روایت کے مطابق وارث پر اس کا پورا کرنا لازم ہوگا ، لیکن یہ ابتدا
ہبہ متصور نہ ہوگا اسی بنا پر موصی لہ کا موصی بہ پر قبضہ اس کی صحت
لیے ضروری نہیں ہوگا ۔

وصیت میں موصی کی شرائط اگر غیر مشروع نہ ہوں تو اُن پر عمل کر
واجب ہو گا ۔ ایک تہائی مقدار ترکہ کا اعتبار وفات کے وقت سے ہوگا
وصیت کے وقت سے نہ ہوگا ، چنانچہ اگر ایک شخص وصیت کے وقت مالدار ت
لیکن وفات کے وقت غریب ہو گیا تھا تو اس کی مالداری کااعتبار نہ ہو گا
اسی طرح برعکس حالت میں فقر کا اعتبار نہ ہو گا ۔

اگر موصی نے امور واجبہ اور غیر واجبہ دونوں کی وصیت کی ہو ، تو ا
ترکے کی ایک تہائی دونوں کے لیے کافی ہوتو دونوں کو پورا کیا جائے گا
لیکن اگر یہ تہائی کم ہو اور ورثاء نے اجازت نہ دی ہو تو اصل ترکے سے اولاً واجبہ
کو ادا کیا جائے گا ، اور پھر تہائی کے باقی سے یکے بعد دیگرے اس وقت تک
ادا کیا جاتا رہے گا جس وقت تک ایک تہائی کی مقدار پوری ہو ۔ (۲۳)

(۲۳) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، صص ۲۶۰-۲۵۹ ۔

ظاہریہ مسلک :

ظاہری فقہ کے امام ابومحمد بن حزم نے اپنی کتاب المحلی میں لکھا ہے کہ ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت جائز نہیں ، خواہ موصی کا وارث موجود ہو یا نہ ہو ، خواہ ورثاء اجازت دیں یا نہ دیں ۔ کیوں کہ (حضرت سعدکی) صحیح حدیث میں صراحت سے ایک تہائی وصیت سے زائد مقدار کو ممنوع قرار دیا گیا ہے نیز اس حدیث میں بھی صراحت موجود ہے جس میں آنحضرت صلعم نے غلاموں میں سے قرعہ اندازی کے ساتھ محض دو غلام آزاد قرار دیے ، اور باقی چار کو ترکہ قرار دیا ۔

ایک تہائی کی مقدار کے سلسلہ میں امام ابن حزم لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت کی اس کے بعد اس کے موجود مال میں اضافہ ہو گیا تو وصیت اصل مال کی ایک تہائی کی حد تک جاری ہوگی (اضافہ کا کوئی لحاظ نہ ہوگا) اس (زائد) میں وصیت کے عقد کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ (زائد مال آجانے کی صورت میں) موصی دوبارہ (جدید) وصیت کر دے۔

اگر ایک شخص نے اپنے معلوم مال کی ایک تہائی سےزائد کی وصیت کی اور اس کے پاس ایسا مال بھی تھا جس کا اس کو علم نہ تھا (اس مال کی مقدار معلوم مال کے ساتھ ملانے سے یہ وصیت کل مال کی ایک تہائی قرار دی جاسکتی ہے) تو اس صورت میں صرف مال معلوم کی مقدار کی ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی ، کیونکہ اس سے جو زائد ہوگی اس میں عقد باطل ہوگا ، البتہ اگر ایسے الفاظ سے وصیت کی ہے جو ہر قسم کے مال پر حاوی ہوں مثلاً اس طرح کہا ہو کہ جو مال اللہ تعالی مجھے دے گا اس میں سے میں اتنے مال کی وصیت کرتا ہوں ، یا اپنے مرنے کے بعد جتنا مال چھوڑوں اس میں اتنے کی وصیت کرتا ہوں تو اب مرنے کے بعد جتنا مال ہوگا کل مال کی تہائی میں وصیت جاری ہوگی خواہ مال معلوم اور نامعلوم دونوں سے ملا جلا ہی کیوں نہ ہو ۔ [۲۳]

---

(۲۳) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۹، ص ۳۹۰-۳۹۲ -

قوانین ممالک اسلامیہ

عراق کا قانون

دفعہ ۷۰ - وصیت ایک تہائی سے زائد کی جائز نہیں ، الا یہ کہ ورثاء اجازت دیں اور جس کا کوئی وارث نہ ہو مملکت اس کی وارث ہوگی (۲۵)

تونس کا قانون

دفعہ ۱۸۷ - غیر وارث کے حق میں وصیت ایک تہائی مال کی حد تک ورثاء کی بغیر اجازت نافذ ہو گی -

دفعہ ۱۹۰ - مال سے کسی مخصوص و محدود مقدار کی وصیت ترکے کی کی تہائی سے زائد میں نہ ہوگی مگر یہ کہ ورثاء اجازت دیں - (۲۶)

عدالتی نقطہ نظر :

برصغیر ہند و پاکستان کی عدالتوں کابھی شروع سے یہی نقطہ نظر رہا ہے کہ وصیت کی حد ایک تہائی ترکہ ہے جو اخراجات تجہیز و تکفین اور ادائی قرض کے بعد بچ رہے - چنانچہ ایک مسلمان تجہیز و تکفین اور دین کی ادائی کے بعد باقی ماندہ ترکہ کی ایک تہائی سے زائد کیلئے وصیت نہیں کرسکتا (۲۶الف)

ایک اجنبی کے حق میں ایک تہائی ترکہ سے زائد وصیت جائز نہ ہوگی - (۲۷)

ایک تہائی سے زائد کی وصیت موثر نہ ہوگی الا یہ کہ ورثاء موصی کی وفات کے بعد اس کے لئے رضامند ہوں - (۲۷ الف)

اگر ایک تہائی سے زائد کے لیے کسی اجنبی کے حق میں وصیت کی گئی

---

(۲۵) قانون الوصیت' عراق ۱۹۵۹ء -

(۲۶) قانون الوصیت' تونس' ۱۹۵۷ء -

(۲۶الف) پی ایل ڈی ۱۹۶۷ء سپریم کورٹ ۲۰۰ - پی ایل ڈی ۱۹۵۶ء لاہور ۷۸۶ -

(۲۷) پی ایل ڈی ۱۹۵۸ء' کراچی' ص ۳۰۰ -

(۲۷الف) پی ایل ڈی' ۱۹۶۶ء پشاور' ۱۳۷ -

اے آئی آر' ۱۹۲۷ الہ آباد ۳۳۰ -

اے آئی آر ۱۹۶۳ کیرالہ ۲۰۰ -

تو وصیت بلا رضامندی ورثاء ایک تہائی کی حد تک نافذ ہوگی البتہ ایک تہائی سے زائد (حصہ معین) وصیت اس وقت نافذ ہوگی جب کہ ورثاء نے اس پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہو ۔ یہ رضامندی ان شرائط کی پابند ہوگی جن کا اطلاق اس صورت میں کیا جاتا ہے ، جب کہ وصیت کسی وارث کے حق میں کی گئی ہواور دیگر ورثاء رضامند ہوں۔ (۲۷ ب)

یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اعتراض کا حق ایک مسلمان وارث کو ہوتا ہے جب کہ کوئی وارث موجود نہ ہو تو موصی لہ کل ترکہ (موصی بہ) کا مستحق ہوتا ہے۔ (۲۷ج)

وارث نہ ہونے کی صورت میں کل مال کی وصیت

۲۲۷ - جس شخص پر کچھ دین نہ ہو اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو ، اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے کل مال کے بارے میں جس کے حق میں چاہے ، وصیت کرے ۔

تشریح

وصیت کے لیے ایک تہائی کی مقدار مقرر کرنے میں یہ شرعی مصلحت پنہاں ہے کہ ورثا کی حق تلفی نہ ہو۔ چنان چہ اگر موصی کا کوئی وارث بوقت مرگ موجود نہیں تو زائد از ثلث (تہائی) بلکہ کل مال کے لیے بھی وصیت صحیح ہوگی ، یہ مسلک حنفیہ کا ہے۔

لیکن اگر کل مال کی وصیت نہ کی گئی ہو تو قرض کی ادائی اور وصیت کی تکمیل کے بعد جو مال بچ رہے گا ، وہ بیت المال کی ملکیت ہوگا ۔ (۲۸)

مالکیہ (۲۹) ، شافعیہ (۳۰) اور حنبلیہ (۳۱) بہرصورت ایک تہائی سے

(۲۷ب) پی ایل ڈی' ۱۹۵۸ع کراچی ۳۲۰' اے آئی آر ۱۹۲۱ سندھ' ۱۷۷' اے آئی آر ۱۹۱۸ع پریوی کونسل ص ۱۳۷ -

(۲۷ج) پی ایل ڈی ۱۹۶۳ع سپریم کورٹ' ۵۵۳ -

(۲۸) احکام الشرعیۃ' قدری پاشا' مطبوعہ مصر' ۱۸۹۵' دفعہ ۵۳۳ -

(۲۹) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل' صالح عبدالسمیع الآبی ' مطبوعہ مصر' ج ۲'ص ۳۱۸ -

(۳۰) المہذب' الفیروزآبادی الشیرازی' مطبوعہ مصر ج ۱' ص ۴۵۷ -

(۳۱) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل' صالح عبدالسمیع الآبی' مطبوعہ مصر' ج ۲' ص ۳۱۸ -

زائد وصیت کے مخالف ہیں ان کے نزدیک باقی دوتہائی ترکہ وارث نہ ہون
صورت میں بیت‌المال کاحق ہوگا۔

تو نس کاقانون

دفعہ ۱۸۸ - جس شخص پر کوئی دین نہ ہو اور نہ اس کا کوئی ا
ہو تو اس کی وصیت اس کے کل مال میں نافذ ہوگی ، بیت‌المال اس کا و
نہ ہوگا - (۳۲)

منافع کی وصیت ۲۲۸ - **منافع کی وصیت علی الدوام یا ایک معین وقت کے لئے جائز ہوگی۔**

تشریح

بالعموم وصیت کے ذریعہ کسی شے کا مالک بنانا مقصود ہوتا ہے لیکن کبھ
کبھی وصیت محض اس شے سے منفعت اٹھانے کی حد تک کی جاتی ہے۔

حنفیہ :

حنفی فقہ کی رو سے جس طرح وصیت کسی عین شے کی صحیح ہوتی
اسی طرح اشیاء کے منافع کی وصیت بھی صحیح ہوتی ہے۔ اس لیے موصی
خواہ کوئی معین شے ہو یا کسی شے کی منفعت ہو ، دونوں طرح صحی
ہوگی (۳۳) اس کی بنیاد اس قاعدہ پر ہے کہ جس طرح قائم بالذات اشیاء مال ہون
ہیں اسی طرح ان کی منفعت بھی مال سمجھی جاتی ہے (۳۴)

حصول منفعت کے لیے وصیت بلا تعین وقت یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھی ک
جاسکتی ہے اور کسی معین عرصہ کے لیے بھی مثلاً ایک شخص اس طرح وصیت کر
کہ فلاں شخص ایک سال یا ایک ماہ تک میرے مکان میں سکونت رکھے گا - (۳۵
چنانچہ اگر منفعت کی وصیت بلا تعین وقت ہو تو وہ موصی لہ کی زندگی تک کیلئے

---

(۳۲) قانون الوصیت، تیونس۔

(۳۳) شرح الاحکام الشرعیۃ زید الابیانی مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۲۶۹، ۲۷۳ -

(۳۴) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۲ -

(۳۵) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۲ -

سمجھی جائیگی۔ اس کے بعد موصی کے ورثاء کی ملکیت ہوگی إلا یہ کہ بعدازاں کسی دوسرے شخص کے حق میں کی گئی ہو۔

مالکیہ:

فقہاء مالکیہ بھی منافع کی وصیت میں دیگر ائمہ سے متفق ہیں۔ (۳۶)

شافعیہ :

شافعیہ بھی منافع کی وصیت میں احناف سے متفق ہیں چنانچہ درختوں کے پھلوں وغیرہ کی وصیت صحیح ہوگی۔ (۳۷)

حنبلیہ :

حنبلیہ کے نزدیک بھی منافع کی وصیت صحیح ہوتی ہے۔ (۳۸) جیسا کہ خود تعریف وصیت سےظاہر ہے۔

امامیہ :

امامیہ کے نزدیک منافع کی وصیت صحیح ہوتی ہے۔ (۳۹)

ظاہریہ

ظاہریہ کے نزدیک منافع مثلاً سکونت مکان وغیرہ کی وصیت صحیح نہیں ہوتی۔ (۴۰)

تفصیلی احکام — حنفی نقطۂ نظر :

چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے مکان وغیرہ کی سکونت یا اس کی آمدنی کی دوام کی صراحت کے ساتھ یا مطلقاً بغیر کسی وقت کی تقیید کے کسی کے لیے

---

(۳۶) المدونۃ الکبری، امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۶۶۔
جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷۔

(۳۷) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۴۹۔

(۳۸) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۴۔
المحرر، مجدالدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۶۔

(۳۹) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت القسم الثانی، ص ۲۵۸۔

(۴۰) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۹۳-۹۹۔

وصیت کرے تو موصی لہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ تا حیات خود مکان کی سکونت یا آمدنی سے استفادہ کرتا رہے لیکن موصی لہ کی وفات کے بعد مکان کا حق سکونت و آمدنی موصی کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجائے گا اور اگر معینہ مدت تک کے لیے وصیت کی گئی ہو تو اس صورت میں اس معینہ مدت تک استفادہ کا حق حاصل ہوگا اور اگر سالون کے لفظ کو استعمال کر کے وصیت کی گئی ہو تو اس سے تین سال مراد ہوں گے (۳۱) اگر استفادہ کی کوئی مدت مقرر کر دی گئی ہو اور مدت مذکورہ ختم ہونے سے قبل موصی لہ کا انتقال ہوجائے تو استفادہ کا حق موصی لہ کے ورثاء کی طرف بطریق خلافت منتقل ہو جائے گا جو بعد انقضا مدت معینہ ختم متصور ہوگا ۔ لیکن اگر ہمیشگی کی صراحت ہو مثلاً ایک شخص اس طرح وصیت کرے کہ میں اس مکان کی سکونت یا اپنی فلان زمین کی آمدنی فلان شخص کے حق میں وصیت کرتا ہوں جس سے وہ ابداً استفادہ کرتا رہے گا ۔ اس صورت میں موصی لہ اپنی حیات تک موصی بہ سے استفادہ کرے گا وفات کے بعد یہ منافع موصی کے ورثاء کی جانب منتقل ہو جائیں گے اگر مدت معین نہین ہے " چند سال " کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو تین سال تک کے لیے موصی لہ کو استفادہ کا حق ہوگا البتہ اگر مدت کے بارے میں کوئی صراحت موجود نہیں تو پھر موصی لہ اپنی زندگی تک استفادہ کا مستحق ہوگا ۔ (۳۲)

اس ضمن میں یہ صراحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص کے لیے سکونت کی وصیت کی گئی ہو اس کو یہ حق حاصل نہ ہو گا کہ وہ مکان کو کرایہ پر دے سکے ۔ اسی طرح جس شخص کے حق میں مکان کی آمدنی کی وصیت کی گئی ہو اس کو یہ حق نہ ہو گا کہ وہ بذات خود اس مکان میں سکونت پذیر رہے (۳۲الف) یعنی جس موصی لہ کے حق میں سکونت کی وصیت کی گئی ہو وہ سکونت ہی اختیار کرے اور جس کے حق میں آمدنی کی وصیت کی گئی ہو وہ آمدنی ہی سے انتفاع کرے تو کسی شخص کو اس کے اس استفادہ پر کسی قسم کی مزاحمت کا اختیار نہ ہوگا ، لیکن اگر

---

(۳۱) الا حکام الشرعیۃ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۵۳ مع شرح، زید الابیانی، ج ۲، ص ۳۰۹

(۳۲) شرح الاحکام الشرعیۃ، زید الا بیانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۰۸ ۔

(۳۲ الف) الاحکام الشرعیہ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۵۵ ، زیدالابیانی، ج ۲، ص ۳۱۱

سکونت کے موصی لہ نے آمدنی کے ذریعہ او رآمدنی کے موصی لہ نے سکونت کے ذریعہ استفادہ چاہا تو ان لوگوں کو یہ حق حاصل نہ ہوگا ۔ یہ مسلک احناف کا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جب سکونت کے موصی لہ کو سکونت کے ذریعہ منفعت اٹھانے کا حق دیا گیا ہو تو اس کو یہ حق بھی پہنچتا ہے کہ دوسروں کو اس منفعت کا مالک بنادے خواہ اس کا معاوضہ لے کر ایسا کرے یا کوئی معاوضہ نہ لے۔ راقم الحروف کی رائے میں شافعی مسلک مصالح عامہ سے قریب تر نظر آتا ہے۔

رهی یہ صورت کہ جس کے حق میں‌آمدنی کی وصیت کی گئی ہو اور وہ اس مکان میں سکونت اختیار کرنا چاہے تو راقم کے نزدیک ایسا کرنا اس کے لئے جائز قرار دیا جانا چاہئے۔ منافع کی قیمت کا درجہ منافع کی ذات کا درجہ ہے کیوں کہ مقصد کے حصول میں دونوں برابر ہیں۔ اگر موصی لہ خود اس مکان میں سکونت رکھنا چاہئے تو اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی ۔

جب کسی شخص کے لیے زمین کی آمدنی کی وصیت کی گئی ہو تو موصی بہ وہ آمدنی قرار پائے گی جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو اور اس کے بعد آئندہ حاصل ہو گی خواہ وصیت وقت سے مطلق (آزاد) ہو یا اس کے ابدی ہونے کی صراحت کر دی گئی ہو (۴۳)

اگر موصی نے اپنے باغ یا زمین کے پھلوں کی مطلق وصیت کی ہو تو جو پھل پہلے سے موصی کی وفات کے وقت موجود ہوں گے وہ موصی کی ملکیت ہوں گے اور وہ پھل جو آئندہ پیدا ہوں گے ان سے موصی لہ کا کوئی تعلق نہ ہو گا ۔ لیکن اگر موصی نے ابدیت کی صراحت کر دی ہے تو موجودہ اور آئندہ تمام پھل موصی بہ قرار پائیں گے اور موصی لہ ان کا مالک ہو گا ۔ یہی حکم اس وقت ہو گا جب کہ وفات کے وقت پھل بالکل موجود نہ ہوں ۔ (۴۴)

جب کہ موصی بہ منافع ہوں یہ ضروری ہوگا کہ جس شے کے یہ منافع ہیں عین ترکہ کی ایک تہائی سے زائد مقدار میں نہ ہو۔ ترکہ کی ایک

---

(۴۳) احکام الشرعیۃ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۵۶ مع شرح، زید الا بیانی، مطبوعہ مصر ۱۹۲۰ء، ج ۲، ص ۳۱۳۔

(۴۴) احکام الشرعیۃ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۵۷ مع شرح، زید الا بیانی، مطبوعہ مصر ۱۹۲۰ء، ج ۲، ص ۳۱۳۔

تہائی کی مقدار تک شئی سے منفعت حاصل کرنے کا موصی لہ حقدار ہوگا۔ اس لیے کہ وصیت کرنے والے موصی کو ایک تہائی سے زائد مال (یا اس کی منفعت کی وصیت کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور تا انتفاع یہ شئی ورثاء کی ملکیت میں داخل نہ ہوگی۔ کیونکہ منفعت کی وصیت کر کے موصی نے شئی کی منفعت کو ورثا کی ملکیت میں جانے سے روک دیا ہے۔ اب اگر وہ شئی جس کی منفعت وصیت کی گئی ہے مجموعی طور پر ترکے کا ایک تہائی قرار پاتی ہے تو ا پوری شے سے موصی لہ منفعت حاصل کر سکے گا۔ (۴۴)

لیکن باغ کے درختوں کے پھلوں میں وہ پھل وصیت میں داخل ہوں گے۔ موصی کی وفات کے وقت درخت میں موجود ہوں۔ اور اگر موصی نے وصیت ۔ ابدیت کی صراحت کر دی ہو تو موجودہ اور آئندہ (موت کے بعد) پیدا ہو لے تمام پھل مال موصی بہ قرار پائیں گے لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے ۔ اگر ابدیت کی صراحت نہ کی گئی ہو اور پھل موصی کی موت کے وقت موج ہوں یا اس کے بعد پیدا ہوں تو دونوں مال وصیت میں شامل ہوں گے۔ (٦

اگر ایک شخص نے کسی کے لیے اپنے باغ کی وصیت کی اور کہا ۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرا باغ فلاں کا ہوگا۔ لیکن وصیت کے وقت ؛ موجود نہ تھا اس کے بعد خریدا اور پھر موصی فوت ہو گیا تو وصیت صحیح گی۔ اور اگر یہ کہا کہ میرے باغ کی آمدنی فلاں شخص کو دی جا وصیت کے وقت باغ موجود نہ تھا اس کے بعد خریدا پھر موصی فوت ہو توامام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وصیت صحیح ہو گی، اگرچہ اصل (المبسو میں اس کو غیر صحیح کہا گیا ہے لیکن اس کے مقابلے میں امام کرخی رحہ اللہ علیہ کا قول صحیح ہے، کیونکہ وصیت کے ذریعہ کسی شخص کو موت بعد مال کا مالک بنانا مقصود ہوتا ہے، لہذا اسی وقت مال کا وجود قابل اعـ ہوگا۔ اس سے قبل وقت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔(۴۷)

---

(۴۵) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۳۔

(۴۶) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۴-۵۵۔

(۴۷) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۵۔

شیعی نقطه نظر:

جسطرح منافع مکان کی سکونت ، باغیچه کے پھل وغیرہ کی وصیت جائز ہوتی ہے اسی طرح درخت کی بار آوری کی وصیت صحیح ہوتی ہے ، خواہ دائمی طریقه کے طور پر کی گئی ہو یا وقت معین کردیا گیا ہو ، لیکن اس منفعت وغیرہ کی قیمت معین کی جائے گی اگر ایک تہائی کے درجه تک پہنچ جائے تو کل مال میں وصیت نافذ ہوگی اور اگر زائد ہو تو صرف ایک تہائی کے درجه تک نافذ ہوسکے گی ۔ (۳۸)

ظاہریه مسلک :

ظاہریه کے نزدیک منافع کی وصیت جائز نہیں مثلاً کسی کو نفقه دینے کی وصیت یا مکان کی سکونت کی وصیت ، کیونکه موصی کی موت کے بعد اصل اشیاء ورثاء کی ملکیت کی طرف منتقل ہوجاتی ہیں ، اور دوسرے کی ملکیت کی وصیت صحیح نہیں ہوا کرتی ۔ (۳۹)

اسلامی ممالک میں رائج الوقت قوانین

مصر کا قانون :

مصر میں قانون الوصیت ۱۹۴۶ع کے تحت منافع کی وصیت سے متعلق قانونی احکام حسب ذیل ہیں :

دفعه ۵۰ ۔ اگر وصیت کسی معینه مدت کے لئے کی گئی ہو جس کی ابتداء و انتہا بیان کی گئی ہو ، تو موصی له اسی مدت تک اس منفعت کا مستحق ہوگا ۔ اگر یه مدت موصی کی وفات سے قبل ہی ختم ہو گئی ہو تو یه تصور کیا جائیگا که سرے سے وصیت ہی نه تھی ، لیکن اگر مدت کا کچھ حصه گذر چکا ہو ، تو بقیه مدت میں موصی له منفعت حاصل کرسکے گا ، اور اگر مدت کی ابتدا معلوم نه ہو صرف انتہاء کا علم ہو تو منفعت کی ابتدا موصی کی موت سے شمار ہوگی ۔

---

(۳۸) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعه بیروت القسم الثانی، ص ۲۶۱ ۔

(۳۹) المحلی، ابن حزم، مطبوعه مصر، ج ۶، صص ۹۹-۳۹۳ ۔

دفعہ ۱۰۵ - اگر موصی کے ورثاء میں سے کسی وارث نے ، موصی لہ
کل مدت معینہ یا بعض مدت معینہ میں انتفاع سے روک رکھا ، تو یہ وارث ا
منفعت کے معاوضہ کا ضامن ہوگا ، جب کہ دیگر وارث آئندہ اس مدت کے معاوض
میں انتفاع کی اجازت پر راضی ہوں -

اور اگر یہ روک دینا تمام ورثاء کی جانب سے واقع ہوا ہو ، تو موص
لہ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس معینہ مدت کے بالعوض اسی قدر مدت میں اس شئ
معین سے انتفاع حاصل کرے یا منفعت کی ضمان ورثاء سے لے لے -

اور اگر یہ ممانعت موصی کی جانب سے واقع ہوئی یا موصی لہ کے لئ
منفعت کے حصول سے اس کی اپنی ذات سے کوئی عذر پیدا ہوگیا تو اس مانع ک
زائل ہونے کے بعد سے موصی لہ کے لئے دوسری مدت کا تعین کیا جائے گا -

دفعہ ۱۰۵۲ - اگر کسی ایسی جماعت کے لئے منفعت کی وصیت کی گئی جس ک
سلسلہ کے انقطاع کا گمان نہ تھا یا کسی ایسی خیری جہت کے لئے کی گئی تھ
اور یہ وصیت ابدی تھی یا مطلقہ تھی ، تو موصی لہم اپنے سلسلہ کے منقض
ہونے تک حصول منفعت کے مستحق ہوں گے -

اور جب وصیت ابدی یا مطلقہ ایک ایسی غیر محدود جماعت کے لئے ہو جس
کے انقطاع کا گمان نہ ہوسکتا ہو تب بھی موصی لہم اپنے سلسلے کے منقطع ہون
تک انتفاع حاصل کرتے رہیں گے -

اور جب وصیت کسی ایسی مدت تک کی گئی ہو جس کی ابتداء و انتہا
معلوم ہو ، یا اس کا اندازہ بغیر تعین ابتداء و انتہاء متعین ہو تو اس حالت میں
سابقہ دو دفعات کے احکام کی رعایت ملحوظ ہوگی -

دفعہ ۱۰۵۳ - جب کہ منفعت کی وصیت ایک معینہ مدت تک کے لئے محدو
جماعت کے حق میں کی گئی ہو ، پھر ان کے بعد ایسے لوگوں کے حق میں جن کے
انقطاع کا گمان نہ ہو ، یا ایسی ہی خیری جہت کے حق میں ، اور موصی کی
وفات سے منفعت کی مدت معینہ ۳۳ سال کی مدت تک کوئی فرد اس محدو

جماعت کا نہ پایا جائے ، یا اس مدت کے درمیان موجود رہے لیکن مدت پوری ہونے سے قبل سلسلہ منقطع ہوجائے تو اس پوری یا بعض مدت میں جیسی کہ صورت ہو ، یہ منفعت اس خیری جہت کے لئے متصور ہوگی جس کا نفع عام ہوگا۔

دفعہ ۳۰ ۔ جس شئی کی منفعت کی وصیت کی گئی ہو ، اگر اس عین شئے سے اس کی منفعت کا حصول بھی ہوسکتا ہو اور اس کی آمدنی کے ذریعہ بھی استفادہ کیا جاسکتا ہو، تو اس صورت میں موصی لہ کو مذکورہ استفادہ کا حق حاصل ہوگا ، اگرچہ یہ وصیت کے طریقے کے خلاف ہی نظر آتا ہو ، مگر یہ لازم ہوگا کہ عین شئی کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچتا ہو۔

دفعہ ۵۰ ۔ جب کہ آمدنی کی یا درختوں کے پھلوں کی وصیت کی گئی ہو، تو موصی لہ کو اس آمدنی یا پھلوں کا استحقاق بھی ہوگا جو موصی کی موت کے وقت موجود ہوں ، اور ان کا بھی جو اس کے بعد آئندہ حاصل ہوں ، جب تک کے اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

دفعہ ۶۰ ۔ جب وصیت موصی لہ کے لئے کسی معین شئی کے فروخت کردینے کی کسی مخصوص قیمت پر کی گئی ہو یا اس کو ایک خاص مدت تک ایک مخصوص کرائے کی رقم پر کرایہ پر دینے کی کی گئی ہو اور (اول حالت میں) قیمت اور (دوسری حالت میں) کرایے کی معینہ رقم مثلی (قیمت یا کرائے) سے بہت کم ہو (یعنی زیادہ نقصان کے ساتھ ہو) تو ایک تہائی مقدار کا اندازہ برقرار رکھا جائے گا یا معمولی سی رعایت ہو تو وصیت نافذ ہوگی۔

زیادہ کمی کی صورت میں اگر کمی کی مقدار ایک تہائی کے درجہ میں نہ آسکتی ہو تو زیادتی ورثاء کی رضامندی پر موقوف رہے گی ، اگر اجازت دے دیں تو وصیت نافذ ہوجائے گی ورنہ وصیت نافذ نہ ہوسکے گی ، الا یہ کہ موصی لہ زیادتی کو (ورثاء کے حق میں) چھوڑدے۔

دفعہ ۷۰ ۔ آمدنی پیداوار سے ، آمدنی اور پھلوں کی تقسیم سے موصی لہ اور ورثاء موصی کے درمیان استفادہ کیا جاسکے گا اور ہر فریق کو اپنے مخصوص حصہ

باعتبار زمان و مکان کے اپنی باری ، یا عین شئی اگر قابل تقسیم ہو تو اس کی تقسیم کے بعد اپنے حصہ سے استفادہ کا حق حاصل ہوگا ۔

دفعہ ۵۸ ۔ اگر ایک معین شخص کے لئے کسی شئی کی منفعت کی وصیت کی گئی ہو ، اور دوسرے شخص کے لئے اسی عین شئی کی ذات کی ، تو شئی موصی بہ کے حالات کی اصلاح و درستی اور جو کچھ منفعت کے استفادے سے متعلق اخراجات ہوں گے وہ اس موصی لہ پر عائد ہوں گے جس کے حق میں منفعت کی وصیت کی گئی ہو ۔

دفعہ ۵۹ ۔ حسب ذیل امور سے منفعت کی وصیت باطل ہوجائے گی ۔

(۱) جب کہ منفعت کے حصول سے پہلے موصی لہ کا انتقال ہوگیا ہو ، خواہ کل منفعت سے یا بعض منفعت کے حصول سے ۔

(۲) جبکہ موصی لہ نے اس شئی کو جس کی منفعت کی وصیت کی گئی تھی خرید لیا ہو ۔

(۳) جب کہ موصی لہ نے موصی کے ورثاء کے حق میں ، بعوض یا بلا عوض اپنا حق ساقط کردینا منظور کرلیا ہو ۔

(٤) جب کہ شئے موصی بہ پر کسی نے اپنا حق ثابت کردیا ہو یا کسی کا حق ثابت ہوگیا ہو ۔

دفعہ ٦٠ ۔ موصی کے ورثاء کو شئی موصی بہ میں اپنا حصہ بغیر اجازت موصی لہ بالمنفعت کے ، فروخت کردینے کا حق حاصل ہوگا ۔

دفعہ ٦١ ۔ جب کہ کسی معینہ شئی کی منفعت کی وصیت ابدی صورت پر ہو یا تاحیات موصی لہ ہو یا مطلق ہو ، تو موصی لہ اپنی تاحیات اس منفعت کو حاصل کر سکے گا ، بشرطیکہ اس منفعت کے حصول کا حق موصی کی موت کے بعد ۳۳ سال کے اندر پیدا ہوا ہو ۔

دفعہ ٦٢ ۔ جب کہ وصیت کسی شئی کے کل یا بعض منافع کی ابدی یا مطلقہ (بلا قید وقت) موصی لہ کی تاحیات کی گئی ہو ، یا دس سال سے زیادہ کی

مدت مقرر کی گئی ہو تو (ترکہ کی ایک تہائی کا اندازہ قائم کرنے کے لئے) عین موصی بہ کی قیمت کا تعین کر کے ایک تہائی کا اندازہ کیا جائے گا ۔

اور اگر مدت دس سال سے زائد مقرر نہیں ، تو اس حالت میں وصیت کے دوران مدت میں موصی بہ کی منفعت کی قیمت کا اندازہ کیا جائے گا ۔

دفعہ ۶۳ ۔ جب کہ حقوق میں سے کسی حق کی وصیت کی گئی ہو تو (ترکہ کی تہائی کے اندازے کے لئے) اولا اس حق کی قیمت مع منفعت کے دیکھنا ہوگی اور بعدہ اس حق کی اس منفعت کے بغیر قیمت کا اندازہ کرنا ہوگا ۔ (۵۰)

شام کا قانون :

دفعہ ۲۴۶ (۱) ۔ کسی منفعت کی وصیت کے لئے اگر کوئی ایسی مدت مقرر کی گئی ہو جس کی ابتداء و انتہاء معین ہو تو موصی لہ اس مقررہ مدت تک منفعت کا مستحق ہوگا یہ کل مدت اگر موصی کی حیات میں ختم ہو تو وصیت باطل ہوجائے گی اور اگر مدت کا کچھ حصہ گذرا ہو تو بقیہ حصہ میں انتفاع کا حق رہے گا ۔

(۲) جب کہ مدت مقرر ہو لیکن اس کی ابتدا کی صراحت نہ کی گئی ہو تو موصی کی وفات کے وقت سے مدت کی ابتدا ہوگی مگر دفعہ ۲۴۷ کی متابعت لازمی ہو گی ۔

دفعہ ۲۴۷ (۱) ۔ اگر ورثاء میں سے کوئی فرد موصی لہ کو شئی کی اس منفعت کے حاصل کرنے سے روک دے ، جس کی وصیت کی گئی ہو تو وہ وارث اس منفعت کا تاوان ادا کریگا ۔

(۲) جب ورثاء کی جانب سے منفعت کے حصول میں رکاوٹ پیدا کی جائے تو موصی لہ کو اختیار ہوگا کہ یا تو وہ کسی دوسرے وقت میں منفعت حاصل کرنے پر اظہار رضامندی کردے یا یہ کہ منفعت کا معاوضہ لے لے ۔

جب کہ موصی کی جانب سے یا کسی دیگر جبری عذر کی وجہ سے حصول

---

(۵۰) قانون الوصیت، مصر ۱۹۴۶ع، فصل تیسری، منافع کی وصیت ۔

منفعت کا مانع پیدا ہوکر موصی لہ اور انتفاع کے درمیان حائل ہو گیا ہو تو زوال مانع کے بعد سے موصی لہ کے حق میں اسی قدر جدید مدت کا تعین کردیا جائے گا۔

دفعہ ۲۴۸ - جس شئی کی منفعت کی وصیت کی گئی ہو اگر وہ شئی انتفاع اور آمدنی دونوں کا ذریعہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو تو موصی لہ کو دو میں سے کسی ایک کے حاصل کرنے کا حق حاصل ہوگا، خواہ منفعت سے استفادہ کرے یا کرایہ پر دے کر معاوضہ حاصل کرلے لیکن یہ شرط ہوگی کہ شئی کی ذات کو نقصان نہ پہونچتا ہو۔

دفعہ ۲۴۹ - جب کہ درخت کے پھلوں کی وصیت کی گئی ہو تو موصی لہ کا حق ان تمام پھلوں سے متعلق ہوگا جو موصی کی موت کے وقت موجود ہوں یا اس کے بعد پیدا ہوں، جب کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

دفعہ ۲۵۰ - جب کہ منفعت کے ایک حصہ کی وصیت کی گئی ہو تو حصۂ موصی بہ سے استفادہ یا تو بصورت تقسیم آمدنی یا پھل ہوگا جو موصی لہ اور موصی کے ورثاء کے درمیان بحصۂ رسدی تقسیم کئے جائیں گے یا زمان و مکان کے اعتبار سے نوبت بنوبت استفادہ کی صورت اختیار کی جائے گی، اگر عین شئی قابل تقسیم ہے اور تقسیم سے ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ نہیں ہے تو بذریعہ تقسیم استفادہ کا حق ہوگا۔ اختلاف کی صورت میں محکمۂ مجاز کو مذکورہ طریقوں سے کسی ایک طریقہ کے اختیار کرنے کی اجازت کا حق دینے کا حق حاصل ہوگا۔

دفعہ ۲۵۱ (۱) - جس صورت میں منفعت کی وصیت ایک کے حق میں ہو اور عین شئی کی وصیت دوسرے کے حق میں ہو تو دونوں وصیتیں صحیح ہوں گی اور عین شئی کے حقوق کی ادائی اور انتفاعی نفقات موصی لہ بالمنفعت کے ذمہ ہوں گے (یعنی جس کے حق میں منفعت کی وصیت کی گئی ہو)۔

(۲) جس شئی کی منفعت کی وصیت کی گئی ہو ورثاء کو اس عین شئے کی بیع کا بغیر اجازت موصی لہ بالمنفعت حق حاصل ہوگا۔

دفعہ ۲۰۲ - بحالات ذیل منفعت کی وصیت ساقط متصور ہوگی :

(الف) جب کہ منفعت کے کل یا بعض استفادہ سے قبل موصی لہ کا انتقال ہو جائے۔

(ب) جب کہ موصی لہ بالمنفعت اس شئی کی ذات کا خود مالک ہو جائے۔

(ج) جب کہ موصی لہ موصی کے ورثاء کے حق میں بلا عوض یا بعوض دست برادر ہو جائے۔

(د) جب کہ شئی پر کسی کا حق ثابت ہو جائے۔

دفعہ ۲۰۳ - منافع اور حقوق کی وصیت کی صورت میں ایک تہائی ترکہ کے اندازہ کرنے کا طریقہ حسب ذیل ہوگا۔

(الف) جب کہ منافع کی وصیت دائمی، یا مطلقہ، یا تاحیات موصی لہ ہو یا دس سال سے زائد کے تقرر کے ساتھ ہو، شئی کے کل منافع کی وصیت کی صورت میں، منافع کو عین شئی کی قیمت کے مساوی تصور کیا جائے گا۔ اور منفعت کے کسی ایک حصہ وصیت کی صورت میں عین شئی کی قیمت کے حصہ کا مقابلہ ملحوظ ہوگا۔

(ب) اور جب دس سال سے کم مدت حصول منافع کی ہو تو اس مدت منفعت کی جو قیمت ہو اس کا اعتبار ہوگا۔

(ج) جب کہ حقوق میں سے کسی حق کی وصیت ہو تو تقسیم میں عین شئی مع حق موصی بہ کی قیمت اور عین شئی بغیر حق موصی بہ کی قیمت کا فرق معلوم کرکے اندازہ کیا جائے گا۔[۵۱]

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۸۲ - منافع کی وصیت محض اول طبقہ کی حد تک نافذ ہوسکے گی اور اس طبقہ کے اختتام پر منفعت موصی کے ورثاء کا حق ہوجائے گی۔

---

(۵۱) قانون الوصیت شام، تیسری فصل، منافع کی وصیت۔

دفعہ ۱۸۹ - کسی شئی معین کی منفعت کی وصیت اس مدت تک نافذ رہے گی جو اس کے لئے مقرر کی گئی ہو اور بصورت عدم تعین مدت موصی لہ کو تا حیات خود انتفاع کا حق حاصل ہوگا بشرطیکہ وصیت میں اس کے خلاف کوئی امر موجود نہ ہو - ۵۲

وظیفہ کی وصیت

۲۲۹ - ترکہ کی آمدنی سے وظیفہ دیئے جانے کی وصیت جائز ہوگی -

تشریح

وصیت کبھی تو عین شے سے متعلق ہوتی ہے مثلاً فلاں باغ ، فلاں شخص کو دے دیا جائے - کبھی شے کی منفعت سے متعلق ہوتی ہے مثلاً فلاں باغ کی پیداوار فلاں شخص کا حق ہوگی اور کبھی آمدنی سے وظیفہ دئے جانے کی وصیت کی جاتی ہے کہ فلاں باغ سے جو آمدنی ہو اس میں سے اس قدر رقم بطور وظیفہ موصی لہ کو ادا کی جاتی رہے - آمدنی سے وظیفہ دیے جانے کی صورت میں کبھی تو وہ آمدنی ایک معین شئے سے وابستہ ہوتی ہے اور کبھی کسی معین شئے کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے - اس سلسلے میں کتب فقہ میں جو احکام پائے جاتے ہیں وہ زیادہ تر جزئیات پر مشتمل ہیں اختصار کی خاطر اس موضوع سے متعلق رائج الوقت مصری قانون کا اقتباس درج ذیل ہے - اس قسم کی وصیت کو اصطلاحاً ''وصیت مرتبہ'' کہا جاتا ہے -

مصری قانون :

دفعہ ۴۴ - اصل مال (ترکے سے) نقد رقم دئے جانے کی ایک معین مدت تک وصیت صحیح ہوگی ، اور موصی کے مال سے آمدنی کا اتنا حصہ محفوظ رکھا جائے گا جس سے یہ مقررہ وظیفہ دیا جاسکے ، بشرطیکہ ورثاء کو ضرر لاحق نہ ہو -

جس صورت میں کہ وہ مقدار جو وصیت کے لئے محفوظ کی گئی ہے کل آمدنی کی ایک تہائی سے زائد ہو اور ورثاء زیادتی کے (محفوظ کرنے کے حق میں

(۵۲) قانون الوصیت، تونس -

نہ ہوں تو ایک تہائی کی حد تک محفوظ رکھا جائے گا ، اور اس ایک تہائی اور (آئندہ) آمدنی سے ایک تہائی کی حد تک وصیت اس وقت تک نافذ کی جاتی رہے گی جب تک موصی لہ حیات رہے ، یا مقرر کردہ مدت ختم ہو ، یا موصی‌لہ وفات پاجائے ۔

دفعہ ۶۵ ۔ جب کہ ترکے کی آمدنی سے وظیفہ مقرر کیا گیا ہو یا ترکے کی کسی معین شئی کی آمدنی سے وظیفہ مقرر کیا گیا ہو اور جو مدت وظیفہ کی معین کی گئی ہو اس میں کبھی موصی بہ نے اس وظیفے کو برداشت کیا اور کبھی نہ کیا ہو ، اور دونوں حالتوں میں (موصی بہ) کی قیمت کا درمیانی اندازہ موصی بہ وظیفہ کی مقدار کے مطابق رہا ہو ۔ اگر یہ اندازہ آمدنی کی ایک تہائی کے درجہ کا ہے تو وصیت نافذ کی جائے گی ، اور اگر زائد ہو ، اور ورثاء زائد کی اجازت نہ دیں تو ایک تہائی کی حد تک وصیت کا نفاذ ہوگا ، اور وظیفہ سے زائد مقدار اور ترکہ کی دوسری آمدنی یا عین شئی موصی بہ ورثاء کا حق ہوگی۔

دفعہ ۶۶ ۔ جب کسی معین موصی لہ کے حق میں وظیفہ مقرر ہونے کی اصل مال سے یا آمدنی سے مطلق یا مقید یا تاحیات موصی لہ وصیت کی گئی ہو تو اطباء زمانہ سے حیات موصی لہ کے سلسلہ میں رجوع کیا جائے گا ۔ ان کے اندازے کے بموجب اصل مال سے یا اس کی آمدنی سے جیسی کہ صورت ہو وظیفہ موصی بہ دفعہ ۶۴ کے بیان کردہ طریقے پر اس اندازہ کے مطابق محفوظ کرلیا جائے گا جس سے مقررہ وظیفہ جاری کیا جاسکتا ہو ، اور آمدنی کی وصیت کی صورت میں دفعہ ۶۵ کے بموجب عمل ہوگا ۔

اگر موصی لہ اطباء کی مقرر کردہ مدت سے قبل فوت ہوجائے تو وصیت کا باقی ماندہ مال موصی کے ورثاء کا حق ہوگا ، یا اس شخص کا جس کے لئے موصی لہ اول کے بعد وصیت کی گئی ہو ، لیکن اگر وصیت کے لئے حصہ محفوظ ختم ہو گیا ہو ، یا موصی لہ اطباء کی مقررہ مدت سے زیادہ زندہ رہا ، تو اب موصی لہ کو ورثاء سے لینے کا حق حاصل نہ ہوگا ۔

دفعہ ۶۷ ۔ اگر ترکے کی محفوظ شدہ آمدنی کا حصہ مقررہ وظیفہ کی مقدار کے لئے ناکافی ہو تو اصل مال سے مقررہ مقدار کو پورا کرنے کے لئے کچھ مال

یا کوئی شئی فروخت کر کے مقررہ وظیفہ قابل ادائی ہوگا اور اگر فروخت شدہ شئی کی قیمت زائد ہوگی تو یہ ورثاء کا حق قرار پائے گی ۔

اور مقررہ وظیفہ (موصی بہ) سے زائد آمدنی میں محفوظ رہے گا ، تاوقتیکہ انتفاع کی مدت پوری ہو ۔ جب کہ کسی سال میں ترکہ میں آمدنی اتنی حاصل نہ ہو جو مقررہ وظیفہ کو پورا کرسکے تو اس زائد آمدنی سے اس مقررہ وظیفہ کو پورا کیا جائے گا ۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ موصی کے ترکے سے کسی معین شئے کی آمدنی کی وصیت ہو ۔

اور جب وصیت میں یہ امر منصوص ہو کہ مقررہ وظیفہ سالانہ دیا جایا کرے ، یا اس امر پر کوئی قرینہ موجود ہو تو سالانہ آمدنی میں جتنی مقدار زائد (از وصیت) ہوگی وہ موصی کے ورثاء کا حق ہوگی ۔

دفعہ ٦٨ ۔ جب وصیت میں کسی ایسی جہت کے لئے وظیفہ مقرر کیا گیا ہو جو دائمی ہو ، یا مطلقہ ہو ، تو موصی کے مال سے اتنی مقدار جو اس مقررہ وظیفہ کو کفایت کرتی ہو محفوظ کرلی جائے گی ، لیکن یہ مقدار ایک تہائی سے زائد نہ ہوگی ، الا یہ کہ ورثاء اجازت دے دیں ۔

اگر مقرر شدہ حصہ کی آمدنی اس مقدار سے زائد ہو جو اس جہت کے لئے مقرر کی گئی تھی ، تو یہ زیادتی اسی جہت میں صرف ہوگی ، اور اگر اس مقدار سے کم حاصل ہوئی تو یہ جہت (موصی لها) اپنی مقدار کی تکمیل میں ورثاء کی جانب رجوع نہ کرسکے گی (جب کہ کسی معین جائداد یا اسی قسم کی آمدنی سے دیے جانے کی وصیت کی گئی ہو) ۔

دفعہ ٦٩ ۔ دفعات ٦٣ تا ٦٧ کے بیان کردہ احکام کو پیش نظر رکھتے ہوئے موصی کے ورثاء کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ محفوظ حصہ یا مقررہ مقدار کو وصیت کے نفاذ کے لئے اپنے اختیار و قبضہ میں رکھیں یا اس میں تصرف کریں بشرطیکہ ایسی جہت میں ودیعت ہو جس پر موصی لہ نے رضامندی کا اظہار کردیا ہو یا حاکم نے تمام نقد مقررہ وظائف کی تعیین کردی ہو ، یا نقد رقم کو تنفیذ وصیت کے لئے حاکم نے مخصوص کردیا ہو ، اب موصی لہ کی وفات

کے بعد رقم مذکور کے ختم ہونے سے قبل جو باقی رہے گا ، موصی کے ورثاء کو دے دیا جائے گا۔

اور ودیعت یا حاکم کے مخصوص کردینے کے بعد (باقی) ترکے سے موصی‌لہ کا حق متعلق نہ رہے گا۔

دفعہ ۷ ۔ جب کہ موصی لہم کے دو طبقے ہوں اور موصی کی موت کے وقت ان دو طبقوں سے کوئی یا چند افراد موجود نہ ہوں تو مقررہ وظیفہ کی وصیت اصل ترکے سے یا اس کی آمدنی سے ان غیر موجود موصی لہم کے حق میں صحیح نہ ہوگی ، اور جو موجود ہوں ان کی حیات کا اندزہ کرنے میں اطباء کا قول ملحوظ ہوگا ۔ ان کے درمیان وصیت کے نفاذ میں معین موصی لہم کے حق میں بیان کردہ احکام کی رعایت کی جائے گی ۔ [۵۳]

شئے معدوم کی وصیت

۲۳۰ ۔ کسی ایسی شئے کی وصیت جو بوقت وصیت موجود نہ ہو مگر بوقت مرگ موصی وجود میں آ چکی ہو جائز ہوگی ۔

تشریح

شئے معدوم کی وصیت کے مسئلہ میں ائمہ اربعہ اور فقہاء امامیہ میں فی‌الجملہ اتفاق پایا جاتا ہے کہ ایک ایسی شئے کی وصیت جو وصیت کے وقت موجود نہ ہو مگر موصی کے انتقال کے وقت موجود ہو ، جائز ہوگی ۔

حنفیہ :

احناف نے ایسی اشیاء کی وصیت کو جن کا وجود نہ ہو یا نہ رہے حسب ذیل طریقہ پر تقسیم کیا ہے :

۱ ۔ وہ اشیاء جن کا وصیت کے وقت وجود ہو لیکن موت کے وقت نہ ہو۔

۲ ۔ وہ اشیاء جن کا وصیت کے وقت وجود نہ ہو مگر وصیت کے بعد موت کے وقت وجود میں آجائیں ۔

---

(۵۳) قانون الوصیت، مصر، چوتھی فصل، آمدنی سے وظیفہ دئے جانے کی وصیت (وصیت مرتبہ)۔

جو اشیاء وصیت کے وقت تو موجود ہوں لیکن موصی کی موت کے وقت معدوم ہوجائیں ان کی وصیت اسی وقت قائم رہے گی جب کہ وہ موصی کی موت کے بعد دوبارہ موجود ہوجائیں۔ معدوم رہنے کی صورت میں ان کی وصیت باطل ہو جائے گی -

ان اشیاء کی وصیت جن کا وجود وصیت کے وقت نہ تھا مگر بعد از وصیت پیدا ہوں جیسے کسی جانور کا بچہ ، ان کی وصیت استحساناً صحیح ہوگی ، اور جب وجود میں آئیں گی تو وصیت کا مال متصور ہوں گی - لیکن باغ کے درختوں کے وہ پھل جو موصی کی موت کے بعد درختوں میں پیدا ہوں یا موجود ہوں ، اس صورت میں وصیت میں داخل ہوں گے جب کہ موصی نے ان کے بارے میں ہمیشہ کے لئے صراحت کردی ہو - یہ قیاس کا مقتضی ہے - لیکن استحساناً اگر ابدی ہونے کی صراحت نہ بھی کی ہو تب بھی سابق حکم ہی ہوگا - یہی قول معمول بہ رہا ہے - اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کے لئے اپنے باغ کی وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا باغ فلاں شخص کو دیا جائے اور باغ وصیت کے وقت موجود نہ تھا بلکہ اس کے بعد خریدا گیا اور پھر موصی فوت ہوگیا تو باغ کی وصیت صحیح ہوگی - اور اگر صورت مذکورہ ہی میں باغ کی آمدنی کی وصیت کی ہو تو بقول امام سرخسی وصیت صحیح نہ ہوگی لیکن امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق صحیح ہوگی کیونکہ وصیت میں مال موصی بہ وہ ہوتا ہے جو موصی کی موت کے بعد موجود ہو اور مذکورہ صورت میں باغ موجود ہے اور اس کی آمدنی حاصل ہوسکتی ہے - یہی قول صحیح ہے -[۵۴]

ائمۂ ثلاثہ کا نقطۂ نظر :

امام شافعی ، مالک اور احمد ابن حنبل معدوم ممکن الوجود اشیاء یا ان کے منافع کی وصیت کے مسئلے میں حنفیہ سے متفق ہیں -[۵۵]

---

(۵۴) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، صص ۳۵۴-۵۵

(۵۵) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، ج ۱، ص ۴۵۹ (فقہ شافعی)

المدونۃ الکبری امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۶۶ (فقہ مالکی)

الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، صص ۶۷-۶۸

وصیت کی صحت میں موصی بہ کا ممکن ہونا شرط ہے لیکن جو چیز ممکن الوجود ہو اگرچہ موجود نہ ہو لیکن اس کے سپرد کرنے پر قدرت حاصل ہو، اس کی وصیت صحیح ہوگی، جیسا کہ ہوا میں اڑنے والا پرندہ، رحم میں قرار پایا ہوا حمل، جانور کے تھنوں میں دودھ، یا ایسی معدوم شئے جس کے وجود کی امید ہو، درخت جب پھل لائیں ان کے پھلوں کی وصیت، خواہ ابدی طور پر کی گئی ہو یا کسی وقت معینہ تک کے لئے کی گئی ہو۔ جب یہ اشیا وجود میں آئیں گی موصی لہ کا حق ہوں گی، بصورت دیگر وصیت باطل ہو جائے گی۔ ۵۶

موصی کے ہر مال (موجود ومعدوم) وغیرہ میں جو بعد کو حاصل ہو، وصیت نافذ ہوگی، مثلاً ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور اس کے بعد مال کی مقدار میں مزید اضافہ ہوگیا، یا جال لگایا تھا وصیت کے بعد اس میں شکار آپھنسا یہ وصیت کے مال میں شامل ہوگا۔ ۵۷

امامیہ:

امامیہ حضرات اس مسئلے میں فقہائے اہل سنت سے متفق ہیں۔ ۵۸

ظاہریہ:

ظاہریہ منافع کی وصیت کو جائز نہیں سمجھتے چنانچہ نفقہ دینے یا مکان کی سکونت کی وصیت کرنا ان کے نزدیک باطل ہے۔ اس سے اس مسئلے کا استخراج بھی ہوتا ہے کہ جو چیز وصیت کے وقت موجود نہ ہو بلکہ موصی کی موت کے بعد وجود میں آئے ان کے نزدیک اس کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ اسی طرح ان کے نزدیک آئندہ جو کچھ باغ میں پیدا ہوگا یا مکان کا کرایہ آئے گا نیز جو امور اس کے مشابہ ہوں ان کی وصیت صحیح نہیں ہوگی۔ ۵۹

اعضاء انسانی کی وصیت

۲۳۱ - موصی کا اپنے کسی عضو کی کسی معین انسان یا ادارہ کے حق میں بغرض انتفاع (مثلاً پیوند کاری کی غرض سے) وصیت کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۵۶) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۴
المحرر، مجد الدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۶
(۵۷) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر ج ۳، ص ۶۷ اور ۷۰
(۵۸) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۱
(۵۹) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۹، ص ۳۹۳

تشریح

تاریخ عالم شاھد ہے کہ ہر نیا دور اپنے ساتھ زندگی کے نئے مسائل لے کر آتا ہے۔ ہمارا یہ صنعتی عہد بھی زندگی کے ہر گوشے میں نت نئے مسائل سے دو چار ہے۔ چنانچہ منجملہ دیگر جدید تحقیقات کے فن طب وجراحت میں حیرت انگیز تحقیقات نے انسانی جسم و جان کی بقا و حفاظت کے سلسلے میں ترقی کرتے ہوئے نئے نئے طریقے ایجاد کئے ھیں ۔ ان نو بہ نو ایجادات کے ساتھ ھی شریعت اسلامیہ کے احکام حلال و حرام کا مرتب ھونا ایک لابدی امر ھو گیا ہے۔ چنانچہ آج فن جراحت ترقی کر کے اس مرحلہ میں داخل ھو چکا ہے کہ اگر کسی انسان کے جسم کا کوئی ظاھری یا اندرونی عضو ناکارہ ھوجائے اور اپنا قدرتی عمل انجام دینا چھوڑ دے تو کسی دوسرے انسان کے تازہ مردہ جسم سے اس جیسے عضو کو نکال کر پہلے شخص کے ناکارہ عضو کی جگہ لگا دیا جاتا ہے تاکہ یہ ایک زندہ انسان کی بقاء حیات کا ذریعہ بن سکے۔ اس صورت حال کی موجوگی میں کچھ افراد بنی نوع انسان سے ھمدردی اور حسن سلوک کی خاطر اپنے جسم سے بعدالموت منفعت پھونچانے کے پیش نظر کسی متعلقہ ادارہ یا ھسپتال کے حق میں اپنے کسی عضو مثلاً آنکھیں یا دل وغیرہ کی وصیت کر جاتے ھیں کہ یہ عضو ان کی وفات کے بعد کسی ایسے شخص کے لئے جو اس کا ضرورت مند ھو اور اس کی صحت و حیات کا ذریعہ ھو، ان کے جسم سے علیحدہ کر کے اس ضرورت مند کے کام میں لے آیا جائے۔ چنانچہ اس شخص کی وفات کی ڈاکٹری تصدیق کے بعد اس عضو کو جس کی وصیت کی گئی ہے میت کے جسم سے علیحدہ کر کے اور ضرورت مند مریض کے ناکارہ عضو کو نکال کر اس کی جگہ یہ عضو لگادیا جاتا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ھوتا ہے کہ موصی کا یہ فعل جائز ھو گا یا ناجائز، اور وصیت قابل نفاذ ھوگی یا نہیں؟ بالفاظ دیگر ایسی وصیت ایک امر جائز کی وصیت قرار پاکر صحیح ھوگی یا امر ناجائز کی وصیت کے درجہ میں باطل ھوگی؟ آیا انسانی اعضاء ایسے موصی بہ میں شامل متصور کئے جائیں گے جن کی وصیت شرعاً جائز و صحیح ھوتی ہے یا ایسے موصی بہ میں شمار ھوں گے جن کی وصیت ناجائز و باطل ھوتی ہے!

سطور بالا میں جو صورت بیان کی گئی ہے وہ " ہبہ بالوصیت " کی ہے۔ بحث کے ضمن میں بیع کی وہ صورت بھی آسکتی ہے جس میں شئے مبیعہ کا قبضہ و حوالگی کو کسی آئندہ زمانے یا کسی معین واقعہ کے وقوع پذیر ہونے پر مشروط و مقید کیا جا سکتا ہے جس میں ایک صورت " بعدالموت " ہے۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی صورت عام ہو جانے پر اس دور میں جس میں انسانیت مادیت کے چنگل میں بری طرح پھنسی ہوئی ہے یہ امر خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ در پردہ انسانی اعضاء کی خرید و فروخت شروع ہو جائے۔ " خون " کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ بقائے حیات انسانی کے پر خلوص نظریہ کے تحت خون جمع کرنے کے کام کا آغاز کیا گیا۔ جگہ جگہ " بلڈ بینک " قائم ہوئے۔ آغاز کار میں لوگوں نے رضاکارانہ طور پر اپنا خون دیا، تاکہ مریضوں کے کام آسکے۔ لیکن آج یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ گزشتہ جنگ عظیم کے دوران نادار و مفلس اور بے کار نوجوانوں نے پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر بار بار اپنا خون بیچا تاکہ انہیں کھانے کے دو لقمے نصیب ہو سکیں، اور اب تو یہ ایک باقاعدہ کاروبار بن چکا ہے۔ اس مثال سے راقم کا مقصود صرف یہ ہے کہ انسانی اعضاء کی وصیت اور پیوند کاری کے مسئلے پر غور کرتے ہوئے ان کی خرید و فروخت کے امکان کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔ اب ہم اصل مسئلے کی طرف آتے ہیں۔

انسانی اعضاء کی وصیت:

انسانی اعضاء کے " ہبہ بالوصیت " کے مسئلہ کا جائزہ لینے کے لئے ذہن میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:۔

(۱) یہ کہ انسان کائنات کی دیگر تمام اشیاء (مخلوقات) کے مقابلہ میں اپنے اعزاز و اکرام میں کیا درجہ رکھتا ہے؟۔

(۲) کیا شریعت اسلامیہ نے انسانی جسم و جان کو دیگر اشیاء کی مانند فطرتاً (خلقی طور پر) مال متقوم (قیمتی مال) قرار دیا ہے؟۔

(۳) کیا انسان اپنی ذات و نفس (جسم و جان) کا اسی طرح مالک ہے جس طرح کائنات کی دیگر اشیاء کا مالک ہوتا ہے اور اسی

طرح اپنی ذات میں تصرف کر سکتا ہے جس طرح اپنی مملوکہ اشیاء میں ؟

ان سوالات کے جواب کے لئے ہم ظاہربینی ، قیاس آرائی اور خواہش کی غلامی کو ترک کرکے سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں گے ، تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ خود انسان کے پیدا کرنے والے نے بلحاظ حقیقت (نفس الامری) انسان کو کس مقام پر فائز کیا ہے۔

ہدایات قرآنی :

قرآن پاک میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے جو انسانی اعضاء کی وصیت یا کسی انسان (زندہ یا مردہ) کا کوئی عضو کسی دوسرے انسان کے لگائے جانے کے سلسلے میں نص ہو، لیکن انسان کی عظمت و تکریم کے سلسلے میں جو آیتیں قرآن پاک میں جگہ بہ جگہ ملتی ہیں ان کے پیش نظر انسان کی دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں افضلیت اور اشرفیت واضح ہے جس سے انسان کے اعزاز و اکرام کا اندازہ بہ سانی لگایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالی قرآن پاک میں فرماتا ہے :-

۱ - ''و اذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ'' (اور جس وقت آپ کے پروردگار نے ملائکہ سے فرمایا : میں زمین پر خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں) - ۶۰ اس آیت میں انسان کا اللہ کا نائب ہونا انسانی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ایک اور آیت میں ''یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض'' کہا گیا ہے۔ ۶۱ اللہ تعالی نے اس خلافت و نیابت کو محض حضرت آدم ہی پر محدود نہیں فرمایا بلکہ آدم کی تمام ذریات اس نیابت میں شامل ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

۲ - '' ولقد کرمنا بنی آدم '' (اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا کی - ۶۲

---

(۶۰) سورۃ البقرہ، آیت ۳

(۶۱) سورۃ ص آیت ۲۸

(۶۲) سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۷۰

نیز ملاحظہ ہو "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" (سورۃ التین، ۴)

۳ - " وصورکم فاحسن صورکم " (تم کو صورت بخشی تو بہترین صورت عطا کی -[۶۳] انسان اللہ تعالی کی بہترین صورت کشی ہے جس کی تعظیم و تکریم ملائکہ تک سے کرائی گئی - اس کی بقا احترام تا بقائے انسان اللہ تعالی کو مقصود ہے-

۴ - " ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً " اللہ تعالی کی وہ ذات ہے جس نے سب کا سب جو زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا ہے یعنی زمین کی تمام کائنات کو انسان کے لیے پیدا کیا ہے-[۶۴]

۵ - " الم تر ان اللہ سخر لکم مافی الارض " کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالی نے جو کچھ زمین میں ہے اس کو تمہارے لیے مسخر کردیا ہے یعنی تمہارے تابع اور فرمانبردار بنا دیا ہے-[۶۵]

۶ - اسی مضمون کو ایک اور جگہ یوں بیان فرمایا ہے" وسخر لکم مافی السموات ومافی الارض جمیعاً منہ " آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب اللہ تعالی کی جانب سے تمہارے لئے کام میں لگا دیا ہے-[۶۶]

۷ - بالآخر اللہ تعالی نے انسان کو مسجود ملائکہ بنا کر انسانی عظمت و فضیلت کی آخری سند عطا فرمادی -

مذکورہ بالا آیات کے مطالعہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ تعالی نے ساری کائنات ارضی و سماوی کو انسان کے تابع و فرمانبردار قرار دیا ہے- چنانچہ ایک انسان، ماسوائے انسان کے ، دیگر تمام انواع و جزئیات مخلوقات کا متصرف قرار پاتا ہے یعنی انسان کو تمام مخلوقات میں تصرف کا حق حاصل ہے - لیکن خود ایک انسان دوسرے انسان کا بلحاظ حقیقت نفس الامری متصرف نہیں- انسان کائنات کی دیگر اشیا کی ملکیت ذات و انتفاع کی

---

(۶۳) سورۃ التغابن، آیت ۳

(۶۴) سورۃ البقرۃ، آیت ۲۹

(۶۵) سورۃ الحج، آیت ۶۵

(۶۶) سورۃ جاثیہ، آیت ۱۳

صلاحیت رکھتا ہے لیکن خود انسان انسان کی ذات کی ملکیت کی صلاحیت نہیں رکھتا، ماسوائے انتفاع کی بعض صورتوں کے، جن کی شرع نے اجازت دی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں انسان خود اپنے جسم و جان اور اعضا و جوارح کا باین طور مالک نہیں کہ اس میں آزادانہ تصرف کر سکے۔ دراصل انسان کے جسم و جان کا حقیقی متصرف خود اللہ تعالی ہے۔(٦٧) یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے انسان کو تخلیقی اعتبار سے مال غیر متقوم قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام سرخسی نے المبسوط میں لکھا ہے۔ کہ "ایک آزاد شخص (حر) کو فروخت نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ عقد بیع میں کسی شئے کے داخل ہونے کی بنیاد اس شئے کا مال متقوم ہونا ہے اور ایک آزاد انسان میں یہ امر موجود نہیں ہے۔" (٦٨) امام محمد الشیبانی نے السیرالکبیر میں فرمایا ہے کہ "اس سے ہم یہ حکم مستنبط کرتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان (کسی غیر مسلم کے ہاتھوں) گرفتار ہو جائے تو وہ اپنی حالت (اصلی) پر آزاد ہی رہے گا اور جو کوئی شخص اس کو دشمن سے خریدے گا، اس کا مالک نہیں ہو سکتا، پس اس سے کیوں کر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔" (٦٨الف) لہذا جس طرح ایک انسان اپنی زندگی میں اپنے جسم و جان پر آزادانہ تصرف کا حق نہ رکھتا تھا اسی طرح یہ حق بھی نہیں رکھتا کہ اپنے مرنے کے بعد کسی دوسرے کو اپنے جسم یا اس کے کسی جزو پر تصرف کا حق دے جائے بالخصوص جبکہ وہ خود بھی اپنے جسم و اعضاء جسم سے لا تعلق ہو چکا ہو۔

رہا بنی نوع انسان کو فیض پہنچانے کا خیال، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک انسان کے لئے اپنے جسم و جان میں تصرف کرنا حرام

---

(٦٧) البتہ بعض صورتوں میں جب کہ انسان خدا کی الوہیت اور وحدانیت پر یقین رکھنے والوں کے ساتھ باین طور مقابلہ و مجادلہ کرتا ہے کہ اہل حق کی جان و مال اور ان کے اہل و عیال کی ہلاکت و تباہی کے درپے ہوتا ہے تو حکم خداوندی کے بموجب بطور سزا مرتبہ خلافت سے معزول ہو کر غلامانہ حیثیت میں کائنات کی ان اشیاء میں داخل ہو جاتا ہے جو مال متقوم میں داخل ہوں، لیکن یہ تصرف بہ حکم خداوندی ہوتا ہے جب کہ انسان بحیثیت نائب کے انجام دیتا ہے۔ چنانچہ جب بھی انسان سے مذکورہ علت کا ازالہ ہوگا اپنے فطری مرتبہ کی طرف رجوع کر جائے گا۔ (مؤلف)۔

(٦٨) المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۱۳، ص ۲

(٦٨الف) شرح السیر الکبیر، محمد بن سہل السرخسی، مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۳۰۵

قرار دیا ہے اور یہ حرمت مطلق ہے۔ انسان کی اپنی نیت اس حرام کو حلال میں تبدیل نہیں کر سکتی۔ بطور مثال خمر (شراب) کی خرید و فروخت حرام ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس غرض سے خمر کی تجارت کرے کہ اس سے جو نفع حاصل ہوگا اسے مسلم فقراء و مساکین پر صرف کرے گا تو اس کی اس غرض یا نیت سے وہ کاروبار حلال نہ ہو گا، یا اسی نیت کے تحت سود کا لین دین یا رشوت لینا اس کو حرام سے حلال کے درجہ میں نہیں لا سکتا۔

احادیث نبوی :

انسانی جسم و جان کی عظمت اور حق و تصرف کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے متعدد احادیث مروی ہیں جن سے اس مسئلہ کے استخراج میں مدد لی جا سکتی ہے۔

یہ امر تمام ادیان و مذاہب میں مسلم ہے کہ خود کشی حرام ہے۔ یعنی ایک انسان کو ہرگز یہ حق نہیں کہ وہ اپنی جان کا خود خاتمہ کر دے۔ اسلام خود کشی کے معاملہ میں نہایت سخت گیر واقع ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا ارشاد ہے کہ " جس شخص نے پہاڑی کی بلندی سے اپنے آپ کو گرا کر جان دی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پہاڑ کی بلندی سے گرا کر اپنی جان دیتا رہے گا اور جس نے زہر کھا کر جان دی وہ جہنم کی آگ میں دائمی طور پر اپنے ہاتھ میں زہر کا پیالہ لئے زہر پیتا رہے گا اور جس نے لوہے کے کسی ہتیار کو استعمال کرکے جان دی وہ دائماً جہنم کی آگ میں اسی ہتیار سے اپنی جان دیتا رہے گا۔ (٦٨ب)

ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا " ایک شخص زخمی ہو گیا تھا۔ (زخموں کی تاب نہ لا کر) اس نے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ اللہ تبارک و تعالی نے ارشاد فرمایا " میرے بندے نے

(٦٨ب) تفسیر الخازن، علامہ علاءالدین بن علی المشہور بہ الخازن (م ٧٢٥ھ)، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۵۱۳

میرے مقابلے میں جان دینے کی جلدی کی لہذا میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ (٦٩)

چنانچہ جب انسان کے لیے زندگی میں اپنے جسم و جان سے غیر مشروع طور پر تصرف جائز نہیں تو مرنے کے بعد کے وقت کی طرف نسبت کر کے کسی کو اس میں تصرف کا اختیار دینا بدرجۂ اولی ناجائز ہوگا۔

عبداللہ بن یزید سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے مثلہ یعنی انسانی میت کی قطع و برید (ناک کان وغیرہ کاٹنے) سے منع فرمایا ہے۔ (۷۰)

اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ انسان کا احترام جسطرح زندگی میں مطلوب ہے اسی طرح موت کے بعد بھی اس کے احترام کو باقی رکھا جائے۔ لہزا یہ امر جائز نہیں ہے کہ مرنے کے بعد اس کے جسم کا کوئی حصہ قطع کیا جائے جس سے اس کی ہیئت کا فساد لازم آتا ہو۔

مرقات شرح مشکوۃ میں ابن ابی شیبہ سے بروایت عبداللہ ابن مسعود نصاً وارد ہوا ہے کہ مومن کو اس کی موت کے بعد اذیت دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کو اس کی زندگی میں اذیت دی جائے۔ (۷۰ الف) حتیٰ کہ کتب احادیث میں قبروں کا احترام کرنے کے بارے میں جو روایتیں مذکور ہیں وہ خود احترام کی واضح دلیل ہیں۔

اسی بناء پر حضور صلعم السلام نے انسانی میت کے ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ کاٹنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے اور یہ حکم بلا تخصیص مذہب و

---

(٦٩) "عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من تردی من جبل فقتل نفسه فھو فی نار جھنم یتردی فیھا خالداً مخلداً فیھا ابداً و من تحسی سماً فقتل نفسه فسمه فی یده یتحساه فی نار جھنم خالدا مخلدا فیھا ابدا و من قتل نفسه بحدیدۃ فحدیدته فی یده یتوجاء بھا فی بطنه فی نار جھنم خالداً مخلداً فیھا ابداً۔"
"عن جندب عن رسول اللہ (صلعم) کان برجل جراح فقتل نفسه فقال تبارک و تعالی بدرنی عبدی بنفسه حرمت علیه الجنة تفسیر خازن، ج ۱، ص ۵۱۳

(۷۰) ان النبی صلی اللہ علیه وسلم نہی عن النھبة والمثلة" مشکوۃ، مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۲۵۵

(۷۰الف) "اذی المومن فی موته کاذاه فی حیاته،، مشکوۃ محولہ بالا باب دفن المیت ص ۱۴۹، حاشیہ ۶، بحوالہ مرقات

ملت تمام انسانوں کے لیے ہے۔ (۷۰ب) ایک حدیث میں میت کا احترام کرنے پر حضور علیہ الصلوۃ نے زور دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ مردہ جسم کے ساتھ اپنی دلہنوں کی طرح معاملہ کرو۔ (۷۱) ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ میت کی ہڈی کا توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کی مانند ہے۔ (۷۲) ان احادیث کے ذریعہ میت کا احترام کرنے کی ہدایات واضح طور پر موجود ہیں۔

فقہاء کرام کی آراء:

اس مسئلہ میں فقہاء کرام نے بھی اپنے زمانہ میں پیش آنے والی صورتوں کے پیش نظر اظہار خیال کیا ہے۔ اگرچہ یہ آراء مردہ اعضا کی وصیت سے متعلق نہیں ہیں۔ لیکن ان مثالوں سے پیوندکاری کے مسئلے پر جو روشنی پڑتی ہے اس سے وصیت کے مسئلہ میں بھی استخراج کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم مختلف مذاہب فقہ کے نقطہ ہائے نظر پیش کریں گے۔

حنفیہ مکتب فکر:

ہدایہ کے مصنف برہان الدین مرغینانی نے لکھا ہے کہ اعضاء انسانی سے انتفاع کی ممانعت انسان کے احترام کی وجہ سے ہے۔ (۷۳)

ہدایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ انسان کے بالوں کی بیع جائز نہیں اور نہ ان سے انتفاع ہی جائز ہے کیوں کہ آدمی مکرم ہے نہ کہ قابل تذلیل۔ لہذا یہ جائز نہ ہوگا کہ اس کے اجزا میں سے کسی جزو کی بھی اہانت یا تذلیل کی جائے۔ (۷۴)

ہدایہ کے شارح اور العنایہ کے مصنف اکمل الدین محمود نے اس مسئلہ میں

(۷۰ب) شرح سیر الکبیر، محمد بن سہل السرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۰۵

(۷۱) "اصنعوا بموتا کم کما تصنعون بعرالسکم"

المغنی، ابن قدامہ المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۵۴۱

(۷۲) کسر عظم المیت ککسر عظم الحی، المغنی، ابن قدامہ المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۵۵۱

(۷۳) ہدایہ، مرغینانی، مطبوعہ قرآن محل کراچی، ج ۱، ص ۴۱ (حرمۃ الانتفاع باجزاء الآدمی لکرامتہ... ولنا ان عدم الانتفاع و البیع لکرامتہ)

(۷۴) الهدایہ، مرغینانی، مطبوعہ قرآن محل، کراچی، ج ۳، ص ۵۵

صاحب ہدایہ کے قول کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ممانعت اس لیے ہے کہ انسان کو اللہ نے مکرم بنایا ہے، مبادا لوگ انسان کے مردہ جسم کے اجزاء کی بے حرمتی پر جری ہوجائیں - (۷۵)

مشہور حنفی فقیہہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ انسان کے بالوں کا فروخت کرنا (یا) استعمال میں لانا جائز نہیں ہے، کیونکہ انسان (بحیثیت انسان) مکرم ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو .... دیگر جمادات میں اس کو شامل کرنا اس طرح کہ ایسے محل تصرف سمجھا جائے، اس کی تذلیل ہے، اور یہ جائز نہیں ہے - آدمی کا جزء اس کے کل کے حکم میں ہے - (۷٦)

فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ فقہاء نے انسانی علاج کے لیے جانوروں کی ہڈیوں کا استعمال جائز قرار دیا ہے ماسوا خنزیر کے - لیکن انسانی ہڈیوں کا استعمال قطعاً ممنوع قرار دیا ہے - (۷۷)

ایک اور جگہ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ ایک مضطر شخص جس کو کھانے کے لیے مردہ جانور کا گوشت بھی میسر نہیں اور اس کو اپنی ہلاکت کا خوف ہے اس سے ایک شخص کہتا ہے کہ میرا ہاتھ کاٹ لے اور اسے کھا لے یا یہ کہتا ہے کہ میرے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ لے اور اس کو کھالے - اس شخص کو ایسا کرنے کی رخصت (اجازت) نہیں دی جائے گی اور کہنے والے کا اس فعل کے ساتھ حکم دینا بھی صحیح نہ ہوگا - جسطرح کہ شخص مضطر کے لیے گنجائش نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لے اور کھالے، اسی طرح وہ کسی دوسرے شخص کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر نہیں کھا سکتا - (۷۸) خواہ اس کا ایسا کرنا دوسرے شخص کی رضامندی ہی سے کیوں نہ ہو -

---

(۷۵) "..... لئلا یتجا سر الناس علی من کرمہ اللہ با بتذال اجزائہ"
العنایۃ، اکمل الدین محمد ابن محمود البا برتی، بر حاشیہ فتح القدیر، مطبوعہ مصر، ج ۱ ص ۱٦۵

(۷٦) رد المحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۴۵

(۷۷) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۱۱۱ (باب التداوی)

(۷۸) فتاوی عالمگیری، کتاب الحظر و الا باحۃ مطبوعہ دیوبند باب ۱۱، کراھۃ فی الاکل ج ۴، ص ۳۰

شرح السیرالکبیر میں لکھا ہے کہ " جانور کی بوسیدہ ھڈی سے معالجہ جائز ہے ، کیوں کہ ھمارے (حنفی) اصول کے مطابق جانور کے مرجانے سے اس کی ھڈی ناپاک نہیں ھوجاتی ، اس بنیاد پر کہ اس میں حیات ھی موجود نہ تھی لیکن انسانی ھڈی یا خنزیر کی ھڈی کے ذریعہ معالجہ حرام ہے ۔ خنزیر کی ھڈی سے معالجہ کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ اس کی ھڈی بھی اصلاً نجس و ناپاک ہے جس طرح کہ اس کا گوشت اصلاً حرام ہے ۔ اس سے کسی بھی حالت میں انتفاع جائز نہیں ہے ، اور انسان کی ھڈی سے معالجہ کے حرام ھونے کا سبب یہ ہے کہ انسان اپنی موت کے بعد بھی اسی طرح محترم ہے جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں تھا ۔ لہذا جس طرح ایک زندہ آدمی کے کسی جزء (جسمانی) سے اس کی تکریم کے سبب علاج جائز نہیں ، اسی طرح میت کی ھڈی کے ذریعہ بھی معالجہ جائز نہیں ھوسکتا ۔ (۷۹)

اس امر پر اجماع ہے کہ اگر کسی شخص کا ایک دانت اپنی جگہ سے علیحدہ ھوگیا ، تو یہ امر حرام ھوگا کہ میت کا دانت لے کر اپنے اس جگہ جما دیا جائے ۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ امر بھی حرام ہے کہ اس گرے ھوئے دانت کودوبارہ اپنی جگہ پر لگا دیا جائے ، لیکن کسی ایسی بکری کا دانت جسے ذبح کیا گیا ھو اس جگہ لگایا جاسکتا ہے ۔ البتہ امام ابویوسف کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا خود اپنا دانت اس جگہ دوبارہ لگادیا جائے ۔ تاھم امام ابویوسف کے نزدیک بھی کسی میت کا دانت دوسرے شخص کے لگانا حرام ہے ۔ (۸۰) حنفی اصول فقہ کی رو سے طرفین یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول مفتیٰ بہ قرار پاتا ہے ۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جسطرح کل انسانی جسم کا مردہ ھوجانے کے بعد دفن کرنا شرعاً واجب ھوتا ہے ۔ اسی طرح اس کا ھر جز جسم سے علیحدہ ھونے کے بعد دفن کئے جانے

---

(۷۹) شرح السیر الکبیر ، ابی بکر محمد بن ابی سہل السرخسی ، مطبوعہ جامع قاھرہ مصر ۱۹۵۸ع ج ۱ ، ص ۳۰۳

(۸۰) بدائع الصنائع ، امام کاسانی ، مطبوعہ مصر ، ج ۵ ، ص ۱۳۲
فتاوی عالمگیری ، مطبوعہ کلکتہ ، ج ۵ ، ص ۳۷۲
البحر الرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، ج ۸ ، صص ۱۱۳ اور ۱۳۳ ۔

کا محل ہوگا ، اور دوسرے کسی مصرف میں نہ لایا جائےگا لہذا اس علیحدہ شدہ دانت کو کسی مصرف میں لانا جائز نہیں ۔

شافعی نقطہ نظر :

اس مسئلہ پر امام شافعی نے بھی اپنی مشہور کتاب " الام " مین بحث کی ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ھیں : " اگر کسی عورت (۸۱) کی ھڈی ٹوٹ کر علاحدہ ہوجائے تو جائز نہیں ہے کہ اس کی پیوند کاری (اسی ھڈی سے) کی جائے۔ البتہ یہ جائز ہوگا کہ اس کی پیوند کاری کسی ایسے جانور کی ھڈی سے کی جائے جس کا گوشت ذبح کے بعد کھانا جائز ہو ۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا دانت ٹوٹ کر علیحدہ ہوجائے تو وہ دانت مردار (میتہ) ہوگیا ۔(۸۲) لہذا یہ امر جائز نہیں ہے کہ اس کو دوبارہ اسی جگہ لگادیا جائے جب کہ وہ علاحدہ ہوگیا ہو ۔ (۸۳)

امام ابوحنیفہ ، امام محمد اور امام شافعی کا یہ نقطۂ نظر کہ خود انسان کا اپنا دانت اگر علیحدہ ہو جائے تو پھر اس کو اس جگہ نہیں لگایا جاسکتا ، محل نظر ہے ۔ راقم الحروف کے نزدیک ایسی صورت میں امام ابویوسف کے قول کی بنیاد پر اس کے جواز کا حکم دیا جاسکتا ہے جب کہ خود اس کا اپنا

---

(۸۱) یہی حکم مرد کی ہڈی کا بھی ہے ۔

(۸۲) "میتة" کے لغوی معنی اس شے کے ہیں جس مین سکون پیدا ہو چکا ہو ۔ چونکہ موت حالت سکون کی ایک کیفیت کا نام ہے اس لیئے ہر اس جاندار شے یا اسکے جزء پر لفظ "میتة" کا اطلاق کیا جاسکتا ہے جس مین سے یا تو مجموعی طور پر جان (حرکت) نکل چکی ہو یا وہ خود تو حرکت مین ہو لیکن اسکے کسی جزوکو علیحدہ کر دیا جائے جو بسبب علیحدگی اپنی حرکت اصلی کو کھو کر ساکت و ساکن ہوگیا ہو ۔ مثلاً انسان کا ھاتھ جو حرکت کرتا ہے، علیحدہ ہو جانے پر میتة کے حکم مین ہوگا، اگر چہ وہ انسان زندہ ہے اور دوسرے اعضاء و جوارح حرکت (زندگی) سے بہرہ مند ہیں ۔ اسی بنا پر اهل لغت سے منقول ہے کہ، "کل ما انفصل من الحی میت" یعنی ہر وہ چیز جوکسی زندہ سے جدا ہو جائے (یا کی جائے) وہ میتة ہے ۔ (ماخوذ از تاج العروس) بالفاظ دیگر امام شافعی کی مندرجہ بالا عبارت کی رو سے موت کے بعد اسکا ہر ہر جزو "میتة" قرار پاتا ہے ۔ اس پر بحث آگے آرہی ہے۔ (مولف) .

(۸۳) کتاب الام ، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۵۴

(دانت یا) ھاتھ اس کے بازو میں لگایا جائے۔لیکن کسی میت یا دوسرے انسان کا ھاتھ (یا گوشت) زندہ انسان کے لگانے کی گنجائش اِن کے یہاں بھی موجود نہیں۔

امام ابو یوسف نے انسان کے اپنے جزو اور کسی دوسرے انسان کے جزو(انسانی) کے درمیان وجہ فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انسان کا اپنا دانت (علیحدہ شدہ) خود اسی کی ذات کا جزو ہوتا ہے جو فی الحال علیحدہ ہو گیا ہے لیکن یہ احتمال ہے کہ اگر اس کو اس مقام پر اگا دیا جائے تو وہ آئندہ زمانہ میں اس مقام پر قرار پکڑ لے اور پہلی حالت کی طرف لوٹ جائے ۔

کسی کٹے ہوئے اپنے جزو کو اس کے مقام پر اس لئے لگا دینا کہ وہ مقام مندمل ہوجائے جائز ہوگا ، جیسا کہ ایک شخص اپنے کسی عضو کو کاٹے اور پھر اس کو اس کی جگہ پر لگادے تو اس کا ایسا کرنا جائز ہوگا، لیکن دوسرے کا دانت اس کا احتمال نہیں رکھتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی دوسرے انسان کے علیحدہ شدہ جزو کا استعمال ابنائے آدم میں سے اس دوسرے انسان کی اھانت کا سبب ہوگا اور آدمی اپنے تمام اجزاء (جسم) کے ساتھ مکرم ہے، لیکن اپنے کسی جزو کو اس کے مقام پر واپس لے جانا ، آدمیت کی تذلیل میں شمار نہیں ہوتا۔ یہ حکم استحسان کی بنیاد پر ہے۔

بہر کیف ، امام شافعی فرماتے ھیں کہ اس آدمی کے کسی حیوان کا دانت نہ لگایا جائے گا سوائے اس حیوان کے دانت کے، جس کو ذبح کیا گیا ھو اور جس کا گوشت کھانا جائز ھو۔ اور اگر کسی شخص کی ھڈی میں کسی مردار کی ھڈی کا پیوند لگایا گیا یا کسی ایسے جانور کی ھڈی کا پیوند لگایا گیا جس کا گوشت کھانا جائز نہ ھو یا کسی انسان کی ھڈی کا پیوند لگایا گیا تو انسان کی ھڈی مردار کی مانند ہے۔ لہذا اس شخص پر واجب ہے کہ وہ ایسی ھڈی اکھڑوادے اور اس حالت میں جو نمازیں اس نے پڑھی ھوں ان کا اعادہ کرے۔ اگر وہ شخص اس مردار ھڈی کو علیحدہ نہیں کرائے گا تو حاکم اس شخص پر اس ھڈی کے نکالے جانے کے لئے جبر کرے گا اور اگر اس شخص نے ھڈی کو نہ نکلوایا حتی کہ وہ مر گیا تو اس کی موت کے بعد وہ ھڈی نہ نکالی جائے، اس لئے کہ وہ شخص کلیۃً میتہ (مردار) ہوچکا۔ اور اللہ تعالی ھی اس سے حساب

لینے والا ہے۔ اور یہی صورت اس دانت کی ہے جو گر جائے (علیحدہ ہوجا
الا یہ کہ ہلا تھا پھر اس کو اس کی جگہ پر جما دیا تو اس میں مض
نہیں ، کیوں کہ وہ جب تک علیحدہ نہ ہوجائے میتہ (مردار)
ہوتا ۔''(۸۳ الف) یعنی اپنی جگہ سے علیحدہ ہوکر مردار قرار پاتا ہے۔ امام شا
کے اس نقطہ نظر سے کہ خود اس کا اپنا دانت بھی اس جگہ نہیں لگایا جا سک
راقم الحروف کو اختلاف ہے۔ امام شافعی اسی صفحہ پر چند سطور کے بعد فرم
ہیں کہ '' انسان کے بالوں سے کسی حال میں دوسرے انسانوں کے لئے است
جائز نہیں جیسا کہ چوپایوں کے بالوں سے کیا جاسکتا ہے کیوں کہ یہ
مذبوحہ جانوروں کے بالوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ نقطہ نظر حنفیہ کے نزدی
بھی مسلّم ہے۔

خلاصہ بحث :

مندرجہ بالا فقہی نقطہ ہائے نظر سے جو امور واضح طور پر ہمارے سام
آتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں : ۔

۱ ۔ اللہ تعالی نے انسان کو ''اشرف المخلوقات'' بنایا ہے اور دیگر جم
مخلوقات کو اس کے تابع ، خادم اور لایق تسخیر قرار دیا ہے۔

۲ ۔ اسی بناء پر انسانی عظمت و تکریم کے تحفظ کی غرض سے انسا
اعضاء کی خرید و فروخت ، قطع و برید اور تراش و خراش
خود کشی ممنوع ہے۔ یہ بات صرف شرع اسلام ہی میں نہیں بلکہ عیسا
دنیا بھی اس کی قائل ہے۔ چنانچہ باہمی رضامندی سے ایک انسان اپنے
کسی عضو کو دوسرے کے حق میں ہبہ نہیں کرسکتا ۔ خواہ بالعوض
ہو یا بلا عوض ۔ زندہ انسان بذاتہ نجس نہیں ہوتا لیکن مرنے کے بع
میتہ (مردار) ہوگیا تو اس کے تمام اعضا میتہ (مردار) ہوگئے اور اس
کوئی بھی عضو دوسرے انسان کے تصرف میں نہیں لایا جاسکتا
بالخصوص پیوند کاری کے ذریعہ مردہ کا کوئی عضو کسی زندہ انسان
کے نہیں لگایا جاسکتا ، کیوں کہ یہ فعل پیوندی کاری پاک اور
ناپاک (مردار) کا اختلاط ہوگا ، جو حرام ہے۔ فتاوی عالمگیری کی ایک
عبارت سے یہ بھی مستخرج ہوتا ہے کہ انسانی اعضاء سے انتفاع ک

(۸۳الف) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۵۴

بعض فقہاء کے نزدیک نجاست کے سبب حرام قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہ قول غیر مختار ہے چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا دانت گیہوں میں شامل ہوکر پس جائے تو اس آٹے کا استعمال جائز نہیں ہے۔

۳ - انسان اپنی ذات میں اس حد تک متصرف ہے کہ وہ خدا کے بتائے ہوئے قاعدوں کے مطابق اپنے اعضاء وجوارح کو استعمال میں لائے۔

۴ - احناف کے نزدیک اضطرار[۸۳] کی صورت میں (شرعی طور) پر ایسے مردار جانور کھالینے کی اجازت ہے لیکن وہ خود اپنا یا کسی دوسرے انسان کا کوئی عضو نہیں کھا سکتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعضاء انسانی خود انسان کی اسطرح ملکیت نہیں جس طرح کہ دیگر مملوکہ اشیاء۔ البتہ بعض شافعی اور حنبلی فقہاء نیز شیعی اصحاب بحالت اضطرار انسانی اعضاء کھالینے کے جواز کے قائل ھیں۔ لیکن پیوند کاری ان کے یہاں بھی ثابت نہیں۔

اضطراری حالت میں انسانی اعضاء کا استعمال:

یہ بحث تشنہ رہ جائے گی اگر اس مسئلے سے متعلق "حالت اضطرار" میں انسانی اعضاء کے استعمال کا ذکر نہ کیا جائے۔ اس بارے میں اصولی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خون، خنزیر، شراب یا مردار حرام ھیں، لیکن انتہائی ضرورت (مخمصہ) کی حالت میں قران پاک نے حقیقی ضرورت کے بقدر اجازت دی ہے۔ اسی طرح فقہاء نے علاج کے لیے خون، پیشاب اور مردار کا استعمال جائز قراردیا ہے جب کہ طبیب حاذق کے نزدیک مریض کی شفاء ان اشیاء ھی کے استعمال میں مضمر ہو اور مباح ادویات میں سے کوئی دوا اس کے قائم مقام نہ ہو۔ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس قاعدہ کی بنیاد پر انسانی اعضاء کے استعمال کی حرمت کے باوجود

(۸۳) اضطرار اس حالت کو کہتے ہیں جس میں انسان کو اپنی ھلاکت کا یقین حاصل ہو جائے فقہا کے نزدیک ظن غالب بھی بعض حالات میں یقین کا درجہ رکھتا ہے لیکن جن حالتوں میں ھلاکت کا یقین یا ظن غالب نہ پیدا ہو بلکہ انسان اپنی زندگی بغیر خطرہ ھلاکت کے گذار سکتاہو وہ اضطراری حالت نہ کہلائے گی۔ (ماخوذ از الاشباہ و النظائر، ابن نجیم مطبوعہ مصر ۱۹۶۸ء، ص ۵۹)

بحالت ضرورت ان کے استعمال کی اجازت دی جانی چاہئے ۔ اس سلسلہ میں مذ
فقہی نقطہ ہائے نظر حسب ذیل ہیں جن سے متعلقہ مسئلہ کے استخراج میں
لی جا سکتی ہے ۔

حنفی مسلک :

انسانی اعضاء کی حرمت اور غیر انسانی اشیاء کی حرمت کی علت میں
ہے۔ غیر انسانی اشیاء کی حرمت یا تو ان کے اصلاً نجس ہونے کی بناء پر
یا انسان کے حق میں تکریم روح کی بناء پر منجانب اللہ مضر ہونے کے ۔
ہے ۔ اس کے برخلاف انسانی اجزاء کے استعمال کی ممانعت احترام آدمیت کی بناء
ہے۔ علت کے اس اختلاف کے سبب زندہ اور مردہ میں کوئی تخصیص نہیں رکھ
گئی اور دونوں کا حکم یکساں ہوگا ۔ یہی وجہ ہے کہ مر جانے کے
اگرچہ انسان بھی ایک اعتبار سے میتہ (مردار) کے درجہ میں آجاتا ہے
لیکن تکریم وتعظیم کے سبب اضطراری حالت کے باوجود ، اس کا استعمال ممنو
ہے۔ اس لیے انسان کی مردہ لاش کے گوشت کے کھانے کی اجازت نہ ہوگ
دوسرا فرق یہ ہے کہ خون ، شراب خنزیر کا تعلق ان اشیاء سے ہے جو ذات انس
سے خارج اور کسی نہ کسی طرح اسکی مملوکہ و مستعملہ ہو سکتی ہیں، بخلا
خود ذات انسان کے کہ وہ ایک دوسرے کے حق میں مملوک و مستعمل نہیں ۔
نظریہ حنفی فقہاء کا ہے البتہ بعض شافعی اور حنبلی فقہاء کا نقطۂ نظر یہ معلوم ہو
ہے کہ بحالت اضطرار مردہ انسان کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ لیکن راقم الحرو
کے نزدیک امام شافعی کے مذکورہ بالا نقطۂ نظر کے پیش نظر بعض متأخرین شافعیہ
یہ قول ناقابل فہم واستدلال نظر آتا ہے ۔

مالکی مسلک :

اس مسئلہ میں زیر مطالعہ مالکی کتب میں کوئی صریح قول نہ مل سکا

شافعی نقطۂ نظر :

فقہ شافعی کی مشہور کتاب المہذب میں ایسی روایت موجود ہے
جس سے اضطرار کی حالت میں خود اپنا گوشت بھی کاٹ کر کھالینے کا جوا

ثابت ہوتا ہے۔ چانچہ مذکورہ کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مضطر کسی مردہ انسان کے علاوہ اپنی زندگی بچانے کے لئے کچھ نہیں پاتا تو اس مضطر کے لئے اس مردار انسان کا گوشت (بقدر ضرورت جو اسے ہلاکت سے بچائے) کھا لینا جائز ہوگا۔ اور اگر یہ مضطر کسی ایسے شخص کو پاتا ہے جس نے اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کرلیا ہے یا وہ زنا کی حد میں واجب القتل قرار دیا جاچکا ہے، تو اس کو قتل کر کے اس کےگوشت سے اپنی بھوک مٹا سکتا ہے، کیوں کہ وہ دونوں قتل کے مستحق ہو چکے تھے۔ اور اگر اضطرار کی حالت پیدا ہوگئی اور سوائے اپنا گوشت کھا لینے کے کوئی صورت نظر نہ آئی تو کیا یہ جائز ہوگا کہ خود اپنے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر کھالے اوراس طرح اپنی زندگی بچائے۔ اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ ابو اسحق کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے کیوں کہ ایک عضو کے ذریعہ پوری جان کی حفاظت ہوگی، جیسا کہ کسی عضو میں آکلہ زخم پیدا ہوجائے تو اس عضو کا کاٹ دیناجائز ہوتا ہے۔ البتہ بعض شافعی اصحاب نے فرمایا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہ ہو گا۔ کیوں کہ جب عضو کاٹے گا تو اس سے اس کی جان کے لیے زیادہ خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ [۸۵]

حنبلی مکتب فکر:

حنبلی فقہاء کے نزدیک مضطر کے لئے ایسے آدمی کو قتل کر کے جس کا خون مباح ہو چکا ہے اس کا گوشت کھا لینا جائز ہوگا جیسے کہ حربی کافر یا زانی محصن۔ یہ روایت المحرر فی الفقہ میں درج ہے۔ [۸۶]

شیعی فقہاء کی رائے:

شیعی فقہاء کے نزدیک بھی حالت اضطرار میں انسانی میت کا گوشت کھالینا جائز ہے۔ چنانچہ محقق الحلی نے اپنی کتاب شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ اگر مضطر سوائے مردہ آدمی کے کچھ نہ پائے تو اس کے لئے اس مردہ آدمی کا بقدر ضرورت گوشت کھا لینا حلال ہوجائے گا لیکن اگر انسان زندہ اور معصوم ہے تو حلال نہ ہوگا البتہ اگر کسی انسان کا قتل شرعاً حلال کر دیا گیا ہو تو اس

---

(۸۵) المہذب: الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۲۵۸۔

(۸۶) المحرر فی الفقہ، مجد الدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۹۰۔

انسان سے اتنی مقدار حلال ہو گی جو کسی مردار سے حلال ہوتی ہے اور اگر کسی مضطر کو سوائے اس کے اپنے نفس (ذات) کے کچھ میسر نہ آسکے تو بعض علما نے کہا ہے کہ اسکے جسم کے جن مقامات پر گوشت ہوتا ہے ان میں سے کسی مقام سے رمق برابر گوشت کاٹ کر کھا لینا جائز ہے، لیکن یہ قول قابل اعتبار نہیں۔ [۸۷]

تجزیہ :

استخراجاً، بعض شافعی و حنبلی فقہاء اور حضرات شیعہ کے نقطہ نظر کے تحت اگر ایسی صورت ہو کہ موصی لہ کی جان کے ہلاک ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہو اور موصی بہ کے عمل پیوندکاری کے ماسوا موصی لہ کی جان بچنے کا کوئی اور امکانی ذریعہ نہ ہو تو اس صورت میں اضطرار کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے جب کہ ایک مردہ لاش سے انتفاع جائز ہو گا تو (استخراجاً) وصیت کی صورت میں بدرجہ اولی وصیت کے نفاذ کی اجازت ہونی چاہیئے۔

انسانی اعضاء کے کھا لینے کے مسئلے میں بعض شافعی اور حنبلی فقہاء کا نقطہ نظر جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے "الضرورات تبیح المحظورات" (ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں) کے قاعدے کی تحت ہے۔ لہذا اس قاعدۃ کے بموجب پیوند کاری بھی جائز ہو سکتی ہے، کیوں کہ مردہ انسان کے احترام کے مقابلہ میں زندہ انسان کا احترام بہت زیادہ ہے جیسا کہ فقہ شافعی کی کتاب المہذب [۸۸] میں بیان کیاگیا ہے البتہ اس سورت میں "اضطرار" کی تمام شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا، امام شافعی نے ہڈی ٹوٹنے یا دانت ٹوٹ جانے پر دوسرے انسان کی ہڈی یا دانت کے استعمال کو جو ممنوع قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہڈی یا دانت ٹوٹ جانے سے اس شخص کی حالت اضطراری نہیں کہلاتی۔

جہاں تک احترام آدمیت اور انسانی عظمت و بزرگی کا تعلق ہے، عام حالت میں اس کا پورا پورا لحاظ ضروری ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلواۃ

---

(۸۷) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، ج ۲، ص ۱۴۹

(۸۸) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۲۵۸

والسلام کے ارشادات جو میت کے احترام کے بارے میں محفوظ ہیں ان کا لحاظ بھی شرعاً واجب ہے لیکن صورت موجودہ میں مذکوربالا ائمہ کے نزدیک جو حکم دیا جارہا ہے وہ "اضطرار" کی حالت میں ہے۔ ہرگز میت کی بے حرمتی یا مثلہ کرنا مقصود نہیں۔ مثال کے طور پر ایک کنوئیں میں ایک آدمی گر جائے اور آبادی کے لیے کنوئیں کے پانی کی فوری اورشدید ضرورت ہے ورنہ ہلاکت کا خطرہ ہے اور اس آدمی کو کنویں میں سے نکالا جانا اس کے سوا ممکن نہ ہو کہ اس کا مثلہ کیا جائے تو ایسا کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ کہ اس کے سوائے چارہ نہ ہو، کیوں کہ میت کا مثلہ کرنے کا ضرر ادنیٰ ہے اس کے مقابلہ میں کہ اس آبادی کو پیاسا مار دیا جائے۔ یہاں کسی ناواقف شخص کو یہ اعتراض لاحق ہو سکتا ہے کہ مثلہ کرنے سے کنویں کا پانی بھی تو نجس ہوجائے گا، اس کا استعمال کیوں کر جائز ہوگا؟ دراصل لاش اگر کنویں میں گر کر پھول جائے تو وہ پانی بغیر مثلہ کے ہی نجس ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر مثلہ کرنے سے نجس ہوگا تو اس کا استعمال بوجہ اضطرار جائز ہوگا جب کہ آبادی کو ہلاکت کا فوری خطرہ لاحق ہو اور پانی نصیب نہ ہو بلکہ ایسی صورت میں تو پیشاب اور نجاست کا استعمال بھی شرعاً جائز ہوگا جبکہ ایسا پانی نیز مثلہ کے بعد کنواں کا پانی شرعی مقدار کی حد تک نکال کر پاک ہوسکتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی مضطر انسان سوائے کفن میت کے اپنی ستر پوشی کے لیے کپڑا نہ پائے تو اس کو میت کا کفن دے دیا جائے گا، کیوں کہ ایک زندہ انسان کی حرمت اور ستر پوشی ایک مردہ کی حرمت کے مقابلے میں اولیٰ ہے یا اسی طرح اگر ایک حاملہ عورت مرجائے جب کہ جنین زندہ ہو تو مردہ عورت کا پیٹ چاک کر کے جنین کو نکالا جاسکتا ہے بشرطے کہ اس کے زندہ رہنے کا یقین ہو۔ (یہ صورتیں ابن قدامہ مقدسی نے اپنی کتاب المغنی مصر ۱۳۷۶ ہجری، ج ۲، صص ۵۰۳-۵۰۱ اور ۵۰۰ پر بیان کی ہیں) ان تمام صورتوں میں انسانی جان کو بچانے کا نظریہ کار فرما نظر آتا ہے۔ البتہ یہاں اس قدر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہ استثنا صرف اضطرار کی حالت میں جائز ہوگا جس میں جان کی ہلاکت کا فوری اور شدید خطرہ لاحق ہو اور اس

کا یقینی علم حاصل کرلیا گیا ہو کہ جان بچ جائے گی۔ دوسری جن صورتوں م
مضطر کی ہلاکت کا خوف نہ ہو۔ پیوندکاری ائمہ مذکور کے نزدیک بھی ناجا
ہوگی اور موصی کی وصیت بھی بربنائے معصیت ناجائز ہوگی، مثلاً دوسرے
بینائی کی غرض سے آنکھوں کے عطیہ کی وصیت، کیونکہ موصی لہ کی حالت اضطرا
نہیں قرار پاتی۔

بعض شافعی، حنبلی اور شیعی فقہاء کے اس نقطۂ نظر کے تحت
کہ مردہ انسان کا بحالت اضطرار کھا لینا جائز ہے یہ حکم مستنبط
جاسکتا ہے کہ جب کھا لینا جائز ہے تو بحالت اضطرار مردہ سے پیوندکا
بھی جائز قرار دی جانی چاہئے۔ البتہ یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے
عضو کی پیوندکاری سے پاک اور مردار کا اختلاط لازم آتا ہے جس
سبب امام شافعی نے دانت کے نکلوانے اور نماز تک لوٹانے کا حکم دیا ہے لیکن
امام شافعی نے جو صورت بیان کی ہے وہ عام حالات سے متعلق ہے جب
اضطراری حالت ایک استثنائی صورت ہے۔ چنانچہ بعض شافعی وحنبلی اور شیعی اصحاب
اقوال کی بنیاد پر استخراج کرتے ہوئے بحالت اضطرار پیوندکاری جائز ہوگی اور اگر ا
کے لئے وصیت کی گئی تو اس وقت تو ایسی وصیت جائز کے حکم میں ہو
بسبب اضطرار قابل نفاذ ہوجائے گی۔ لیکن آئمہ مذکورہ کے اقوال پر قرآن و حدی
سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔ راقم الحروف کے خیال میں بعض شافعی اور حنب
فقہاء اور شیعہ حضرات نے اضطرار کی حالت میں مردہ انسان کا گوشت ک
لینے کے جواز کا جو حکم دیا ہے وہ اس بنیاد پر معلوم ہوتا ہے [۸۸ الف] کہ ا
تعالیٰ نے قرآن میں حالت اضطرار میں میتہ کے کھا لینے کی اجازت دی ہے ج
کہ جان کی ہلاکت کا فوری اور شدید خطرہ لاحق ہو اور سوائے میتہ
(یا دوسری ممنوع اشیاء کے) جان بچانے کا کوئی دوسرا سبب اور ذریعہ م
نہ ہو۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض موقعوں پر احترام انسانیت سے صر
نظر کیا جا سکتا ہے۔

راقم الحروف کے خیال میں ان فقہاء نے میتہ کے لفظ میں مردہ انسان ا

(۸۸الف) راقم الحروف کو براہ راست صریح قول نہ مل سکا۔

جانور دونوں کو شامل کیا ہے۔ ایسا کرنا اگرچہ لغوی اعتبار سے صحیح ہوگا لیکن شرعی اصطلاع کے اعتبا سے غلط معلوم ہوتا ہے۔ اس مقام پر '' میتہ'' ،، کے لفظ کا اطلاق مردہ انسان پر نہیں کیا جانا چاہئے ، کیوں کہ قرآن کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث انسان کی عظمت اور بزرگی پر نہ صرف حالت حیات میں بلکہ موت کے بعد بھی دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ مردہ انسان کے (خواہ وہ بحالت اضطرار ہی کیوں نہ ہو) کھا لینے سے احترام آدمیت کی نفی لازم آتی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن پاک میں حالت اضطرار میں مردار کھا لینے کے حکم میں میتہ" کا لفظ جس سیاق و سباق میں آتا ہے اس سے صرف وہ مردار جانور مراد ہیں جن کو اہل عرب اپنے مطعومات (کھانے پینے کی چیزوں) میں شامل کئے ہوئے تھے اور اپنی معروف اصطلاح میں ایسے ہی مردہ جانوروں پر جو ان کے مطعومات میں شامل تھے میتہ" کا لفظ استعمال کرتے تھے ، انسان کی مردہ لاش پر عرب میں میتہ" کا لفظ مستعمل نہ تھا بلکہ اس کے لئے '' میّت ،، کا لفظ معروف و مروج تھا چنانچہ اس بنیاد پر قرآن کریم نے مردہ انسان کے حق میں میّت یا مَیت کا لفظ یا اس لفظ کی جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور کسی ایک آیت میں بھی مردہ انسان کے لئے '' میتہ'' ،، کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے ، جو اس امر کی صریح دلیل ہے کہ '' میتہ'' ،، کے لفظ میں مردہ انسان شامل نہیں ہے۔ کیونکہ مردہ انسان عرب کے مطعومات میں شامل نہ تھا اور نہ عرب اس لفظ کا اطلاق مردہ انسان پر کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ قرآن عرب کے معروف و مصطلح الفاظ میں نازل ہوا ہے۔ لہذا '' میتہ'' ،، کے لفظ میں انسان کی مردہ لاش کو شامل کرنا منشاء قرآن واصطلاح عرب دونوں کے مخالف ہوگا ، اور اس کے متعلق علماء احناف کا نقطۂ نظر ہی قوی ، مرجحّ اور قابل قبول ہوگا کہ انسان کے کل یا جزء سے حالت اضطرار میں بھی انتفاع جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

راقم الحروف کے اس نظریہ کی تائیدی شہادت خود قرآن پاک میں موجود ہے۔ قرآن پاک میں '' موت ،، کے ضمن میں تین لفظ ملتے ہیں۔ ایک مَیت ، دوسرا میّت تیسرا میتہ"۔ لغوی اعتبار سے یہ تینوں لفظ ہم معنی ہیں اور انسان ، حیوان ، جمادات و نباتات سب پر بولے جاسکتے ہیں ، لیکن شرعی اعتبار سے ان کے معنی و محل

استعمال مختلف نظر آتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک انسان کے لئے لفظ ''مَیت'' اور مَیّت کا استعمال کرتا ہے ۔ اور ''میتہ'' کی اصطلاح اپنے شرعی معنی میں ان جانوروں کے لئے استعمال کرتا ہے جو شرعی طور پر ذبح کئے بغیر مرجائیں نیز جمادات کے لئے ''مَیت'' اور ''میّت'' کے علاوہ ''میتہ'' کی اصطلاح بھی استعمال کرتا ہے ۔ نباتات کے لئے صرف ''مَیت'' اور ''میّت'' کا لفظ آیا ہے ۔

چنانچہ قرآن پاک میں ''میت'' کا لفظ پانچ آیتوں میں نازل ہوا ہے ۔[۸۹] اسی طرح لفظ ''میّت'' قرآن پاک میں بارہ جگہ آیا ہے ۔ [۹۰] اور لفظ ''میتہ'' قرآن پاک میں چھ جگہ آیا ہے ۔ [۹۱] جس میں آخری آیت میں جمادات

---

(۸۹) ۱ - (مَیتً) "او من کان میتا فا حییناہ و جعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس" (انعام، ۱۲۲)
۲ - "لنحیی بہ بلدۃ میتا".(الفرقان، ۴۹)
۳ - "والذی نزل من السماء ماء بقدر فانشر نا بہبلدۃ میتا" (زخرف، ۱۱)
۴ - ایحب احد کم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکر ھتموہ" (الحجرات، ۱۲)
۵ - "واحینا بہ بلدۃ میتا" (ق، ۱۱)

(۹۰) ۱ - (میّت) "تخرج الحی من المیّت" (آل عمران، ۲۷)
۲ - "وتخرج المیت من الحی (آل عمران، ۲۷)
۳ - "ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحی من المیّت" (انعام، ۹۵)
۴ - "ویخرج المیّت من الحی" (انعام، ۹۵).
۵ - "ومخرج المیّت من الحی ذالکم اللہ" (انعام، ۹۵)
۶ - "حتی اذا اقلت سحاباً ثقالا سقناہ لبلد میّت" (اعراف، ۵۷)
۷ - "امن یملک السمع والا بصار و من یخرج الحی من المیت" (یونس، ۳۱)
۸ - "و یخرج المیّت من الحی و من ید برالامر فسیقولون اللہ" (یونس، ۳۱)
۹ - "ویا تیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیّت" (ابراھیم، ۱۷)
۱۰ - "یخرج الحی من المیّت" (روم، ۱۹)
۱۱ - "و یخرج المیّت من الحی و یحیی الارض بعد موتھا" (روم، ۱۹)
۱۲ - "فسقناہ الی بلد میت فاحینیا بہ الارض بعد موتھا" (ناظر، ۹)

(۹۱) "میتتہ": - ۱ - "انما حرم علیکم المیتتہ والدم ولحم الخنزیر" (بقرہ، ۱۷۳)
۲ - "حرمت علیکم المیتتہ والدم و لحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ" (مائدہ، ۳)
۳ - "وان یکن میتتہ فھم فیہ شرکاء" (انعام، ۱۳۵)
۴ - "الا ان یکون میتتہ اودماً مسفوحاً اولحم خنزیر" (انعام، ۱۴۵)
۵ - "انما حرم علیکم المیتتہ والدم و لحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ" (النحل، ۱۱۵)
۶ - "وآیۃ لھم الارض المیتتہ احینیا ھا واخر جنا منھا حباً" (یسین، ۳۳)

کے لئے اور باقی پانچ جگہ صرف مردار جانور کے لئے وارد ہوا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں ہم خود کو حنفی نقطۂ نظر سے متفق پاتے ہیں کہ ایک انسان کے اپنے جسم یا اس کے حصہ سے دوسرے انسان کے لیے انتفاع بصورت علاج (مثلاً پیوندکاری) یا غذا خواہ وہ مردہ ہو یا زندہ کسی حالت میں جائز نہیں خواہ اضطراری حالت ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا کرنا تعلیمات قرآنی اور ارشادات نبوی کے خلاف ہو گا۔

مشکوۃ المصابیح کی کتاب اللباس باب الخاتم مطبوعہ اصح المطابع ص ۳۷۹ پر ایک حدیث میں آتا ہے ''کہ ایک صحابی حضرت عرفجہ ابن سعد کی ناک جنگ کلاب میں کٹ گئی تھی۔ انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر اس جگہ لگوائی۔ جس میں بدبو پیدا ہوجاتی تھی۔ آنحضرت نے ان کو حکم دیا کہ تم چاندی کی ناک کے بدلے سونے کی ناک لگوا لو اگرچہ سونے کا استعمال مرد کے لئے ممنوع ہے لیکن ''الضرورات تبیح المحظورات'' کے قاعدہ کے تحت صحیح تھا۔ اس حدیث سے یہ امر مستنبط کیا جاسکتا ہے کہ اگر انسانی ناک لگانا شرعاً جائز ہوتا تو آنحضرت فرما سکتے تھے کہ آئیندہ جب کوئی مسلمان (یا غیر مسلم) مر جائے یا جنگ میں قتل ہوجائے تو تم اس کی ناک کاٹ کر لگا لینا لیکن انسان اور اس کی میت نعش کی حرمت تکریم انسانیت کے سبب ہے اس لئے اس کی اجازت نہ دی۔ یہاں شاید کسی کو یہ گمان ہو کہ اس وقت فن جراحی اس قدر ترقی یافتہ نہ تھا کہ انسانی اعضاء سے پیوندکاری ممکن ہوتی لیکن آنحضرت کے زمانہ میں فن جراحی اور ٹانکے لگانے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ دراصل شریعت کے احکام کی بنیاد ممکنات اور غیر ممکنات پر نہیں ہے بلکہ وہ کلّیے اور ضابطے متعین کرتی ہے جو ممکن وغیر ممکن کے انسانی پیمانوں سے بتمیز اور ما وراء ہیں اگر شریعت کے احکام کی بنیاد سائنسی اختراعات اور طبی تجربات پر ہوتی تو ہر صدی کے بعد ان احکام میں تغیر و تبدل لابدی تھا، اور خبر نہیں کہ بالاخر ان احکام شریعت کی کیا صورت بن جاتی، کیونکہ ہر آنے والے زمانہ میں خود سائنسی ایجادات اور نظریات بھی ترقی پذیر اور متبدل ہوتے رہتے ہیں۔

اسلام افکار و عقائد اور افعال و اعمال میں پاک و ناپاک اور حلال و حرام کی جو تفریق اور درجہ بندی قائم کرتا ہے اور اس پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کا جسطرح حکم دیتا ہے وہ دوسرے نظام ھائے قوانین میں مفقود ہے اسی کے ساتھ مذہب اسلام انسان کو عظمت و بزرگی کے جس بلند مقام پر فائز کرتا ہے دیگر مذاھب میں اسکا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس پس منظر میں، قرآنی تعلیمات، ارشادات نبوی اور استدلالات فقہاء، کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ھیں کہ کسی مسلمان کا اپنی آنکھوں یا کسی دوسرے عضو کے بارے میں وصیت کرنا کہ فلاں شخص یا ادارہ کو دے دیا جائے ناجائز ہو گا۔ اس فعل سے ایک ایسے موصی بہ میں تصرف کرنا لازم آئے گا جس کا وہ بایں طور مالک و مجاز نہیں۔ مزید برآں یہ کہ وہ ایک ایسے مطلوب (استعمال اعضاء) کے لئے وصیت کرتا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ لہذا اس کی یہ وصیت ناجائز اور شرعاً نا قابل نفاذ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

۲۳۲ - موصی بہ میں اضافہ جو اس سے متصل ہو وصیت میں شمار ہو گا۔ موصی بہ میں اضافہ

تشریح

مصر کے مشہور عالم شیخ ابو زھرہ نے اپنی "کتاب شرح قانون الوصیہ" میں لکھا ہے " ملکیت وفات کے وقت سے ثابت ہوتی ہے لہذا اگر مال موصی بہ میں زیادتی ہو تو وہ بھی وقت وفات سے موصی لہ کی ملکیت ہو گی۔ اسی طرح اگر موصی بہ میں نشو و نما ہو تو اس کے اخراجات وقت وفات سے موصی لہ کے ذمہ ہوں گے، کیونکہ یہ زیادتی اسکی ملکیت میں ہو گی۔ خواہ اخراجات اس کی حفاظت کے لئے ہوں یا اصلاح کے لئے یا موصی بہ کے قائم رکھنے کے سلسلے میں ہوئے ہوں۔" [۹۲]

ظاہر ہے کہ ان اخراجات کی ذمہ داری ملکیت کے سبب ہے۔ پس جو مالک ہو گا وھی ان اخراجات کا بھی متحمل ہو گا۔

---

۹۲) شرح قانون الوصیۃ، ابو زھرہ، مطبوعہ مصر، ص ۱۶

مصر کا قانون :

موصی بہ کی زیادتی کے احکام سے متعلق مصر میں حسب ذیل قانون رائج ہے:-

دفعہ ۱۷- اگر موصی نے موصی بہ (مکان) میں کوئی ایسا تغیر کیا جو مرمت کا درجہ رکھتا ہو اور اصلاحی متصور ہوتا ہو تو موصی بہ بدستور موصی بہ متصور ہو گا یعنی وصیت برقرار رہے گی۔

لیکن اگر کوئی ایسی زیادتی کی جو بذاتہ ایک مستقل امر ہو، جیسے درخت لگا دینا یا کسی قسم کی تعمیر کا اضافہ کردینا، تو اب موصی لہ اس مکان موصی بہ میں مع اس زیادتی کے قیمتاً موصی کے ورثاء کا شریک سمجھا جائے گا۔

دفعہ ۲۷- جب کہ موصی، موصی بہ (عمارت) کو منہدم کر کے اور پھر پہلی حالت پر دوبارہ تعمیر کر کے اور بعض اصلاحی جیسے امور میں تغیر و تبدل کرے، تب بھی اس کی وصیت اپنی جگہ قائم رہے گی۔ لیکن اگر انہدام کے بعد کسی جدید طرز پر تعمیر کی ہو تو اب وصیت میں موصی لہ، موصی کے ورثاء کا پوری عمارت میں شریک متصور ہو گا۔

دفعہ ۳۷- اگر موصی نے موصی بہ کی تعمیر کو منہدم کر کے اپنی ذاتی زمین کے ساتھ شامل کر لیا اور دونوں زمینوں پر عمارت تعمیر کی تب بھی موصی لہ پوری زمین اور عمارت میں ورثاء کا شریک ہو گا۔

دفعہ ۴۷- دفعہ ۳۷ و دفعات ۱۷ و ۲۷ کے فقرہ ثانیہ سے یہ صورت مستثنی ہوگی جب کہ موصی نے کوئی کمی یا زیادتی ایسی کی ہو جس میں چشم پوشی اختیار کرنا معروف و مروج ہو۔ ایسی زیادتی وصیت میں شامل متصور ہو گی۔ اسی طرح وہ زیادتی بھی شامل وصیت ہوگی جس کے متعلق چشم پوشی اختیار نہیں کی جاتی، لیکن اس پر ایسی دلیل موجود ہو، کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ موصی نے اصل موصی بہ کے ساتھ الحاق پیش نظر رکھا ہے۔

دفعہ ۵۷- جب کہ موصی، موصی بہ (عمارت مکان وغیرہ) کو اپنے ذاتی

مکان کے ساتھ اس طرح شامل کر لے کہ موصی بہ کا علیحدہ کر کے موصی لہ کو سپرد کرنا ممکن نہ رہے ، تو اس حالت میں موصی لہ موصی بہ کی قیمت کے اندازے پر ورثاء کا شریک متصور ہو گا۔[۹۳]

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۸۱ ۔ موصی لہ مال موصی بہ کا مع اس کی زیادتی کے موصی کی وفات کے بعد مستحق ہوگا۔[۹۴]

دفعہ ۲۰۴ ۔ (۱) جب کہ موصی نے شئے موصی بہ میں کسی غیر مستقل شئے کا اضافہ کر دیا ہو تو یہ اضافہ وصیت میں شامل متصور ہو گا۔

(۲) اگر زیادتی مستقل بذاتہ ہو تو اس زیادتی کی قیمت کے مقابلے میں موصی کے ورثاء موصی لہ کے شریک متصور ہوں گے۔

(۳) جب کہ زیادتی عادۃً نظر انداز کئے جانے والے امور میں سے ہو، یا ایسی کوئی دلیل پائی جائے جو اس امر پر دلالت کرتی ہو کہ موصی نے اس زیادتی کو وصیت میں شامل کرنے کا قصد کیا تھا ، تو ایسی زیادتی وصیت میں شامل متصور ہو گی۔

دفعہ ۲۰۶ ۔ جب کہ موصی نے موصی بہ کی عمارت میں کوئی ایسی جدید تعمیر کی جس کی علیحدگی موصی بہ سے ممکن نہ رہی اور اس کے بغیر موصی لہ کو موصی بہ کا سپرد کرنا ممکن نہ رہا تو موصی لہ موصی بہ میں موصی کے ورثاء کا اپنے حق کے بقدر قیمت میں شریک متصور ہو گا۔[۹۵]

موصی بہ کا ابہام

۲۳۳ ۔ جب موصی کی وصیت کے الفاظ میں کوئی اس قسم کا ابہام پایا جائے جس کا ازالہ ممکن ہو تو وصیت جائز اور نافذ العمل ہوگی ، خواہ یہ ابہام کسی وجہ سے موصی بہ کی مقدار میں ہو ۔

بہ پابندی احکام قانون ھذا اگر وصیت سے اس کے برخلاف منشاء نہ پایا جائے ، جائداد موصی بہ کا حلیہ وہی سمجھا جائےگا اور وہی جائداد وصیت میں شامل سمجھی جائے گی جو موصی کی وفات کے وقت موجود تھی ۔

---

(۹۳) قانون الوصیۃ، مصر، پانچویں فصل، (موصی بہ کی زیادتی کے احکام)۔

(۹۴) قانون الوصیۃ، تونس، ۱۹۵۷ع ۔

(۹۵) قانون الوصیت شام، چوتھی فصل، (موصی بہ میں زیادتی کے احکام)۔

تشریح

اگر موصی بہ مجہول و مبہم ہو، لیکن اس کی جہالت وابہام کا موصی یا اس کے ورثاء کی جانب سے ازالہ ممکن ہو تو وصیت صحیح ہو گی، لیکن موصی بہ کے مجہول و مبہم ہونے کی صورت میں دو صورتیں وجود میں آتی ہیں، اول یہ کہ جس حصہ کی وصیت کی گئی ہے اس کی مقدار میں ابہام ہو، دوم یہ کہ اس مقدار کے حسابی اعتبار سے ابہام (جہالت) ہو۔ مثلاً موصی ایک شخص کے لئے ان الفاظ سے وصیت کرے کہ " میرے مال کا ایک جزء یا میرے مال کا ایک حصہ، یا میرے مال سے کچھ "، چنانچہ ایسے حالات میں اگر موصی نے کسی بعد کے زمانے میں اس کی وضاحت کر دی تو وہی موصی بہ قرار پائے گا اور اگر نہ بیان کی تو اب اس کی موت کے بعد اس کے ورثا کی مرضی پر موقوف ہو گا جتنا چاہیں بطور وصیت دے دیں۔[۹۶]

(فروعی مسائل اصل کتاب محولہ ذیل میں ملاحظہ ہوں)۔

اگر دو شخصوں کے حق میں ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی گئی ہو اور دونوں موصی لہ استحقاق میں مساوی ہوں اور ورثاء زائد میں وصیت کے نفاذ کی اجازت نہ دیں تو دونوں موصی لہ مساوی طور پر ایک تہائی میں شریک ہوں گے لیکن اگر دونوں درجۂ استحقاق میں مساوی نہ ہوں بلکہ ایک کے حق میں تہائی کی وصیت ہو اور دوسرے کے حق میں تہائی سے زائد مقدار کی، تب بھی ایک تہائی دونوں کے درمیان مساوی تقسیم کیا جائے گا۔ [۹۶الف]

یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ صاحبین کے نزدیک وصیت ایک تہائی سے زائد ہونے کی صورت میں ہر ایک کے حصہ کے بقدر تناسب ایک تہائی مال تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ اگر ایک شخص کے حق میں ایک تہائی اور دوسرے کے حق میں دو تہائی کی وصیت کی ہے تو ایک تہائی مال کے تین حصے کر کے ایک حصہ ایک تہائی والے کو اور دو حصے دوتہائی والے کو دیئے جائیں گے۔

---

(۹۶) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۶۔

(۹۶الف) دفعہ ۵۳۸، الاحکام الشرعیہ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر ۱۸۹۵ء۔

راقم الحروف کے نزدیک صاحبین کا نقطہ نظر ممکنہ حد تک موصی کی منشاء کو پورا کرنے کی غرض سے قرین صواب معلوم ہوتا ہے

اگر کسی شخص نے باین الفاظ وصیت کی کہ میرے بیٹے یا بیٹی کا حصہ فلاں کو دے دیا جائے ، ایسی صورت میں اگر موصی کا بیٹا یا بیٹی موجود ہے تو (مذکورہ الفاظ سے) وصیت باطل ہوگی کیونکہ بیٹے ، بیٹی کا حصہ قرآن سے ان کے لیے مخصوص و متعین ہوچکا ہے ۔ ان کو اس سے محروم کر کے ان کا حصہ کسی شخص کو نہیں دیا جاسکتا ۔ لیکن اگر مذکورہ عبارت میں مثل کے لفظ کا اضافہ کر دیا اور اس طرح کہا کہ میرے بیٹے یا بیٹی کے حصے کی مثل دیا جائے ، تو اب وصیت صحیح ہوگی ، کیوں کہ مثل کے لفظ کے اضافہ سے بیٹے یا بیٹی کا اصل حصہ دینا مقصود نہ رہا ، بلکہ ان کے حصہ کی مقدار کے مطابق ترکے سے دیا جانا مقصود ہوگا ، اور اس صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ موصی کا اگر ایک ہی بیٹا ہوتو موصی‌له کو نصف دیا جائے گا اور اس نصف میں جتنی مقدار ایک تہائی سے زائد ہوگی اس میں وصیت کا نفاذ بیٹے کی اجازت پر موقوف ہوگا ، اگر اجازت دی تو پورا نصف موصی له کو دے دیا جائے گا اور اجازت نہ دی تو صرف ایک تہائی کی مقدار تک دیا جائے گا اور اگر موصی کے دو بیٹے ہوئے تو اب موصی له کو ایک تہائی ملے گا ، کیونکہ موصی نے موصی له کے لیے اپنے بیٹے کے مثل حصہ کی وصیت کی ہے ۔ چنانچہ مال کی تقسیم تین حصوں میں ہوگی ایک ایک حصہ ہر فرد کے حق میں متعین ہوگا اور اس صورت میں اجازت کی کوئی ضرورت نہ ہوگی اور اگر موصی نے بیٹے کی جگہ بیٹی کا لفظ استعمال کیا ہو تب بھی مفصلہ بالا صورت کے احکام کے مطابق حکم دیا جائے گا ۔ (۹۷)

خلاصہ یہ کہ موصی کی وصیت کے الفاظ میں کسی ایسی قسم کا ابہام ہو جس کا ازالہ کسی طرح ممکن ہو تو وصیت جائز ہوگی ۔

مالکی فقہ :

موصی بہ کے ابہام کی صورت میں ایک تہائی کی حد تک وصیتیں جاری

---

(۹۷) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۸

کی جائیں اور اگر ایک تہائی مال ان تمام وصیتوں کو کافی نہ ہو تو ان وصایا کے پورا کرنے میں حسب ذیل ترتیب اختیار کی جائے گی :۔

(۱) کفار کے ہاتھوں سے مسلم قیدی کا آزاد کرانا ، (۲) پھر زوجہ کے مہر کی ادائی جس کے ہمراہ مریض نے مرض موت میں مبتلا ہوتے ہوئے عقد کرلیا ہو ، اورصحبت بھی کر لی ہو پھر فوت ہوگیا ہو (۳) اس سال کی زکواۃ جو اس نے ادا نہ کی ہو ایک تہائی سے ادا کی جائے گی ، لیکن اگر موت کے وقت ایک سال پورا ہو رہا ہو اور موصی اس کی ادائی کے وصیت کرے تو یہ کل مال سے ادا کی جائےگی ۔ (۴) اس کے بعد صدقہ فطر کا درجہ ہے (۵) اس کے بعد کفارہ ، ظہار اور کفارہ قتل کا درجہ ہوگا ، پھر کفارہ قسم کا ، (۶) رمضان کے روزے کا ، پھر نذر کا اور اس کے بعد حج کا۔[۹۸]

اگر کسی شخص کے لیے اس طرح وصیت کی کہ موصی کے بیٹے کا حصہ فلاں کو دیا جائے یا کہا '' بیٹے کے حصہ کے مثل د یا جائے ، اگر موصی کا ایک ہی بیٹا تھا اور اس نے وصیت کو جائز رکھا تو کل مال موصی بہ میں وصیت کا نفاذ ہوگا ، اور اگر دو بیٹے تھے اور ان دونوں نے اجازت دے دی تو نصف مال میں وصیت کا نفاذ ہوگا ۔ لیکن اگر ایک یا دو بیٹوں نے اجازت نہ دی تو ہر دو صورتوں میں محض ایک تہائی میں وصیت جاری ہوسکے گی، اور اگر موصی کے تین بیٹے ہیں تو اس صورت میں ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی اور اجراء وصیت اجازت پر موقوف نہ ہوگا

اور اگر موصی نے اس طرح وصیت کی کہ فلاں کو بیٹے کے ساتھ وارث بنادینا یا کہا وارث بیٹے کے ہمراہ شامل کردینا ، تو اس صورت میں موصی لہ (موصی) کے بیٹوں کی تعداد میں ایک بیٹے کی مثل اضافہ متصور ہوگا ۔ ایک بیٹے کی حالت میں موصی لہ دوسرا بیٹا ، دو کی صورت میں تیسرا اور تین کی صورت میں چوتھا بیٹا قرار دیا جائے گا ، اور اگر موصی نے کہا کہ میرے بیٹے کے حصہ کا دوگنا دیا جائے ۔ اس صورت مسئلہ میں مالکی فقہاء کا

---

(۹۸) جواهر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۳-۳۲۲ ۔

اختلاف ہے ، قوی قول یہ ہے کہ بیٹے کے حصہ کا دوگنا دیا جائے گا ۔ (۹۹) بشرطیکہ وہ کل مال کی ایک تہائی سے زائد نہ ہو ۔

شافعی فقہ:

اگر کسی شخص نے چند امور خیر کی وصیت کی ہو ، اور اس کے مال کی ایک تہائی ان تمام امور کے لیے کافی نہ ہو ، تو اس وقت یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ امور ایسے تبرعات (نفلی) ہیں جن کو مرض کی حالت میں ہی نافذ (جاری) کر دیا گیا تھا ، اگر ایسے ہیں اور تمام مساوی ہیں تو مال کی ایک تہائی کو ان پرمساویانہ طریقے پر تقسیم کردیا جائے گا ، اور اگر ان میں بعض کو بعض پر افضیلت حاصل ہے تو اس افضیلت کا ایک تہائی مقدار میں بھی لحاظ رکھنا ہوگا ، لیکن اگر یہ امور مرض کی حالت میں پیدا شدہ نہ ہوں بلکہ وصیت کے درجہ میں ہوں ،اور ایک تہائی ترکے کی ان سب کو کفایت نہ کرتی ہو تو اس صورت میں تقدیم و تاخیر کا کوئی لحاظ نہ ہوگا ،کیونکہ یہ سب امور ایک ہی وقت میں لازم ہوئے ہیں جو موصی کی موت کے بعد کا وقت ہے ۔ لہذا اگر کل امور ہبہ بالوصیت کی صورت کے ہیں یا چھوٹ دینے کی شکل کے ہیں یا بعض اول قسم کے اور بعض دوسری قسم کے ہیں ، اگر ان کی مقداروں میں تفاوت ہے تو ایک تہائی کو اس تفاوت کے لحاظ سے ان پر تقسیم کردیا جائے گا اور اگر سب مساوی ہیں تو مساوی تقسیم ہوگی ۔

اگر کسی شخص نے ایک تہائی مال سے حج کیے جانے کی یا اس کے دین ادا کئے جانے کی وصیت کی ہو اور اس کے ساتھ دیگر خیری امور کی وصیت بھی کی ہو تو ایک قول یہ ہے کہ ان سب پر ایک تہائی کو مساوی طور پر تقسیم کر دیا جائے گا ۔ اور اگر اس تہائی سے جتنا حصہ حج یا دین کے مقابلے میں آتا ہے ، اس کی مقدار اس قابل نہ ہو کہ حج ادا کیا جاسکے یا دین ادا کیا جاسکے تو پھر اصل مال سے اس میں اضافہ کر دیا جائے گا ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حج اور دین کو مقدم کرکے اگر کچھ باقی رہے گا تو وہ دیگر امور پر صرف کیا جائے گا ۔ ۱۰۰

---

(۹۹) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۳ ۔
(۱۰۰) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۶۱ ۔

راقم الحروف کے نزدیک دین کی ادائی سب سے مقدم ہونی چاہیے جس کی صراحت خود قرآن پاک میں موجود ہے، ۱۰۰ الف۔ قطع نظر اس امر کے کہ اس کی ادائی کی وصیت کی گئی ہویا نہ کی گئی ہو۔ اس کے بعد حج کی وصیت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

اگر حصہ یا جزء یا قسط کے لفظ سے وصیت کی گئی ہو، تو اس حالت میں وارث کو اختیار ہوگا، جتنی تھوڑی یا زیادہ مقدار وہ مناسب خیال کرے اس میں وصیت جاری کردے، کیونکہ یہ الفاظ عرف عام میں تھوڑے اور زیادہ دونوں مقداروں پر بولے جاتے ہیں۔

اگر یہ کہا کہ میں اپنے ورثاء میں سے کسی ایک وارث کے حصہ کی مثل وصیت کرتا ہوں، تو ان ورثاء میں جس وارث کا حصہ سب سے کم ہوگا اس مقدار میں وصیت جاری ہوگی، کیونکہ وہ اس کے ورثا میں سے کوئی ایک ہی ہے، اور اگر اپنے بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت کی ہو تو یہ مال کے نصف حصہ کی وصیت متصور ہوگی، بشرطے کہ ایک ہی بیٹا ہو، اور اگر دو بیٹے ہیں اور وصیت میں کہا ہے کہ دونوں میں سے ایک کے حصہ کی مثل دیا جائے،تو موصی لہ کو ایک تہائی ترکہ دیا جائے گا، اور اگر وصیت میں اس طرح کہا کہ ''میری اولاد میں سے کسی ایک کے حصہ کا دوگنا وصیت میں دیا جائے تو موصی لہ کو کسی ایک بیٹے کے حصہ کے مقابل دوگنا دیا جائے گا۔(۱۰۱) ایک تہائی کی حد بہرحال ملحوظ رہے گی۔

حنبلی فقہ

اگر جزء یا قسط یا حصہ کے الفاظ سے وصیت کی ہو تو ایسی صورت میں وارث کو اختیار ہوگا کہ میت کے مال سے جو اندازہ مناسب خیال کرے موصی لہ کو دے دے۔البتہ اگر سہم کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس صورت میں چھٹا حصہ دینا ہوگا۔ (۱۰۲) ممالک عرب میں عموماً سہم کا لفظ $\frac{1}{6}$ پر مستعمل ہوتا ہے

(۱۰۰ الف) من بعد وصیۃ توصون بھا او دین (النساء ۴ : ۱۱)۔

(۱۰۱) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، صص ۹۰-۸۹۔

(۱۰۲) الاقناع ، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۳۰۔

لیکن ہند و پاکستان میں یہ لفظ عام ہے ، اس لئے راقم الحروف کے خیال میں اس لفظ سہم کا بھی وہی معنی ہوگا جو اول صورت کا ہوگا ، یعنی وارث کے اختیار پر موقوف ہوگا۔

اگر موصی نے اپنے کسی معین وارث کے مثل حصہ کی وصیت کی یا وارث کے حصہ کی وصیت کی اگر موصی کے دو بیٹے ہیں تو اس صورت میں موصی لہ کو ایک تہائی مال دیا جائے گا اور اگر تین ہیں تو چوتھائی مال دیا جائے گا علی ہذالقیاس ورثاء کے حصوں کی نسبت کا اعتبار ہوگا ، اور اگر کسی ایسے معین وارث کے حصہ کے مثل کی وصیت کی جس کا حصہ میراث شرعاً ساقط ہوگیا ہو ، تو ایسی صورت میں موصی لہ کو کچھ نہ ملے گا اور وصیت باطل ہوگی۔

شیعہ جعفریہ :

اگر موصی بہ مبہم ہو مثلاً ایک شخص اپنے مال کے ایک حصے کی وصیت کرے جس کی مقدار معین نہ کی ہو، اس صورت کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ترکے کے دسویں حصہ میں نافذ ہوگی اور دوسری یہ کہ ایک تہائی کے $\frac{1}{7}$ میں جاری کی جائے گی ، اگر حصہ کے لفظ سے کی ہو تو مال کا آٹھواں حصہ مقرر ہوگا اور اگر کسی شئے کی گئی ہو تو اس کا $\frac{1}{6}$ مقرر ہوگا ، اور اگر چند امور کے متعلق وصیت کی ہو اور وصی کسی امر کو بھول گیا ہو تو اب اس امر سے امر خیر مراد ہوگا ، ایک ضعیف قول یہ ہے کہ اس صورت میں مال ترکہ قرار پائے گا۔ [۱۰۳] یہ تمام اقوال دراصل عرف کے محتاج ہیں اور اسی کے مطابق عملدرآمد ہونا چاہیے۔

اگر کسی ایسے مجمل لفظ سے وصیت کی ہو جس کی تفسیر شارع کی طرف سے منقول نہیں ، تو ایسی وصیت میں وارث کی تفسیر کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ مثلاً کہا ہو: میرے مال کا ایک حصہ ، یا ایک قسط ، یا قلیل ، یا کثیر ، یا جلیل ، (بڑا) یا جزیل (لمبا)۔ ایک وصیت کے بعد اگر دوسری وصیت پہلی کے خلاف کی گئی تو دوسری وصیت قابل عمل ہوگی [۱۰۴]۔ یعنی موصی کا یہ فعل پہلی وصیت سے رجوع متصور ہو گا ، بشرطیکہ دوسری وصیت کے مندرجات ، آثار وقرائن سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی ہے۔ [۱۰۴الف]

(۱۰۳) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ مصر، بیروت، ص ۲۶۰۔

(۱۰۴) شرائع الاسلام، الحلی مطبوعہ بیروت، ص ۲۶۱۔

(۱۰۴الف) مزید ملاحظہ ہو تشریح دفعہ ۲۰۸۔

فقہ ظاہریہ :

جو شخص متعدد امور کی وصیت کرے اور اس کے مال کی ایک تہائی تمام وصایا کے پورا کرنے کے لئے کافی نہ ہو تو اس وصیت کو اولاً پورا کیا جائے گا جس سے موصی نے ابتدا کی ہو، حتی کہ ایک تہائی کی مقدار پوری ہوجائے، اس کے بعد باقی وصیتیں باطل ہوجائیں گی، اور اگر مجمل چھوڑ دیا ہو تو پھر وصیتوں کا باہم مقابلہ کیا جائے گا۔ اس مقابلے کے موقع پر وصیتوں میں ترجیح دینے میں علماء کا باہم اختلاف ہے۔ ظاہریہ کے نزدیک جو وصیت درجہ میں اعلی ہو ایک تہائی کی حد تک پوری کی جائے۔ ۱۰۵

مصر کا قانون :

دفعہ ۴۰ ۔ اگر موصی نے کسی معین وارث کے حصہ کی مانند مقدار کی وصیت کی ہو، تو جائز ہوگا کہ موصی لہ ورثا میں اس حصہ دار وارث کی مثل موصی بہ لیلے، جس کا تقسیمی حسابات میں اضافہ کیا جائے گا۔

دفعہ ۴۱ ۔ جس صورت میں کہ موصی کے ورثا میں سے غیر معین طور پر کسی وارث کے حصہ کی وصیت کی گئی ہو تو اس صورت میں کسی ایک وارث کے حصہ کا مستحق ہوگا، جس کو ورثاء کے معین حصص کی تقسیم کے بعد اصل مسئلہ پر اضافہ کیا جائے گا۔ لیکن یہ اس وقت ہوگا جب کہ موصی کے ورثاء مساوی الحصص ہوں، اور اگر ورثا کے فرائض (حصص) میں باہم تفاضل (کمی و بیشی) ہے تو جس وارث کا حصہ کم ہو گا اس کے مطابق موصی لہ موصی بہ کا مستحق ہوگا، اور یہ حصہ اصل مسئلہ پر اضافہ کیا جائے گا۔ ۱۰۶

عدالتی نقطہ نظر :

بمقدمہ زیب النساء بنام عطا شبیر جسٹس سجاد احمد اور شاکر اللہ جان نے قرار دیا کہ یہ مقدمہ ایک ایسی مرکب (Composite) وصیت کا ہے جس میں موصی نے اپنی تمام جائداد کے بارے میں ورثاء اور غیر ورثاء کے لئے وصیت کی ہے جب کہ دوسرے

---

(۱۰۵) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ٦، ص ۳۰٦ (مسئلہ نمبر ۱۷٦۳)

(۱۰٦) قانون الوصیۃ مصر۔

ورثاء نے اس کی منظوری نہیں دی ہے لہذا وصیت کلیۃً باطل قرار دی جائے گی۔
یہ اصول کہ جس موصی لہ کا نام پہلے دیا گیا ہو وہ ایک تہائی کی حد تک
اپنا منقسمہ حصہ لے لے گا اس صورت میں اطلاق پذیر ہوگا جہاں وصیت ایک
سے زائد اشخاص کے حق میں کی جائے اور موصی بہ ایک تہائی سے تجاوز کرجائے
اور موصی لہم کے حصے جدا جدا مذکور ہوں۔ موجودہ مقدمے میں وصیت بلا
صراحت حصص تمام جائداد پر حاوی ہے۔ کسی دستاویز کی تعبیر میں، بشمول
وصیت، دستاویز لکھنے والے کی نیت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس
وصیت نامہ میں موصی کی نیت ہرگز یہ نہیں ہوسکتی کہ کوئی ایک موصی لہ دوسروں
کو محروم کر کے کسی مخصوص حصہ کو حاصل کر لے۔ دوسرے الفاظ میں یہ ایک
ایسی صورت ہے جس میں موصی لہم کے حق میں مجموعی طور پر وصیت کی جارہی ہے۔
وصیت کی یہ کلیت (Integrity) توڑی نہیں جاسکتی، اس طرح کہ ایک تہائی
پہلے مذکور موصی لہم کو دے دی جائے۔ اگر وصیت ایک تہائی کی حد تک
جائز قرار دی جائے تو موصی لہم اس میں برابر کے شریک ہوں گے، لیکن
بدقسمتی سے وصیت پوری کی پوری باطل ہے کیوں کہ موصی نے اپنی قانونی
حدود سے تجاوز کیا ہے۔ اس لئے وصیت کو قانونی طور پر نافذ نہیں کیا
جاسکتا۔[۱۰۷] (اس مقدمہ میں موصی شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا)

تزاحم وصایا

۲۳۴ - (۱) وصیتوں میں تزاحم کے وقت، بصورت انکار ورثاء موصی لہم کے
درمیان موصی کے تجویز کردہ حصوں کے تناسب سے موصی بہ کی تقسیم عمل
میں لائی جائے گی۔

(۲) امور خیر سے متعلق وصیت میں درجہ کا لحاظ کیا جائے گا۔ اور
فرض کو واجب پر اور سنت کو نفل پر فوقیت دی جائے گی۔ ہم درجہ ہونے
کی صورت میں مساوی تقسیم عمل میں آئے گی۔

(۳) معین اشخاص اور امور خیر دونوں کے حق میں تزاحم کی صورت
میں واجب الادا زکواۃ کی ادائی کو معین اشخاص کے حق میں وصیت پر
ترجیح دی جائے گی۔

---

(۱۰۷) پی ایل ڈی ۱۹۶۶ء، پشاور، ص ۱۳۷۔

تشریح

وصیتوں کے تزاحم کے معنی یہ ہیں کہ موصی لہم متعدد ہوں اور ایک تہائی سب موصی لہم کے لئے کافی نہ ہو۔ اگر ورثاء نے اجازت نہ دی ہو، یا اجازت دی ہو اور ترکہ ان سب کے نافذ کرنے کی وسعت نہیں رکھتا اس وقت وصایا میں تزاحم متصور ہوگا کیوں کہ تمام وصیتوں کا نافذ کرنا ممکن نہ ہوگا لیکن اگر ایک تہائی تمام وصیتوں کے لئے کافی یا یہ کہ کل ترکہ ان سب کے لئے کافی ہے اور ورثاء نے اجازت دے دی ہے، یا کوئی وارث ہی موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں تمام وصایا نافذ کردی جائیں گی اور تزاحم کی صورت پیدا نہ ہوگی۔

وصیت اختیاری کی بالعموم تین حالتیں ہوتی ہیں :

۱ ۔ یہ کہ کل وصیتیں بندوں کے لئے ہوں، فی سبیل اللہ کی کوئی وصیت نہ ہو۔

۲ ۔ یہ کہ کل وصیتیں فی سبیل اللہ کے سلسلہ کی ہوں ۔

۳ ۔ یہ کہ بعض وصیتیں بندوں کے لئے ہوں اور بعض فی سبیل اللہ ۔

پہلی حالت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ ورثاء نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں اگر اجازت نہ دی ہو اور ایک تہائی تمام وصیتوں کے لئے کافی نہ ہو تو ایک تہائی کو موصی لہم کے درمیان موصی کے تجویز کردہ حصوں کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا۔ مثلاً ایک موصی لہ $\frac{1}{2}$ کا ہے اور دوسرا $\frac{1}{3}$ کا اور تیسرا $\frac{1}{4}$ کا تو کل ترکہ کا ایک تہائی کسر نکال کر بقدر تناسب ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

اگر ورثاء نے تمام وصیتوں کے اجراء کی اجازت دے دی مگر ترکہ ان کے نافذ کرنے کے لئے ناکافی ہے تو ایسی صورت میں بھی ترکہ موصی لہم کے حق میں موصی کے تجویز کردہ حصوں کے تناسب سے ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، یہ طریقہ تقسیم صاحبین کے نزدیک ہے، خواہ موصی بہ ترکہ کی ایک تہائی کے اندر ہو یا زائد ۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر ایک تہائی

میں تزاحم ہوتا ہے تو جتنی وصایا آپس میں متزاحم ہیں اور ایک تہائی سے زائد نہیں ہیں تو ان میں وہی طریقہ جاری ہو گا جو صاحبین نے اختیار کیا ہے اور اگر وصیت $\frac{1}{3}$ سے زائد ہے اس کے بارے میں یہ تصور کیا جائے گا کہ وہ محض ایک تہائی ہی کی تھی اور پھر مابقی وصیتوں کے مقابلوں میں اس کو مزاحم قرار دیا جائے گا۔ مثلاً کسی شخص نے ایک شخص کے لئے نصف کی اور ایک شخص کے لیے ایک تہائی کی وصیت کی مگر ورثاء نے اجازت نہ دی، تو ایک تہائی کو ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیوں کہ جو وصیت ایک تہائی سے زائد کی ہو وہ مزاحمت کے وقت $\frac{1}{3}$ کی قرار دے دی گئی، لہذا دونوں وصیتوں کو $\frac{1}{3}$ $\frac{1}{3}$ کی وصیت قرار دیا جائے گا اور اس طرح ہر ایک کو $\frac{1}{6}$ $\frac{1}{6}$ ملے گا۔

ان احکام کا اس وقت اطلاق ہو گا جب کہ تمام وصایا بندوں کے لئے ہوں۔ اگر وصایا حقوق اللہ سے متعلق ہوں تو اس صورت میں درجات کا لحاظ کیا جائے گا اور فرض کو واجب پر اور واجب کو سنت پر اور سنت کو نفل پر ترجیح دی جائیگی لیکن اگر تزاحم ایک ہی نوع کے درمیان پایا جائے تو بحصہ مساوی تقسیم عمل میں آئیگی۔

البتہ صاحب ہدایہ نے امام طحاوی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زکوۃ اور حج دونوں کی وصیت فرضیت میں یکساں ہے لیکن زکوۃ سے بندوں کا حق بھی متعلق ہے لہذا زکوۃ کا حج پر مقدم کرنا اولی ہوگا، صاحب ہدایہ نے مزید لکھا ہے کہ امام ابویوسف کا بھی ایک قول زکوۃ کی تقدیم کے بارے میں منقول ہے، لیکن حقیقت میں یہ قول امام محمد کا ہے، جیسا کہ شرح المختصر القدوری، الکرخی و صاحب کفایہ و صاحب تحفہ اورشیخ ابونصر نے شرح اقطع میں بیان کیا ہے۔ یہ تقدیم و فوقیت کی بحث دیگر فرائض و واجبات کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے۔ طحاوی میں معیّن اشخاص کے مقابلہ میں زکواۃ یا حج کی تقدیم کا ذکر نہیں ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک اگر وصیت معین شخص کے علاوہ موصی کے ذمہ واجب الاداء زکواۃ کی ادائی کی بھی ہو تو معین شخص کے مقابلے میں واجب

الاداء زکوۃ کی ادائیگی کو مقدم کیا جانا چاہئے کیونکہ زکوۃ بیک وقت حق اللہ کے،، ساتھ حق للسائل والمحروم ،، بھی ہے۔ البتہ دیگر امورخیر (خواہ وہ فرض ہی کے درجہ میں ہی کیوں نہ ہوں اور شخص معین کے درمیان تزاحم کی صورت میں حسب حصہ رسدی تقسیم عمل میں لائی جائے گی جبکہ دونوں کے حصوں کا تعین خود وصیت میں موجود ہو۔ حصص کے عدم تعین کی صورت میں دونوں جہتوں میں مال وصیت کو مساوی تقسیم کیا جائیگا۔

مصر کے مشہور عالم شیخ ابو زھرہ نے لکھا ہے کہ اگر بعض وصایا بندوں کے لئے ہوں اور بعض حقوق اللہ کے لئے تو تزاحم کی صورت میں حصوں کے معین ہونے کی حالت میں ان حصوں کے اندازے کے مطابق ایک تہائی میں وصایا نافذ ہو جائینگی، لیکن اگر حصوں کی کوئی حد معین نہیں کی گئی اور مال ایک تہائی سے زائد ہوا تو اس صورت میں موصی بہ برابر تقسیم کیا جائے گا۔ [۱۰۸]

اگر موصی نے وصیت کسی معین شخص کے لئے بھی کی اور حقوق اللہ میں سے کسی حق کے لئے بھی کی تو تزاحم کی صورت میں ائمہ احناف صاحبین کے نقطہ نظر کے بموجب عام قاعدے پر عمل کرتے ہیں، یعنی ایک تہائی سے زائد ہونے اور ورثاء کی عدم اجازت کی صورت میں معین اشخاص اور امور خیر کے درمیان حسب حصہ رسدی مجوزہ حصص کے تناسب سے کسری تقسیم کے ذریعہ وصیت کا اجراء کرتے ہیں، شخص معین اور امر خیر کے درمیان کوئی تفریق روا نہیں رکھتے۔ جبکہ فقہاء شافعیہ حقوق اللہ کی وصیت کو شخص معین کی وصیت پر فوقیت دیتے ہیں۔

شافعیہ مسلک :

شافعیہ کے نزدیک اگر موصی بہ ترکہ کی تعداد کے $\frac{1}{3}$ سے زائد ہو تو ایک موصی لہ کو دوسرے موصی لہ پر ترجیح نہیں دی جائے گی، بلکہ مال وصیت سب میں برابر تقسیم ہوگا۔ البتہ اگر واھب نے بحالت مرض موت ھبہ نافذ کر دیا تھا تو اس صورت میں اس ھبہ کو دیگر وصایا پر مقدم کرتے ہوئے اس پر احکام وصیت کا اطلاق کیا جائے گا۔ [۱۰۹]

---

(۱۰۸) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شرح قانون الوصیۃ، ابو زھرہ، مطبوعہ مصر ص ۲۳۰-۲۳۹

(۱۰۹) المھذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۶۱

مصری قانون :

مصری قانون الوصیت کے تحت وصیت واجبہ کو تمام دیگر وصایا پر فوقیت حاصل ہے۔ اس موضوع پر قانون الوصیت مجریہ ، ۱۹۳۶ء میں حسب ذیل دفعات ملتی ہیں۔

دفعہ (۸۰) جب وصیتیں ترکہ کی ایک تہائی سے زائد ہوں اور ورثاء نے ان کی اجازت دے دی ہو مگر ترکہ تمام وصیتوں کے لئے پورانہ ہو سکتا ہو یا ورثاء نے اجازت نہ دی ہو اور ایک تہائی ان وصیتوں کے لئے کافی نہ ہو تو ترکہ کی ⅓ مقدار وصیتوں کے حالات کے مطابق اندازہ کرکے تقسیم کی جائے گی، لیکن اس کے ساتھ یہ امر ملحوظ رکھنا ہو گا کہ اگر موصی لہ کے لئے کسی معین شئے کا کچھ حصہ معین ہے تو اس کو معین شئے سے وہ حصہ مل سکے۔

دفعہ ۸۱ - جب کہ وصیت خیری امور کی ہو اور مقدار وصیت اس کو پورا نہ کر سکتی ہو تو اگر یہ امور وصیت متحد ہیں تو استحقاق میں مساوی درجہ میں ادا کئے جائیں گے - مختلف درجوں کے ہونے کی صورت میں فرائض کو واجبات پر اور واجبات کو نوافل پر مقدم کیا جائے گا۔

دفعہ ۸۲ - جب کہ مرتّبہ وصیتیں آپس میں ایک دوسرے کے مزاحم ہوں اور بعض موصی لہم فوت ہو جائیں یا کوئی جہت منقطع ہو جائے تو اس وصیت کا حصہ موصی کے ورثاء کا حق ہوگا۔

شام کا قانون :

شام کے قانون میں اس مسئلہ پر مصر کی مندرجہ بالا پہلی دو دفعات کے مطابق قانون سازی کی گئی ہے جو حسب ذیل ہیں :-

دفعہ ۲۰۸ - جب کہ وصیت خیری امور کی ہو اور مقدار وصیت اس کو نہ پورا کر سکتی ہو تو اگر امور وصیت متحد ہیں تو استحقاق میں مساوی درجہ میں ادا کئے جائیں گے اور اگر مختلف درجوں کے ہوں گے تو فرائض کو واجبات پر اور واجبات کو نوافل پر مقدم کیا جائے گا۔

دفعہ ۲۰۹ - جب کہ مرتّبہ وصیتیں آپس میں ایک دوسرے کے مزاحم ہوں

اور بعض موصی لہم فوت ہو جائیں یا کوئی جہت منقطع ہو جائے تو اس وصیت کا حصہ موصی کے ورثاء کا حق ہوگا۔

تونس کا قانون :

تونس کے قانون میں اس مسئلے سے متعلق "کتاب الوصیہ" میں کوئی تذکرہ نہیں پایا جاتا۔

پاکستانی عدالتی فیصلے :

بمقدمہ احسان الہی بنام حکم جان سپریم کورٹ پاکستان نے قرار دیا کہ وصیت نامہ کی تعبیر کے لئے لازمی ہے کہ پوری وصیت کی اس طرح تعبیر کی جائے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے سے مطابقت رکھ سکے، جہاں تک کہ اس کے الفاظ اجازت دیں۔ ۱۱۰

---

(۱۱۰) پی ایل ڈی، ۱۹۶۷ء، سپریم کورٹ، ۲۰۰۔

تیسواں باب

احکامِ وصی

وصی کا تقرر

۲۳۵ - موصی کو وصی کے تقرر کا حق حاصل ہوگا۔

تشریح

وصی عموماً اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو موصی اپنے فوت ہونے کے بعد وصیت کے تحت اپنے ترکہ میں تصرفات کا حق عطا کر دے۔ اگر موصی نے کوئی وصی (Executor) مقرر نہ کیا ہو تو عدالت کو اس امر کا اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی جانب سے ترکہ کے انتظام و انصرام کے لئے کسی موزوں شخص کو وصی مقرر کر دے۔[1] اصطلاحاً موصی کا مقرر کردہ شخص "وصی اصلی"، یا "وصی موصی" اور عدالت کا مقرر کردہ وصی "وصی قاضی" کہلاتا ہے۔[2]

وصی کا تقرر یا تو مطلق ہوگا یا مقید۔ اگر وصی کو عام طور پر یعنی بصورت اطلاق وصی مقرر کیا گیا ہو مثلاً کہا گیا ہو کہ میں نے فلاں شخص کو، یا تم کو اپنے ہر قسم کے ترکہ میں ہر قسم کے تصرف کرنے کا وصی بنایا ہے یا بنا دیا یا تم کو وصی قائم کیا یا تم میرے وصی ہو، ایسی صورت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ وصی ہر قسم کے تصرف کا مالک ہوگا۔ اور اگر وصی کے تصرفات کو مقید کر دیا گیا، مثلاً ترکے کے مخصوص مال میں تصرف کا حق دیا گیا یا ترکے کے مال کو صرف اجارے پر دینے یا زراعت پر دینے یا تجارت میں لگانے کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہو تو اس حالت میں یہ غور کرنا ہوگا کہ وصی کا تقرر کرنے والا کون ہے، حاکم عدالت ہے یا خود موصی۔

---

(۱) البحر الرائق، ابن نجیم ج ۸، ص ۵۸ - ۴۵۷ (ماخوذ)۔

(۲) البحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ج ۸، ص ۴۵۸۔

اگر عدالت نے یہ تقرر کیا ہے تو ایسی صورت میں بھی مخصوص امور یا اموال میں اس کو تصرف کا حق دیا گیا ہے، علماء احناف کا اس پر اجماع ہے کہ وصی ان مخصوص امور یا اموال ہی میں تصرف کا حق رکھے گا وصی کو اس سے تجاوز کرنے کا حق نہ ہو گا، لیکن اگر موصی نے مذکورہ طریقے پر وصی مقرر کیا ہے تو یہ وصی امام ابو حنیفہ کے نزدیک عام تصرفات کا مالک ہو گا اور مذکورہ امور میں سے کسی امر کے ساتھ مقیّد نہ ہو گا۔ لیکن امام محمد کے نزدیک اس کا حکم بھی وہی ہو گا جو حاکم وقت کے وصی کا ہے یعنی اس کے تصرفات بھی مخصوص اور مقید ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ کے قول کی بنیاد پر فقہاء نے تفریق کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ حاکم کا وصی مقرر کرنا ایسے شخص کا وصی مقرر کرنا ہے جس کی ولایت قضا خود مقید ہو سکتی ہے (یا ہوتی ہے) لہذا اس کے مقرر کئے ہوئے شخص کا تصرف بھی اسی قدر درجہ کا ہو گا۔ بخلاف وصی موصی کے، کیونکہ وہ موصی کا قائم مقام ہوتا ہے۔ لہذا جس طرح موصی اپنی حیات میں آزاد تھا اسی طرح اس کا وصی بھی ہر تصرف میں آزاد ہو گا۔ بالفاظ دیگر حاکم کا مقرر کردہ وصی وکیل کی مثل ہوتا ہے جب کہ موصی کا مقرر کردہ وصی (*Executor*) اصیل کے درجہ میں ہوتا ہے۔ کتب فقہ میں امام ابوحنیفہ کے قول کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے[۳] راقم الحروف کے نزدیک صاحبین کا قول مرجّح ہونا چاہیے کیونکہ موصی کے عطا کردہ اختیارات (مفوضہ) کے بموجب ہی وصی کو وصیت میں تصرف کا حق حاصل ہو رہا ہے۔

وصی کے تقرر میں بعض قیود معتبر قرار دی گئی ہیں مثلاً ایک شخص یہ وصیت کرے کہ فلاں شخص کے واپس آنے تک فلاں شخص میرا وصی رہے گا، تو ظاہر الروایت (۳ الف) کے مطابق اس شخص کے آنے پر موصی کا وصی معزول ہو جائے

(۳) البحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ج ۸، صص ۶۳-۳۵۷ (ماخوذ)۔
فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۳۶۔
جامع الفصولین، قاضی سماوہ، مطبوعہ مصر ۱۳۰۰ھ، ج ۲، ص ۲۔

(الف) اصول افتاء کے تحت امام محمد الشیبانی کی چھ کتب (الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر، المبسوط، الزیادات) کو عرف فقہاء میں ظاہر الروایت کہا جاتا ہے۔ اختلاف اقوال کی صورت میں، حنفی فقہاء کے نزدیک، فتوی ظاہر الروایت پر دیا جائے گا الا یہ کہ مرجحین فقہاء نے کسی دوسرے قول کو اختیار کیا ہو جس کی بنیاد قوی استدلال پر مبنی ہو۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو الرسائل، ابن عابدین۔

گا اور آنے والا اس کی جگہ وصی قرار پائے گا کیوں کہ وصی بنانا یا تو وکیل بنانا ہے یا نائب مقرر کرنا اور یہ دونوں امر مطلق یا مقید ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک شخص اپنے نابالغ بچے کے حق میں یہ کہے کہ بالغ ہونے کے بعد میرا وصی ہو گا اور اس وقت تک فلاں شخص وصی رہے گا تو بچے کے بالغ ہونے کے بعد اول شخص معزول ہو جائے گا اور یہ شرط معتبر ہو گی۔[۴]

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بھی اگر مطلق الفاظ کے ساتھ وصی کا تقرر کیا گیا تو ایسی صورت میں وصی کو تمام تصرفات کا حق حاصل ہو گا۔ لیکن اگر وصایت کو مقید کر دیا ہے تو پھر اس کے ساتھ مقید ہو گا۔

مالکیہ بھی وصیت کو کسی شرط پر معلق کر دینے میں حنفیہ سے متفق ہیں چنانچہ المدونہ الکبری میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے اس طرح وصیت کی کہ فلاں شخص اس وقت تک میرا وصی ہو گا جب تک فلاں نہ آجائے لیکن جب وہ آجائے گا تو وصی ہو گا، یہ جائز ہے اور دوسرے شخص کے آنے پر یہ دوسرا شخص وصی ہوگا۔[۵]

شافعیہ :

شافعیہ کے نزدیک اگر کسی مخصوص امر میں وصی بنایا گیا ہو تو اس کا یہ منصب وصایت اسی امر کے ساتھ مخصوص ہوگا، دوسرے امور میں اس کو تصرف کا حق حاصل نہ ہوگا۔ یا اگر اس کے منصب وصایت کی مدت متعین کر دی ہو تو اس مدت کے ختم ہونے پر وصی نہ رہے گا، کیونکہ اس کا تصرف موصی کی اجازت پر مبنی تھا، لہذا اجازت کی انتہا پر اس کا تصرف بھی ختم ہو جائے گا۔ کسی شرط کے ساتھ مقید کر دینا شافعیہ کے نزدیک بھی صحیح ہے۔[۶]

---

(۴) البحر الرائق، ج ۸، ص ۴۵۷۔
(۵) المدونة الكبرىٰ، امام سحنون، ج ۱۵، ص ۱۵۔
جواهر الا كليل، صالح عبد السميع الآبی مطبوعه مصر، ج ۲، ص ۳۲۵۔
(۶) المهذب، الفيروزآبادی الشيرازی، مطبوعه مصر، ج ۱، ص ۴۶۱۔

حنبلیہ :

حنبلیہ کے نزدیک بھی منصب وصایت کو کسی آئندہ زمانے کے ساتھ یا کسی مخصوص مدت کے ساتھ یا اس منصب کو کسی دیگر شرط کے ساتھ معلّق کر دینا جائز ہے ۔ [۸]

شیعی فقہ :

شرائع الاسلام کی عبارتوں سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اگر موصی نے وصی مقرر نہ کیا ہو تو خود حاکم اس کے ترکہ کا نگران قرار پائے گا ۔ [۸ الف]

نگران کا تقرر

۲۳۶ ۔ مرد یا عورت دونوں کو وصی مقرر کیا جا سکتا ہے خواہ میت سے رشتہ رکھتے ہوں یا نہ ، اور یہ صحیح ہوگا کہ کسی وصی کے موجود ہوتے ہوئے ولاد پر ماں یا دادی ، نانی کو نگران مقرر کر دیا جائے ۔

تشریح

انسان کو اپنی حیات میں اپنے مال میں جس طرح تصرف کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اسی طرح یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ یہ حق اپنی وفات کے بعد کسی دوسرے کو منتقل کردے، خواہ یہ دوسرا شخص اجنبی ہو یا موصی سے کسی قسم کا رشتہ رکھتا ہو ، مرد ہو یا عورت ، بشر طے کہ وہ ان صفات سے متصف ہو جو شرعاً وصی میں موجود ہونی چاہئیں ۔ چنانچہ ایک شخص اپنی اولاد کے حق میں اپنی زوجہ کو وصی بنا سکتا ہے، اسی طرح ماں دادی نانی کسی کو بھی وصی مقرر کر سکتا ہے۔ وصی مقرر کرنے میں وارث ہونے یا نہ ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص کا بیٹا اور حقیقی بھائی یا علاّتی بھائی موجود ہو اور یہ شخص بیٹے کو چھوڑ کر بھائی کو وصی مقرر کردے تو یہ تقرر صحیح ہوگا۔ اسی طرح مذکورہ صورت میں اگر بیٹے کی جگہ بیٹی ہو تب بھی بھائی کو وصی مقرر کرنا صحیح ہوگا ۔ یا اگر ایک شخص کی

---

(۸) الاقناع، شرف‌الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، صص ۷۷-۷۹ -
المحرر، مجدالدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۶ -
(۸الف) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۵ -

اولاد میں کچھ بالغ اور کچھ نابالغ ہوں اور بالغ افراد میں سے کسی ایک کو وصی مقرر کردے تو یہ تقرر صحیح ہوگا۔ اگر موصی کی جانب سے وصی کے تصرفات پر کوئی نگران مقرر نہ کیا گیا ہو تو وصی کو آزادانہ تصرف کا حق حاصل ہوگا۔ البتہ اس سے حاکم وقت مستثنی ہوگا۔ کیونکہ اس کو بہرحال نگرانی کا حق حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر موصی نے وصی پر کسی کو نگران مقرر کر دیا ہے تو ایسی حالت میں اس نگراں کو وصی کے تصرفات پر نگرانی کا حق حاصل ہوگا۔[8]

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بھی عورت وصی مقرر کی جاسکتی ہے۔ مرد و عورت اور وارث و غیر وارث میں کوئی تفریق نہ ہوگی۔[9]

شافعیہ :

شافعیہ بھی اس مسئلے میں احناف و مالکیہ سے متفق ہیں۔[10]

حنبلیہ :

حنبلیہ بھی اس مسئلے میں دیگر مذکورہ ائمہ سے متفق ہیں ۔[11]

شیعہ جعفریہ :

شیعہ جعفریہ بھی اس مسئلہ میں ائمہ اہل سنت سے متفق ہیں۔[12]

وصی کا حق فائق

۲۳۷ - (۱) صغیر سن بچوں کے باپ کے وصی کو دادا پر اولیت حاصل ہوگی۔ اگر موصی نے اپنے بچے کے لئے اس کی ماں یا کسی دوسری عورت کو

---

(۸) احکام الشرعیہ، زید الابیانی، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ء، ج ۲، ص ۳۱ -

(۹) جواهر الاکلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶ -

(۱۰) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۶۷ -
الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۱۲۰ -

(۱۱) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۵ -

(۱۲) المغنی، ابن قدامہ المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۵۶۹ -

وصی مقرر کیا ہو تو دادا کو ان بچوں کے مال میں ولایت کا حق حاصل نہ ہوگا :

البتہ اگر بچوں کے باپ کا بغیر وصی مقرر کئے انتقال ہوگیا اور دادا تصرف پر قادر اور امین موجود ہو تو اس کو تصرفات مالی کا حق حاصل ہوگا۔

تشریح

اگر موصی نے کسی شخص کو مطلق وصی مقرر کیا ہو تو یہ وصی دوسرے ہر صاحب حق کے مقابلے میں ہر قسم کے تصرف کا مالک ہوگا اور کسی دوسرے وارث یا غیر وارث کو اس کے تصرف میں مزاحمت کا حق حاصل نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر اس وصی کے ساتھ بچوں کا دادا بھی بقید حیات ہو تو وصی کے تصرفات میں دادا کو بھی مداخلت کا حق حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ بچوں کے باپ کے وصی کے مقابلے میں دادا کو مال میں ولایت حاصل نہیں ہوتی، البتہ اگر بچوں کے باپ نے کسی کو وصی مقرر نہ کیا ہو تو دادا کو بچوں پر ولایت حاصل ہوگی اور ترکے، میں بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے سلسلہ میں تصرف کا حق حاصل ہوگا، بشرطیکہ دادا میں وہ تمام شرائط موجود ہوں جو وصی کے لئے شرعاً مقرر کی گئی ہیں۔ اب دادا کے مقابلے میں کسی دوسرے ولی کو مزاحمت کا حق نہ ہوگا، ماسوائے حاکم وقت کے، کیونکہ اس کی ولایت عام ہے۔

احناف کے نزدیک نابالغ بچوں کی مالی ولایت میں باپ کا پہلا درجہ ہے اس کے بعد اس کے وصی کا پھر اس وصی کے وصی کا، جہاں تک نیچے سلسلہ قائم رہے۔ اس سلسلے کے منقطع ہونے کے بعد دادا کا پھر اس کے وصی کا، پھر اس وصی کے وصی کا، جتنے نیچے تک سلسلہ چلے، اس کے بعد حاکم وقت اور اس کے مقرر کردہ وصی کا۔[۱۳]

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بھی باپ اور باپ کا وصی دیگر اولیاء و اوصیاء پر تصرف

---

(۱۳) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۶، ص ۲۵۲۔
ردالمحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ھ، ج ۵، ص ۵۰۳۔

میں مقدم ہوگا، المدونہ الکبری میں کہا گیا ہے کہ اگر یتامی کے حق میں باپ کا کوئی وصی موجود نہ ہو۔ دادا موجود ہو، لیکن اس کو وصی مقرر نہ کیا گیا ہو یعنی باپ نے اپنے بچوں کا وصی دادا کو نہ بنایا ہو اور باپ فوت ہو گیا ہو تو دادا بذات خود بچوں کی پرورش کے سلسلے کے تصرفات کرسکے گا، البتہ اسے یتامی کے حق میں وصی کے تقرر کا حاصل نہ ہوگا۔[۱۴]

شافعیہ :

امام شافعی کے نزدیک دادا کے موجود ہوتے ہوئے، باپ کا بچوں پر کسی اجنبی شخص کو وصی مقرر کرنا جائز نہ ہوگا بشرطیکہ دادا میں وہ تمام اوصاف موجود ہوں جو وصی کے لئے مقرر کیے گئے ہیں، بخلاف دوسرے فقہاء کے، وہ کسی اجنبی کو وصی مقرر کرنا جائز خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک باپ کا وصی دادا پر مقدم ہوگا۔[۱۵]

شیعہ جعفریہ :

امامیہ دادا کے مسئلہ میں امام شافعی سے متفق ہیں۔ البتہ ایک جدید قول ان حضرات کا یہ بھی ہے کہ جب دادا موجود ہو اور موصی نے کسی اجنبی کو وصی بنایا ہو تو یہ وصی صرف ایک تہائی کی حد تک تصرف کا مالک ہوگا، باقی تصرفات دادا کرے گا۔[۱۶]

وصی کا قبول یا رد کرنا

۲۳۸ - (۱) اگر وصی نے موصی کی زندگی میں اپنے منصب وصایت کو قبول کرلیا تو اس کو موصی کی موت کے بعد اس سے رجوع یا رد کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا، الا یہ کہ موصی نے وصی مقرر کرتے وقت یہ صراحت کر دی ہو کہ جس وقت وصی چاہے گا، اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے علیحدہ کرسکے گا۔

(۲) وصی کے لئے اپنے منصب وصایت کا رد کرنا موصی کی حیات میں اس کے علم میں لاتے ہوئے صحیح ہوگا۔ وصی کے علم میں لائے بغیر رد کرنا صحیح نہ ہوگا۔

---

(۱۴) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۵
المدونۃ الکبری، امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۱۷ -

(۱۵) مغنی المحتاج، مطبوعہ مصر، ۱۹۵۸ء، ج ۳، ص ۷۹ -
المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۴۵۶ -

(۱۶) شرائع الاسلام، ابو جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت، ج ۲، ص ۲۶۵ -

(۳) اگر وصی نے موصی کی حیات میں منصب وصایت کو بشرط علم موصی رد کر دیا تو موصی کی موت کے بعد اس کا وصایت قبول کرنا قابل اعتبار نہ ہوگا۔

(۴) اگر وصی موصی کی زندگی میں خاموشی اختیار کئے رہا حتی کہ موصی کی موت واقع ہوگئی تو اسے موت کے بعد قبول یا رد کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

تشریح

اسلامی قانون وصیت میں " وصی " بہت بڑی ذمہ داری کا حامل ہوتا ہے۔ وہ دراصل موصی کی جانب سے ان امور کا کفیل ہوتا ہے جن کی انجام دہی موصی اس کے ذمہ کر جاتا ہے۔ اس لئے شریعت نے وصی کے حق قبول و رد کے بارے میں خاصی احتیاط سے کام لیا ہے۔

حنفی مسلک :

جب کسی شخص کو وصی مقرر کیا گیا ہو اگر اس نے موصی کی حیات میں اس وصیت کو موصی کے علم میں لا کر قبول کر لیا اور موصی کی موت تک اپنے اس قبول پر قائم رہا تو اب اس کا وصی ہونا اس کے ذمہ لازم ہوجائے گا، اور موصی کی موت کے بعد اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے سبکدوش نہ کرسکے گا، الا یہ کہ یا تو موصی نے وصایت کے وقت بذات خود یہ شرط عائد کردی ہو کہ وصی اپنے آپ کو معزول اور وصیت کی ذمہ داری سے سبکدوش کرسکے گا، یا یہ کہ خود وصی نے قبول کے وقت اس شرط پر قبول کیا ہو، اور اگر وصی نے قبول کرنے کے بعد رد کیا تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں اول یہ کہ جس طرح موصی کے علم میں لا کر قبول کیا تھا اسی طرح علم میں لا کر رد کر دے تو یہ رد کرنا صحیح ہوگا اور وہ موصی کی موت کے بعد بحیثیت وصی کوئی تصرف نہ کرسکے گا۔ اور اگر موصی کے علم کے بغیر رد کیا، یہاں تک موصی کی موت واقع ہوگئی اور اس کو رد کا علم نہ ہوا تو ایسی صورت میں اس کا رد کرنا صحیح نہ ہوگا، اور اگر وصی نے موصی کی زندگی میں قبول کرنے یا رد کرنے سے سکوت اختیار کیا حتی کہ موصی کا انتقال ہوگیا تو موصی کی موت

کے بعد وصی کو قبول کرنے یا رد کرنے کا اختیار ہوگا۔ بصورت قبول اس پر منصب وصایت کی تمام ذمہ داریاں عائد ہوجائیں گی، ورنہ نہیں۔ لیکن رد کرنے کی صورت میں حکم حاکم کی ضرورت ہوگی، تاکہ میت کے ورثہ کو اس کے رد کرنے سے جو ضرر پہونچتا ہے اس کا ازالہ ہوجائے۔[17] مجمع الانہر میں لکھا ہے اگر وصی نے موصی کی حیات میں سکوت اختیار کیا حتی کہ موصی کی موت واقع ہوگئی تو ایسی صورت میں وصی کو قبول یا رد کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے[18] - اس کی وجہ یہ ہے کہ موصی کے لئے اپنی موت سے قبل یہ ممکن تھا کہ وہ اس ساکت وصی کے سکوت کی بناء پر اپنی وفات سے قبل وصی کو بلاکر استصواب کرلیتا اور قبول نہ کرنے پر کسی دوسرے کو وصی بنادیتا یا قبول کرلینے پر اپنا اطمینان کرلیتا۔ جب یہ صورت نہ واقع ہوئی، تو معلوم ہوا کہ موصی کو وصی کے قبول کرلینے کی زیادہ امید تھی۔

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک وصی موصی کی حیات میں قبول یا رد کرسکتا ہے۔ لیکن موصی کی موت اور قبول کرلینے کے بعد رد نہیں کرسکتا۔ اگر موصی کی موت کے بعد قبول وصیت سے انکار کیا، پھر قبول کرنے پر آمادہ ہوا تو یہ صحیح و قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر موصی کی زندگی میں خاموشی اختیار کی تو موصی کی موت کے بعد قبول کا اختیار نہ ہوگا۔[19]

شافعیہ :

شافعیہ کے نزدیک بھی وصی کے لئے وصایت کو قبول کرنا شرط ہے۔ لیکن قبول کرنے کے وقت کے بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ موصی

---

(۱۷) فتاوی عالمگیری، ج ۶ مطبوعہ دیوبند، ص ۲۴۷ -
مجمع الا نہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۶۱۹ -
(۱۸) مجمع الا نہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۶۱۹ -
البحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، جلد ۸، ص ۳۵۷ -
فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۶، ص ۲۴۷ -
(۱۹) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۷ -
المدونۃ الکبری، امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۱۸ -

کی حیات اور موت دونوں کی حالت میں قبول کرنا صحیح ہوگا، دوسرا یہ کہ وہ قبول معتبر ہوگا، جو موصی کی موت کے بعد کیا جائے، جس طرح کے موصی‌لہ کا قبول بھی وہی معتبر ہوتا ہے جو موصی کی موت کے بعد وقوع پذیر ہو۔[20]

حنبلیہ :

امام احمد کے قبول وصایت کے متعلق دو قول ہیں۔ اول یہ کہ وصایت کو موصی کی حیات اور موت دونوں حالتوں میں قبول کرسکتا ہے، اسی طرح رد بھی دونوں حالت میں کرسکتا ہے، مگر رد کی صورت میں حکم حاکم شرط ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر موصی کی زندگی میں اسکے علم میں لائے بغیر رد کرے تو یہ صحیح نہ ہوگا، موت کے بعد بطریق اولی صحیح نہ ہوگا۔[21]

شیعہ جعفریہ:

شیعہ حضرات کی فقہ میں قبول کے متعلق کوئی روایت نہ مل سکی، البتہ رد کے متعلق شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ اگر وصی نے موصی کی حیات میں اس کے علم میں لاکر وصایت کو رد کردیا تو یہ رد کرنا صحیح ہوگا۔ لیکن اگر موصی رد کرنے سے پہلے یا بعد میں فوت ہوگیا اور رد کرنا اس کے علم میں نہ آیا تو یہ رد صحیح نہ ہوگا اور وصایت اپنی جگہ قائم رہے گی۔[22]

۲۳۹ - (۱) وصی کے تقرر کے لئے کسی خاص لفظ یا عبارت کی ضرورت نہیں، البتہ لازم ہوگا کہ اس قول یا عبارت سے وصیت کا انتظام اور انصرام وصی کے سپرد کرنے کی نیت و منشا صاف طور پر پائی جاتی ہو۔

(۲) وصی کا دلالۃً قبول کر لینا صراحۃً قبول کرلینے کی مانند متصور ہوگا۔ چنانچہ وصی کا میت کے ترکے سے کسی چیز کو ورثا کے حق میں منفعت بخش سمجھتے ہوئے فروخت کر دینا یا ترکے سے خرید لینا، یا میت کے دین کو ادا کر دینا، یا دین کا وصول کر لینا منصب وصایت کا قبول سمجھا جائے گا۔

---

(۲۰) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۴۷۱۔

(۲۱) المحرر فی الفقہ، مجد الدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۹۲۔

(۲۲) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۴۔

تشریح

کسی کو وصی مقرر کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی خاص لفظ کے ذریعہ وصی بنایا جائے بلکہ ہر ایسے لفظ سے وصی مقرر کرنا صحیح ہوگا جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس کو موصی نے اپنی وفات کے بعد اپنے ترکے میں تصرف کا اور اپنی اولاد و اقارب کے حقوق ادا کرنے کے لئے وصی مقرر کیا ہے مثلاً یہ کہے کہ میری موت کے بعد تم میرے وکیل ہو۔ یا میں نے اپنی اولاد کی نگرانی اپنے فوت ہونے کے بعد آپ کے سپرد کردی، آپ میرے وصی ہوں گے، میرے مرنے کے بعد میری اولاد کی آپ حفاظت و نگرانی کریں اور ان کے لوازمات زندگی کا مہیا کرنا آپ کے سپرد ہوگا۔

جس طرح وصی بنانا کسی مخصوص لفظ کے ساتھ مطلوب نہیں ہے اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وصی صراحت کے ساتھ ہی قبول کرے بلکہ جس طرح صراحۃً قبول کیا جاتا ہے اسی طرح دلالۃً قبول کرنا بھی صحیح و جائز ہوگا۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو وصی مقرر کردے اور وصی سکوت اختیار کئے رہا مگر موصی کی موت کے بعد اس کے ترکے سے کسی چیز کو فروخت کیا، یا ورثاء کی ضروریات کے لئے کوئی چیز خریدی یا میت کے ترکے سے میت کا دین ادا کیا، یا میت کا کسی پر دین تھا اس کو وصول کیا یا مطالبہ کیا۔ یہ تمام تصرفات اس کے قبول کرنے کی دلیل ہوں گے اور یہ اسی طرح اثر انداز ہوں گے جس طرح وہ کہتا کہ میں نے قبول کیا۔ عقود میں معانی اور مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے الفاظ کا اعتبار نہیں ہوا کرتا۔۲۲ الف چنانچہ ان تصرفات کے بعد اس کا رد کرنا صحیح نہ ہوگا اور ان تصرفات کے لئے یہ بھی ضروری نہ ہوگا کہ اس کو اپنے وصی مقرر کئے جانے کا علم ہو اور یہ تصرفات کرے۔ اگر علم نہ ہوا لیکن موصی نے اس کی جانب وصایت سپرد کی ہو اور تصرفات مذکورہ میں سے کوئی تصرف کرے تب بھی وہ وصی اصلی ہوگا۔ ۲۳

(۲۲ الف) العبرۃ فی العقود للمقاصد و المعانی لا للالفاظ و المبانی (المجلہ الاحکام العدلیہ ج ۱)۔

(۲۳) مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۷۱۹۔
البحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ج ۸، ص ۳۵۷۔
فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۳۷۔

شرائط وصی ۲۴۰ - وصی کا مسلم، عاقل، بالغ اور امین ہونا شرط ہوگا، نیز یہ کہ معاملات سے بخوبی واقف ہو۔ اگر میت نے کسی ایسے شخص کو وصی مقرر کیا جو مذکورہ صفات سے متصف نہ ہو، تو حاکم عدالت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کو معزول کر کے کسی ایسے شخص کو وصی مقرر کر دے جو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہو۔

تشریح

وصایت کا اہل اس شخص کو قرار دیا جائے گا جس میں مندرجہ ذیل پانچ شرطیں موجود ہوں :-

(۱) مسلم ہو (۲) عاقل ہو (۳) بالغ ہو (۴) امین ہو (۵) تصرفات کا تجربہ رکھتا ہو۔

کسی دوسرے کو وصیت کے ذریعہ اپنے متروکہ میں تصرفات سپرد کردینے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ یہ وصی موصی اور اس کی اولاد کے حق میں ایسے تمام امور کا کفیل ہو جو ان کے حق میں نفع بخش ہوں اور ضرر رساں نہ ہوں اور ان کو پورے طور پر انجام دے سکے۔ لہذا جس شخص میں مذکورہ پانچ صفات نہ ہوں وہ مکمل طور پر وصیت کے فرائض انجام نہ دے سکے گا۔

کسی غیر مسلم کو وصی مقرر کرنا نص قرآنی کی واضح طور پر خلاف ورزی ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے: ''ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا''[۲۴] اللہ تعالی نے کافروں کو مومنوں پر تصرف کا حق نہیں دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی کافر کو وصی بنادینا تصرفات کا مالک اور متولی بنادینا ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی غیر عاقل شخص کو وصی مقرر کردینا ورثاء کے حق میں مضر ہوگا۔ جو وصیت کے مقصد کے خلاف ہے۔ اسی طرح نابالغ کے وصی ہونے کی صوت میں بھی ورثاء کے حقوق صحیح طور پر ادا نہ ہونے کا خطرہ موجود رہے گا، کیونکہ نابالغ نافع اور غیر نافع تصرف میں تجربہ نہ ہونے کی بناء پر ورثاء کے حق کی پوری حفاظت نہ کرسکے گا، اور جو شخص غیر امین خائن یا دیناوی

---

(۲۴) سورۂ نساء، آیت ۱۴۱۔

معاملات کا تجربہ نہ رکھتا ہو، ظاہر ہے کہ وہ کسی طرح بھی وصی مقرر کئے جانے کا اہل نہیں ہوسکتا ، جس کی علّت خود واضح ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ وصی کا مجموعی طور پر ان تمام اوصاف سے متصف ہونا لازمی ہے ۔ اگر ان میں سے کوئی وصف بھی معدوم ہو تو حاکم عدالت پر لازم ہوگا کہ اس کو اس منصب سے علیحدہ کرکے کسی ایسے شخص کو مقرر کر دے جو ورثاء کے حق میں مکمل طور پر بہتری کا ذریعہ ہوسکتا ہو، کیونکہ حاکم کو مصالح عامہ کا نگران مقرر کیا گیا ہے۔ البتہ اگر حاکم کے معزول کرنے سے قبل وہ موانع دور ہوگئے جن کی وجہ سے تبدیلی کی ضرورت درپیش تھی اور وصی مذکورہ صفات سے متصف ہوگیا تو اب حاکم کو کسی تبدیلی کا اقدام کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

اگر ایسے وصی نے حاکم کی تبدیلی سے قبل کوئی تصرف کیا تو حاکم ایسے تصرف کو باطل قرار نہ دے گا بلکہ وہ تصرف نافذ متصور ہوگا، الا یہ کہ وہ تصرف ورثاء کے حق میں انتہائی نقصان کا باعث اور سراسر مضر ہو۔ حاکم کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ اگر وہ یہ محسوس کرے کہ وصی مذکورہ اوصاف سے تو متصف ہے لیکن اپنے ضعف (جسمانی) کی بنا پر وصیت کے امور کو پورے طور پر انجام نہیں دے سکتا تو وہ اس وصی کے ساتھ معاون کے طور پر کسی ایک شخص کا اپنی جانب سے اضافہ کر سکتا ہے۔

اگر وصی ان تمام صفات شرعی کا جامع ہے تو محض ورثاء کی شکایت پر حاکم اس کو معزول نہ کر سکے گا جب تک کہ اس کی خیانت ظاہر و ثابت نہ ہوجائے ۔ حنفیہ کے نزدیک مذکورہ اوصاف کا وصی میں از اول تا آخر موجود رہنا ضروری ہے ۔ اگر درمیانی عرصہ میں کوئی صفت معدوم ہوکر پھر واپس آجائے تو وصی بدستور وصی رہ سکتا ہے۔ [۲۵] حنفیہ کے نزدیک نابینا اور عورت کو بھی وصی مقرر کیا جاسکتا ہے راقم الحروف کے نزدیک نابینا شخص کو وصی مقرر کرنے کے بارے میں احناف کا نقطہ نظر قرین صواب نہیں کیونکہ اس نقص جسمانی

---

(۲۵) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیو بند، ج ۴، ص ۲۴۷ اور ۲۴۸ (ماخوذ) .
مجمع الا نہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۷۱۹، ۷۲۰ (ماخوذ) .

کے سبب وصی مکمل طور پر تمام تصرفات سے بوجہ احسن عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ عورت کے وصی مقرر کئے جانے میں بظاہر کوئی شرعی قباحت نہیں ہے لیکن کسی عورت کا دنیادی معاملات میں تجربہ کار نہ ہونا عام طور پر اس کے فرائض کی ادائی میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

مالکیہ :

مالکیہ مذکورہ تمام امور میں احناف سے متفق ہیں۔[۲۶]

شافعیہ :

شافعیہ نے مذکورہ صفات میں احناف سے اتفاق کیا ہے۔ عورت کے تقرر میں بھی شافعیہ نے احناف سے اتفاق کیا ہے۔ البتہ نابینا کے متعلق دو قول منقول ہیں۔ ایک قول میں وصی مقرر کرنا جائز ہے اور دوسرے قول میں جائز نہیں ہے، اس لئے کہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کو نابینا شخص کے لئے انجام دینا مشکل بلکہ متعذر ہوتا ہے۔[۲۷] راقم الحروف کے نزدیک نابینا کے سلسلہ میں شافعیہ کا دوسرا قول قرین صواب ہے۔

حنبلیہ :

فقہاء حنبلیہ نے مذکورہ صفات کو شرط قرار دیتے ہوئے ایسے شخص کے تقرر کو بھی جائز کہا ہے جو مستور الحال ہو (یعنی اس کے حالات پوشیدہ رہے ہوں)۔ ان کے نزدیک وصی اصلی کی موجودگی میں حاکم کی نگرانی بے معنی ہوگی جب کہ وصی وصیت کے امور کو پورے طور پر انجام دے رہا ہو۔[۲۸]

شیعہ جعفریہ :

امامیہ کے نزدیک وصی کا مسلم، عاقل و بالغ ہونا شرط ہے البتہ ان کے

---

(۲۶) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶۔

(۲۷) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۲۰۔
المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۷۰۔
مغنی المحتاج، شرح المنہاج، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۴۔

(۲۸) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، صص ۷۹-۷۷۔
بعضہ، از مختصر الخرقی، ص ۱۱۵۔
المحرر فی الفقہ، ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۹۲۔

نزدیک عادل ہونے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ شرط ہے اور دوسرا یہ کہ شرط نہیں۔ ان حضرات کے نزدیک نابالغ بچے کو اس حالت میں وصی بنانا صحیح ہوگا جب کہ اس کی معاونت میں کسی اہل شخص بالغ کو بھی مقرر کیا گیا ہو، ورنہ نابالغ کو وصی مقرر کرنا صحیح نہ ہوگا۔

اگر دو افراد کو وصی بنایا گیا ہو، اور ان میں ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہو تو ایسی صورت میں بالغ وصی منفرداً اس وقت تک تصرف کرتا رہے گا جب تک کہ دوسرا بالغ ہو، دوسرے کے بالغ ہوجانے پر اسے تنہا تصرف کرنے کا حق نہ ہوگا۔ لیکن اگر یہ نابالغ فوت ہوگیا یا فساد عقل (یا دیوانگی) کی حالت میں بالغ ہوا تو وہ بدستور انفرادی طور پر تصرف کرتا رہے گا۔ حاکم کو ایسی صورت میں کسی مداخلت کا حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ موصی کا مقرر کردہ وصی موجود ہوگا اور جب نابالغ وصی بلوغ کو پہونچ جائے گا تو اس کو بالغ وصی کے سابقہ تصرفات کے باطل کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔

عورت کا وصی مقرر کرنا شیعہ حضرات کے نزدیک بھی جائز ہے جب کہ وہ مذکورہ صفات سے متصف ہو۔[۲۹]

وصی کی معزولی

۲۴۱۔ موصی کو اختیار ہوگا کہ اپنے مقرر کردہ وصی کو کسی بھی وقت منصب وصایت سے معزول کر دے۔

تشریح

وصی کو تصرفات کی ولایت موصی کی جانب سے حاصل ہوتی ہے اس لئے موصی کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ جس وقت چاہے اپنے مقرر کردہ وصی کو وصایت سے معزول کردے، خواہ اس وصی نے قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو، وصی حاضر ہو یا غائب ہو۔ امام ابوحنیفہ کے قول کے بموجب خواہ وصی کو معزول ہونے کا علم بھی نہ ہوا ہو۔ لیکن امام ابویوسف نے فرمایا کہ لاعلمی کی صورت میں معزول نہ ہوگا اور اس حالت میں اس کے تصرفات نافذ ہوں گے۔ چنانچہ اگر موصی نے وصی کو معزول کردیا اور موت

(۲۹) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۴۔

ہوگیا لیکن وصی کو اپنی معزولی کا علم نہ ہوسکا اس وجہ سے اس نے بحیثیت وصی تصرفات کئے تو امام ابویوسف کے نزدیک یہ تصرفات نافذ ہوں گے اور امام اعظم کے نزدیک نافذ نہ ہوں گے (۳۰)۔

راقم الحروف کی رائے میں امام ابویوسف کا قول زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ امام صاحب کے قول پر عمل کرنے کی صورت میں اگر وصی کو اس کے علم کے بغیر ہی معزول قرار دے دیا گیا اور تصرفات کو باطل قرار دیا گیا تو اس سے وصی کی ذات کو اور ان تمام لوگوں کو جن کے ساتھ وصی نے معاملہ کیا ہوگا ضرر پہونچے گا کیونکہ وصی اپنے آپ کو وصی تصور کرتے ہوئے تصرف کرے گا اور جن کے ساتھ وہ معاملہ کرےگا وہ بھی اس کے ساتھ اس کو وصی تصور کر کے معاملہ کریں گے اس طرح یہ ضرر وصی کی ذات سے متجاوز ہوکر دوسرے لوگوں تک متعدی ہوجائے گا، جب کہ امام ابویوسف کے قول کی بناء پر ایسا کوئی ضرر لاحق نہ ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ کی رائے :

مالکی و شافعی فقہ کے مسائل جزئیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی کو اپنی حیات میں وصی کے معزول کرنے کا ہر وقت اختیار حاصل ہے۔ احناف کی طرح فقہ مالکی و شافعی کی زیر مطالعہ کتب میں کوئی صریح عبارت نہ مل سکی، البتہ فقہ حنبلی کی کتاب ''الاقناع''، میں اس کی صراحت پائی جاتی ہے۔[۳۱]

۲۳۲ (۱) موصی کا مقرر کردہ وصی جب عادل ہو اور نفاذ وصیت پر قادر ہو تو عدالت کو اس کے معزول کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا، البتہ وصی کے بعض امور کی انجام دہی سے جزوی عجز کی بناء پر عدالت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کے ہمراہ ایک اور شخص کا اضافہ کر دے۔ عدالت کا اختیار معزولی

(۲) اگر عدالت کو یہ یقین ہو جائے کہ وصی وصیت کے اجراء سے حقیقتاً مکمل طور پر عاجز ہے تو وہ اس کی جگہ دوسرا شخص مقرر کر سکتا ہے، لیکن اگر کسی آئندہ وقت میں معزول شدہ وصی اجراء وصیت پر قادر ہوگیا تو عدالت کے لئے اس کو بحال کرنا ضروری ہوگا۔

---

(۳۰) الدرالمختار بر حاشیہ رد المحتار، حصکفی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ھ، ج ۵، ص ۴۹۵۔

(۳۱) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۹۔

(۳) ۔ وصی خیانت کی وجہ سے معزول کیا جا سکے گا۔

تشریح

احناف :

وصی باعتبار وصف تین اقسام پر منقسم کئے جاسکتے ہیں۔ اول "عادل" جو منصب وصایت کے تمام امور انجام دینے پر قدرت رکھتا ہو۔ دوم "عادل ناکافی"، جو پورے طور پرمنصب وصایت کے امور انجام نہ دے سکتاہو اور سوم "فاسق"، جس سے مالی سلسلے کے تصرفات میں خطرہ لاحق ہو۔ اگر اول درجہ کا وصی ہے تو حاکم وقت اس کو بغیر کسی وجہ شرعی کے معزول نہ کر سکے گا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حاکم وقت نے معزول کیا تو کیا معزول ہوجائے گا؟ اس سلسلے میں علماء احناف کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک معزول ہوجائے گا اگرچہ حاکم کا یہ فعل ظلم کہلائے گا۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ معزول نہ ہوگا کیونکہ جب وہ ان تمام صفات کا جامع ہے جو اسکے منصب وصایت کی غرض کو پورے کرتےہوں اور اہل حقوق کے حقوق پورے ہوسکتے ہوں یعنی موصی لہم اور ورثاء دونوں کے حق کی نگرانی واصلاح متصور ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ معزول ہو۔ مذکورہ دو قول میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں اختلاف ہے۔ قاضی کو چونکہ ولایت عامہ حاصل ہے اس لئے راقم الحروف کے نزدیک اس کے وصی کو بغرض اصلاح معزول کرنے سے وصی معزول ہو جائے گا۔

لیکن اگر وصی دوسری قسم کا ہے کہ عادل ہونے کے باوجود وہ وصیت کے تمام امور کو اس طرح انجام نہیں دے سکتا جس سے وصیت کی غرض پوری ہو سکے تو ایسی صورت میں حاکم وقت اس کو معزول نہ کرے گا بلکہ ان امور کی تکمیل کے لئے اپنی جانب سے ایک اور شخص امین کا اضافہ کر دے گا جو اس کمی کو پورا کر دے۔ اس طرح دونوں حقوق کی رعایت ہوجائے گی۔ لیکن اگر وصی عادل ہو مگر وصایت کے امور انجام دینے سے بالکل ہی قاصر ہو، تو ایسی حالت میں حاکم کو اس کی تبدیلی کا حق حاصل ہوگا۔ کیونکہ مصلحت اسی عمل

میں ہوگی۔ لیکن اگر کسی آئندہ زمانے میں اس وصی میں ضروری صلاحیت پیدا ہوجائے تو بدستور سابق اس کو وصی مقرر کیا جائے گا۔

اور اگر وصی تیسری قسم کا ہے یعنی فاسق ہے جس سے میت کے مال کے حق میں خطرہ لاحق ہے تو ایسی صورت میں حاکم کے لئے ضروری ہوگا کہ اس کو معزول کرکے کسی عادل امین شخص کو اس کی جگہ مقرر کردے، کیونکہ میت خود اس کو معزول کر کے دوسرے کو اس کا قائمقام مقرر کرنے سے عاجز ہے لہذا حاکم کو اس تبدیلی کا حق حاصل ہوگا۔

جب تک وصی اپنے عدالت اور وصایت کے امور کی انجم دہی پر قادر رہے گا اس وقت تک اس کی معزولی کا حق حاکم کو حاصل نہ ہوگا، البتہ اگر وصی سے خیانت ظاہر ہو اور حاکم کو باضابطہ اس خیانت کا ثبوت بہم پہونچ جائے تو اس وقت اس کو معزول کر کے دوسرے امین عادل شخص کو اس کی جگہ مقرر کرنا اس کا فرض ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں موصی کا وصی مقرر کرنے سے جو مقصد تھا وہ فوت ہوگیا (یا کم ازکم معرض خطر میں پڑگیا) اگر خود موصی بقد حیات ہوتا تو وہ بذات خود معزول کر کے دوسرے شخص کا تقرر کر دیتا۔ لہذا اب اس کی وفات کے بعد یہ حق حاکم کی جانب منتقل ہوجائے گا۔ ۳۲

ائمۂ ثلاثہ:

امام مالک وامام شافعی وامام احمد ابن حنبل کے نزدیک بھی اس مسئلہ میں وہی حکم ہے جو احناف کا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ ان ائمہ کی کتب فقہ کی عبارتوں سے ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وصی میں مذکورہ صفات معدوم ہونے یا خیانت ثابت ہونے کی حالت میں وصی خود بخود معزول ہوجائے گا۔ اور

۳۲) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیو بند، ج ۴، ص ۲۴۸۔

مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۷۱۹۔

ہدایہ، مطبوعہ قرآن محل کراچی، ج ۴، ص ۶۹۶۔

الدر المختار بر حاشیہ رد المحتار، حصکفی، مطبوعہ مصر، ج ۵، ص ۶۹۶۔

حاکم اس کے جگہ دوسرے کو وصی مقرر کرے گا۔[۳۳] لیکن راقم الحروف کے نزدیک احناف کا نقطہ نظر انسب ہے۔ وصی حاکم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا یعنی جب تک وہ معزول نہ کیا جائے اس وقت تک وصی رہے گا۔ اور جن لوگوں نے بہ نیک نیتی معاملات کئے ہوں گے وہ خطرے سے محفوظ رہیں گے۔

شیعہ جعفریہ :

شیعہ جعفریہ بھی ان مسائل میں ائمہ اہل سنت سے متفق ہیں۔[۳۴]

عدالت کا اختیار تقرر

۲۴۴ - جب کسی میت کا وصی مختار موجود نہ ہو اور میت پر یا میت کا لوگوں پر دین ہو یا اس کی کوئی وصیت موجود ہو، لیکن اس کے نافذ کرنے کے لئے کوئی وارث موجود نہ ہو جو اس کے دین کو ادا کرے یا وصول کرے، یا وصیت کو جاری کرے، یا وارث نابالغ ہو تو عدالت کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اپنی جانب سے کسی اہل شخص کو وصی مقرر کر دے۔

تشریح

اگر کسی شخص کا ایسی حالت میں انتقال ہوجائے کہ اس نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر نہ کیا ہو، تو اگر میت کا باپ یعنی میت کے بچوں کا دادا موجود ہو اور اس میں مذکورہ بالا صفات موجود ہوں تو دادا کو تصرفات اور یتامی کی ولایت حاصل ہوگی اور اگر دادا موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن مذکورہ صفات سے متصف نہ ہو تو اب میت کے مال میں تصرف اور اس کی اولاد کی نگرانی و پرورش کی ولایت قاضی (حاکم) وقت کی جانب منتقل ہو جائے گی، خواہ وہ بذات خود اس امر کو انجام دے یا کسی عادل امین کو اپنی جانب سے وصی مقرر کردے۔

---

(۳۳) جواہر الاکلیل صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶ (فقہ مالکی)۔
کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۱۲۰، (فقہ شافعی)۔
المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۷۰ (فقہ شافعی)۔
الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۹-۷۷ (فقہ حنبلی)۔
مختصر الخرقی، ص ۱۱۵ (فقہ حنبلی)۔
المحرر فی الفقہ، ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۹۲۔
(۳۴) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۳۔

چونکہ قاضی ضرورت کے پیش نظر وصی مقرر کرتا ہے اس لئے جب تک مصلحت و حاجت نہ ہو اس وقت تک حاکم کو وصی مقرر کرنے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ وہ صرف اسی وقت اپنے وصی کا تقرر کرسکے گا جب کہ اس کی حاجت پیش آئے اور اس کے تقرر میں مصلحت بھی ہو۔ لہٰذا ذیل کے مسائل میں قاضی کا اپنی جانب سے وصی مقرر کردینا صحیح ہوگا:-

۱ - جب کہ میت پر دین ہو اور کوئی ایسا وارث موجود نہ ہو جو میت کی جانب سے دائن کے مقابلے میں جواب دھی کرسکے، اس لئے اگر قاضی ایسے موقعہ پر وصی مقرر نہ کرے گا تو دائن (قرض خواہ) کو نقصان پہونچے گا۔

۲ - میت کا کسی پر دین ہو اور مقروض سے اس کا مطالبہ اس لئے نہ کیا جاسکتا ہو کہ میت کا کوئی وارث موجود نہیں۔

۳ - یہ کہ میت نے کسی معین شخص کے لئے کچھ مال کی وصیت کی ہو اور میت کا کوئی وارث اور وصی موجود نہ ہو، تاکہ موصی لہ اس کی موجودگی میں موصی بہ مال حاصل کرسکے تو قاضی کو وصی مقرر کرنا ہوگا تاکہ اس کی موجودگی میں موصی بہ پر قبضہ کرسکے۔

۴ - جب کہ میت کے کچھ ورثاء نابالغ ہوں تو ان کا وصی مقرر کیا جائے گا تاکہ وہ ان نابالغوں کی نگہداشت کرسکے اور اگر کل ورثاء نابالغ ہیں تو ظاہر ہے کہ وصی کا تقرر واجب ہوجائے گا۔

۵ - جب کہ نابالغ بچہ نے اپنی ماں کی وراثت میں مال حاصل کیا ہو، اگرچہ بچہ کا باپ زندہ ہو لیکن ولایت کا اہل نہ ہو مسرف ہو، بچے کے مال کو خرد برد کردینے والا ہو۔ ایسی صورت میں قاضی کسی اہل شخص کو وصی مقرر کرے گا، تاکہ بچے کے اموال ضائع ہونے سے محفوظ رہ سکیں۔

۶ - جب کہ نابالغ بچوں کا باپ مفقود الخبر ہو گیا ہو، جس کی زندگی اور موت کی کوئی اطلاع نہ مل سکے ان بچوں کے حقوق کی حفاظت

اور اموال کی نگرانی کی ضرورت درپیش ہو تو وصی کا تقرر عدالت کی جانب سے لابدی ہوگا۔

۷ - جب کہ ترکے پر لوگوں کے دین ہوں اور میت کے اہل ورثاء کو ان دیون کے ادا کرنے کو کہا گیا ہو لیکن انہوں نے دین ادا کرنے سے پہلو تہی کی ہو ، تو قاضی کو دائنوں کی حقوق کی ادائی کے لئے وصی مقرر کرنا ہوگا۔[۳۵]

ائمہ ثلاثہ :

ہر سہ ائمہ امام مالک و امام شافعی اور امام احمدابن حنبل قاضی کے وصی مقرر کرنے میں مذکورہ بالا مسائل میں حنفیہ سے متفق ہیں۔[۳۶]

شیعہ امامیہ

شیعہ جعفریہ امامیہ کا بھی اس سلسلے میں ائمہ اہل سنت سے اتفاق ہے۔[۳۷]

ایک سے زائد وصیوں کے تقرر کی صورت میں تصرفات کی نوعیت

۲۴۴ - جب کہ میت یا کسی عدالت مجاز نے دو شخصوں کو وصی مقرر کیا ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ مستقلاً تصرف کرنا جائز نہ ہوگا۔ اگر ایک نے کوئی تصرف کیا تو وہ تصرف نافذ نہ ہوگا ، الا یہ کہ دوسرا وصی بھی اس کی اجازت دے دے۔ اس سے حسب ذیل امور مستثنیٰ ہوں گے :-

(۱) میت کی تجہیز و تکفین

(۲) جو حقوق میت کے دوسروں پر واجب ہوں ان کے متعلق خصومت (چارہ جوئی) -

(۳) میت کے دیون کا مطالبہ بغیر قبضہ کرنے کے -

(۴) میت پر ثابت شدہ دیون کی ادائی ترکے کے اس مال سے جو دین کا ہم جنس ہو -

---

(۳۵) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، صص ۲۵۰-۵۲-
رد المحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ج ۵، صص ۴۹۵-۹۶-
بعضہ، از جامع الفصولین فصل ۲۷، مطبوعہ مصر، ۱۳۰۱ ھ ، ج ۲، ص ۱۲ -

(۳۶) کتاب 'الام'، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۲۰ (ماخوذ)۔
المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۷۰-
المغنی ، ابن قدامہ، ج ۶، ص ۵۷۲-

(۳۷) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۴-

(۵) معین شیء کی وصیت کا کسی معین موصی لہ کے حق میں نافذ کرنا۔
(۶) موصی کے نابالغ بچوں کی ضروریات زندگی کا مہیا کرنا ۔
(۷) موصی کے نابالغ بچوں کے حق میں ہبہ قبول کرنا ۔
(۸) موصی کے نابالغ بچوں کو کسی غیر مضر کام سے لگانا ۔
(۹) موصی کے نابالغ بچوں کے اموال کو کرایہ پر اٹھانا ۔
(۱۰) عاریت اور ودیعتوں کو واپس کرنا اور میت نے جو مال غصب کیا ہو یا بیع فاسد کے ذریعہ خریدا ہو، اس کو واپس کرنا ۔
(۱۱) موصی کے شریک سے قابل تقسیم اشیاء کی تقسیم کرانا اور جن چیزوں کے خراب و فاسد ہو جانے کا خطرہ ہو ان کو فروخت کرنا ۔
(۱۲) ضائع ہونے والے متفرق اموال کا جمع کرنا ۔

مگر شرط یہ ہے کہ اگر موصی نے کسی قسم کے تصرفات میں منفرداً یا مجتمعاً عمل کرنے کی تصریح کی ہو تو اس کا اتباع تاحد امکان لازم ہوگا ، الا یہ کہ ضرورت وقت اس کے خلاف مقتضی ہو ۔

تشریح

اگر موصی نے دو شخصوں کو وصی مقرر کیا ہو یا موصی کا کوئی وصی نہ ہونے کی صورت میں قاضی نے دو شخصوں کو وصی مقرر کیا ہو، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ موصی دونوں کو مستقلاً و منفرداً تصرف کا حق واضح عبارت سے دے دیے مثلاً یہ کہہ دے کہ میں نے تم دونوں کو اپنا وصی بنایا اور تم دونوں کو تصرف کرنے کا منفرداً و مستقلاً تصرف کا حق حاصل ہوگا۔ اس صورت میں ہر وصی کو دوسرے وصی کی رائے کی احتیاج نہ ہوگی بلکہ ہر وصی انفرادی طور پر تصرف کر سکے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ موصی دونوں کے مجتمع ہو کر تصرف کرنے کی صراحت کر دے مثلاً یہ کہا ہو کہ میں نے تم دونوں کو اپنا وصی بنایا تم دونوں مل کر تصرف کرنا ، انفرادی طور پر تصرف نہ کرنا اس صورت میں جو کہا گیا ہے وصی اسی پر عمل کریں گے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ محض اتنا کہدے کہ میں نے تم دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا اور کسی قسم کی صراحت نہ کرے۔ اس صورت میں امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ ہر وصی تصرف میں مستقل و منفرد ہوگا اور امام ابوحنیفہ و محمد فرماتے ہیں کہ ہر وصی کو منفرداً تصرف کا حق نہ ہوگا ، یعنی ہر وصی علیحدہ علیحدہ تصرف نہ کر سکے گا۔

چنانچہ اس اختلاف کی بنیاد پر اگر ایک وصی نے دوسرے کے مشورے کے بغیر کوئی تصرف کیا تو امام ابویوسف کے نزدیک یہ تصرف نافذ ہوگا اور طرفین (امام ابوحنیفہ و محمد) کے نزدیک موقوف رہے گا۔ اگر دوسرے وصی نے اجازت دے دی تو نافذ ہو جائے گا اور اگر رد کردیا تو باطل ہو جائے گا ، خواہ موصی نے یہ تقرر ایک عقد سے کیا ہو یا یکے بعد دیگرے کیا ہو۔ امام ابویوسف اپنے قول کی دلیل میں فرماتے ہیں کہ وصی مقرر کرنا ولایت کے حق کو دوسرے کی جانب منتقل کرنا ہوتا ہے۔ لہذا جب اس کو دو شخصوں کی جانب منتقل کیا گیا تو ہر شخص کامل ولایت حاصل کرے گا جیسا کہ نکاح کے مسئلے میں دو بھائی اپنی بہن کا نکاح کرنے میں انفرادی طور پر مستقل ولی ہوتے ہیں ، اور اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے ۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کسی کو وصی مقرر کرنا ان تصرفات میں اپنا قائم مقام مقرر کرنا ہوتا ہے، جن کا موصی خود مالک ہو۔ چونکہ موصی مستقلاً و منفرداً تصرفات کا مالک تھا لہذا اس کا وصی بھی مکمل طور پر تصرفات کا مستقلاً و منفرداً مالک ہو گا۔

امام ابوحنیفہ و محمد فرماتے ہیں کہ یہ ولایت موصی کی موت کے بعد ثابت ہوتی ہے ، لہذا اس حالت کا اعتبار کرنا لازمی ہو گا۔ اور اس کی صورت یہی ہے کہ دونوں وصی اجتماعی شکل میں تصرف کریں ، خصوصاً جب کہ یہ اجتماعیت کی شرط مفید بھی ہوتی ہے، کیونکہ ایک شخص کی رائے کا وہ درجہ نہیں ہوتا جو دو شخصوں کی رائے کا ہوا کرتا ہے۔ موصی نے دو شخصوں کو وصی مقرر کر کے ان دونوں کی مجموعی ذات پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے، نہ کہ صرف ایک پر۔ لہذا ہر ایک وصی موصی کی منشاء کو پورا کرنے کی علّت کا ایک جزو ہو گا۔ اور علت کے ایک جزو کے وجود

سے معلول وجود میں نہیں آیا کرتا ، بخلاف مسئلہ نکاح کے ، کہ وہاں چونکہ دونوں بھائیوں کی قرابت بنفسہ ، اپنی بہن سے کامل قرابت ہوتی ہے ، اس لئے ہر بھائی نکاح کے تصرف میں دوسرے سے بے نیاز ہو گا ۔ راقم الحروف کی رائے میں طرفین (امام ابوحنیفہ و امام محمد) کے دلائل قوی معلوم ہوتے ہیں۔

تاهم ، امام ابو حنیفہ و امام محمد نے اپنے اس مذکورہ بالا قول سے کہ ہر ایک وصی کا تصرف منفرداً بغیر دوسرے کی رائے اور اجازت کے جائز نہ ہو گا ، متعدد مسائل کو مستثنی قرار دیا ہے۔ ان مسائل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استثناء دو اصول پر مبنی ہے ۔ اول یہ کہ تصرف میں تاخیر کرنے سے ورثاء یا موصی لہم کے مفادات کو ضرر و نقصان کا اندیشہ لاحق ہو۔ دوم یہ کہ وہ ایسے معاملات ہوں کہ ان میں رائے لینے کی ضرورت پیش نہ آتی ہو۔ لہذا ایسے حالات میں ہر وصی منفرداً تصرف کر سکے گا اور اس کا یہ تصرف صحیح ہو گا ۔ چنانچہ حسب ذیل مسائل میں احناف کے تمام ائمہ کے نزدیک وصی کے انفرادی تصرفات صحیح ہوں گے۔

۱ ۔ میت کی تجہیز و تکفین میں ہر وصی تصرف کرنے کا منفرداً مجاز ہو گا ۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے جو ولایت کا محتاج ہو ، ۔ اسی وجہ سے شرعاً میت کے همسایے یا رفقاء سفر کا اس عمل کو انجام دے دینا صحیح و جائز رکھا گیا ہے۔

۲ ۔ میت کے وہ حقوق جو دوسروں پر واجب ہوں ، عدالت میں کسی ایک وصی کا حاضر ہو کر اس کے متعلق خصومت (مقدمہ کی پیروی کرنا) صحیح ہو گا ۔

۳ ۔ جب کہ میت کا کسی پر دین ہو تو اس دین کا مطالبہ منفرداً ہر ایک وصی کر سکے گا۔ لیکن اس دین پر انفرادی قبضہ کرنا جائز نہ ہو گا ۔

۴ ۔ جو دیون موصی کے ذمہ ثابت ہو چکے ہوں اور وصی سے ان کا مطالبہ کیا گیا ہو وصی کا ایسے مال سے ادا کر دینا جو اس دین

کے ہم جنس ہو، صحیح ہو گا - لیکن غیر جنس کے مال سے صحیح نہ ہو گا، جب تک دونوں اجتماعی طور پر ادا نہ کریں۔

۵ - جب کہ کسی معین شئی کی کسی معین شخص کے لئے وصیت کی گئی ہو۔ مثلاً موصی نے کہا ہو کہ میرا یہ مکان میرے بعد فلاں معین شخص کو دے دیا جائے۔ اس صورت میں ہر ایک وصی تنہا وہ مکان موصی لہ کو سپرد کر سکے گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں دونوں کی رائے اور مشورے کی ایک دوسرے کو ضرورت لاحق نہ ہو گی۔

۶ - جو اشیاء موصی کے بچوں کی ضروریات زندگی میں شامل ہوں ان کی فراہمی منفرداً جائز ہو گی کیونکہ ان امور میں تاخیر ضرر کا باعث ہوگی۔ علاوہ ازیں جو شخص وصی نہ ہو بلکہ موصی کے بچے اس کی زیر پرورش ہوں تو ایسی ضرورتوں کے پورا کرنے کا حق اس شخص کو بھی حاصل ہوتا ہے تو وصی کو بطریقۂ اولی حاصل ہو گا، کیونکہ اس کی جانب ولایت کو منتقل کر دیا گیا ہے، بخلاف اس شخص کے جس کی یہ بچے زیر پرورش ہوں۔

۷ - موصی کا بچوں کے حق میں ہبہ کا قبول کر لینا ، کیونکہ اس کے قبول کرنے میں تاخیر ، مال موہوب کے فوت ہو جانے کا سبب ہو سکتی ہے۔

۸ - موصی کے مال کو کرایہ پر اٹھا دینا - یہ امر اگرچہ رائے کا محتاج ہوتا ہے لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی تاخیر سے کرایہ دار کے فوت ہونے اور ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے ، کرایہ پر دے دینے سے جو خطرہ پیش آسکتا ہے اس کا دفعیہ اجارے کے فسخ سے کیا جاسکتا ہے لیکن فقہاء کی عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی رائے کا اجتماع ضروری ہو گا کیونکہ یہ دونوں وصی اس معاملے میں وقف کے دو متولیوں کی مثل ہیں۔ اور متولیان وقف کے لئے عقد اجارے میں اجتماعی طور پر اجارے کے عقد کو منعقد کرنا لازمی ہے۔ راقم الحروف کی رائے میں غیر منقولہ جائداد کو کرایہ پر

اٹھانے کے لئے عہد حاضر میں اجارہ کے فسخ پر متعدد پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ بہر کیف دونوں وصیوں کا اجتماع ہی انسب ہو گا۔

۹ - جو اشیاء بطور ودیعت ۴۷الف یا عاریت موصی کے پاس رکھی گئی ہوں اور وہ معین اشیاء مخصوص افراد کی ہوں تو ایسی صورت میں اگر موصی کے دو وصی ہوں تو ہر وصی کو منفرداً ان اشیاء کا ان کے مالکان کو واپس کرنے کا حق حاصل ہو گا۔ ایسی اشیاء میں ایک دوسرے سے رائے لینے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ، البتہ اگر ودیعت یا عاریت کی اشیاء غیر معین ہوں تو ایسی حالت میں چونکہ مشورے کی ضرورت ہو گی لہذا دونوں وصی کا اجتماع شرط ہوگا۔

۱۰ - اگر موصی نے کسی شخص سے اس کی چیز کو غصب کر لیا ہو یعنی جبراً لے لیا ہو تو وہ مطلوبہ شئے اس کے مالک کو ہر وصی منفرداً واپس کر سکے گا۔ یہی حکم اس شئے کے بارے میں ہو گا جو بیع فاسد کے ذریعہ خریدی گئی ہو۔

۱۱ - اگر موزونی و مکیلی اشیاء میں جو تول اور ناپ کر دیجاتی ہیں کسی شخص کے ساتھ موصی کی شرکت ہو تو ہر وصی کو بغیر دوسرے کی رائے کے شریک اور موصی کے ترکے کے درمیان تقسیم کرا لینے کا حق حاصل ہو گا ۔ لیکن جو اشیاء مثلی نہ ہوں ان میں ایسا کرنا جائز نہ ہو گا۔

۱۲ - ترکے کی جو اشیاء جلد خراب ہونے والی ہوں ان میں ہر وصی کو منفرداً تصرف کا حق حاصل ہو گا۔ کیونکہ ایسی چیزوں کے روک لینے سے بالعموم نقصان لا حق ہوتا ہو۔

۱۳ - موصی کے جو اموال ترکہ متفرق ہوں ان کے جمع کر لینے میں ہر وصی مستقلاً تصرف کا مجاز ہو گا کیونکہ ایسا نہ کرنے میں یہ خطرہ لاحق ہے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر وہ اشیاء جہاں جہاں

(۴۷الف) شرعی اصطلاح مین ودیعت مین ہر وہ امانت شامل ہے جو خواہ زر نقد پر مشتمل ہو یا جنس پر لیکن لفظ امانت صرف زر نقد پر بولا جاتا ہے (مؤلف)۔

اور جس جس کے قبضے میں متفرق ہوں گی وہ نا حق ان کے قبضہ میں رہیں گی۔[۳۸]

اصول یہ ہے کہ جب موصی نے وصیت میں ہر وصی کے لئے اجتماعی تصرف کی شرط کر دی ہو تو جن صورتوں میں باہمی رائے اور مشورے کی ضرورت پیش نہیں آتی یا جن صورتوں میں کہ اشیاء کے فاسد یا خراب ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے، موصی کی شرط کا لحاظ نہ کیا جائے گا اور ہر ایک وصی کو منفرداً تصرف کا حق حاصل ہو گا۔ کیونکہ ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہوا کرتے ہیں۔ اور شرط پر اس وقت عمل کرنا ضروری ہوتا ہے جب کہ شرط پر عمل کرنا موصی اور اس کے اموال کے حق میں مفید ہو اور اس کا لحاظ کرنا ممکن ہو۔

مالکیہ :

فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر دو شخصوں کو وصی مقرر کیا گیا ہو خواہ دو مستقل عقدوں کے ذریعہ یا ایک ہی مرتبہ میں، متعدد عبارتوں سے یا ایک عبارت سے ، ہر حالت میں کسی ایک وصی کا منفرداً تصرف کرنا جائز نہ ہوگا الا یہ کہ ہر ایک وصی تصرف میں دوسرے وصی کو اپنا وکیل بنا دے، یہ اس صورت میں ہو گا جب کہ وصی مقرر کرنے کے وقت اجتماع یا انفراد کی کوئی صراحت نہ کی گئی ہو، (لیکن اگر صراحت کر دی گئی ہے تو پھر اس کی پابندی لازمی ہو گی) اگر ان دو وصی میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو عدالت کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ فوت شدہ وصی کی جگہ کسی دوسرے کو وصی مقرر کر دے یا یہ کہ اسی ایک باقی ماندہ وصی کو اس کی رضامندی سے وصی کل مقرر کر دے۔ اگر دو وصی کے درمیان کسی امر میں اختلاف واقع ہو تو اس کے دور کرنے میں عدالت کا فیصلہ معتبر ہو گا۔ ان دو وصیوں میں سے کسی وصی کے لئے یہ جائز نہ ہو گا کہ وہ حالت صحت یا حالت مرض میں اپنی جانب سے کسی تیسرے شخص کو وصی مقرر کرے ، نہ ان میں سے کوئی

---

(۳۸) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۳، ص ۲۴۸۔
مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۷۲۲۔
بعضہ از جامع الفصولین، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۲۷-۲۶۔

ایک یہ کر سکے گا کہ اگر موصی بہم متعدد ہیں تو تنہا مال کو ان میں تقسیم کرے بلکہ مجتمعاً عمل کرنا لازم ہوگا[۳۹]

شافعیہ :

شافعیہ کے نزدیک جب کہ دو وصی مقرر کئے گئے ہوں اور دونوں کے مجتمع ہو کر اور منفرد ہو کر تصرف کی صراحت کر دی گئی ہو تو ایسی صورت میں مجتمعاً و منفرداً ہر طرح یہ وصی تصرف کر سکیں گے، لیکن اگر محض اجتماعی شکل سے تصرف کا حق دیا گیا ہو تو پھر کوئی وصی انفرادی طور پر تصرف نہ کر سکے گا۔ اگر دو وصی میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو دوسرا وصی منفرداً تصرف کر سکتا ہے۔ اور فوت ہونے والے وصی کے لئے یہ جائز نہ ہو گا کہ وہ اپنی جگہ کسی تیسرے شخص کو وصی مقرر کر جائے۔ اسی طرح اگر دو وصی میں سے کوئی ایک کسی وجہ سے عاجز یا فاسق ہو جائے تو اس حالت میں عدالت کو یہ حق ہو گا کہ فوت شدہ یا فاسق یا عاجز وصی کی جگہ کسی دوسرے شخص کو وصی مقرر کر دے۔ عاجز ہونے کی صورت میں عدالت کا مقرر کردہ وصی موجود وصی کا معاون ہو گا، نہ کہ مستقل وصی۔ اور عدالت اگر یہ چاہے کہ فوت شدہ وصی کے بعد زندہ وصی کو ہی تمام و کمال تصرفات سپرد کر دے تو ایسا کرنا شافعیہ کے نزدیک جائز نہیں (جب کہ موصی نے دو وصی مقرر کئے ہوں)، بخلاف مالکی فقہاء کے جیسا کہ سابق میں ذکر کیا گیا۔ شافعیہ کے نزدیک ہر حالت میں دو کی تعداد کا ہونا لازمی ہے کیونکہ موصی نے ایک وصی پر اعتماد نہ کیا تھا (راقم الحروف کی رائے میں اس جزئیہ میں شافعی مسلک مالکی مذہب کے مقابلہ میں مرجح نظر آتا ہے) البتہ اگر ہر دو کا انتقال ہو گیا تو حاکم کو اپنا وصی مقرر کرنے میں یہ اختیار ہو گا کہ دو مقرر کرے یا صرف ایک شخص کو مقرر کر دے۔[۴۰]

---

(۳۹) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶۔

(۴۰) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۲۰ (ماخوذ)۔
المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۷۰۔

حنبلیہ :

موصی نے دو وصی مقرر کرنے کی صورت میں اگر ہر دو وصی کو منفرداً و مجتمعاً تصرف کی صراحت کر دی ہو تو حنبلیہ کے نزدیک وہی حکم ہے جو احناف اور امام شافعی کے مسلک میں بیان کیا گیا ہے۔ حنبلیہ کے نزدیک اس صورت میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک وصی دوسرے کو تصرف میں اپنا وکیل بنا دے بلکہ ہر ایک وصی موصی کی جانب سے منفرداً تصرف کا حق رکھے گا۔

اسی طرح دو وصی میں سے کسی ایک کے فوت ہو جانے یا نا اہل قرار پانے کی صورت میں حنبلیہ شافعیہ سے متفق ہیں، البتہ اتنا فرق ہے کہ جب موصی نے ہر ایک وصی کو منفرداً تصرف کا حق دیا ہو اور ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے یا عاجز ہو جائے یا اہل نہ رہے تو حاکم محض ایک وصی پر کفایت کرے گا، دوسرے کے تقرر کی ضرورت نہ ہو گی، جو ایک باقی رہا ہو کافی ہو گا۔[۳۱]

شیعہ جعفریہ :

امامیہ کے نزدیک جب دو شخصوں کو وصی مقرر کیا گیا ہو، اگر مطلق ہو یا دونوں کے اجتماع کی شرط کر دی گئی ہو تو ہر ایک وصی کا منفرداً تصرف جائز نہ ہو گا۔ اگر ایسا کیا گیا تو کسی وصی کا انفرادی تصرف نافذ نہ ہو گا۔ الا یہ کہ تصرف موصی کے بچوں کے خور و نوش و ضروریات زندگی کے سلسلے کا ہو۔ حاکم پر لازم ہو گا کہ دونوں کو اجتماعی شکل میں تصرف کرنے پر مجبور کرے۔ اگر ان دونوں کا مجتمع ہو کر تصرف کرنا حاکم کو مشکل نظر آتا ہو تو ان دونوں کی تبدیلی حاکم کے لئے جائز ہو گی۔ اگر ان دونوں وصی میں سے کوئی ایک بیمار ہو جائے یا عاجز ہو جائے تو حاکم کے لئے جائز ہو گا کہ کسی کو معاون مقرر کر دے۔ لیکن اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا یا فاسق ہو گیا تو موجود وصی تصرف کے لئے کافی ہو گا،

---

(۳۱) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۹-۷۷۔
مختصر الخرقی، مطبوعہ مصر، ص ۱۱۵، (ماخوذ)۔
المحرر فی الفقہ، مجد الدین ابوالبرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۹۲ (ماخوذ)۔

بعض حالات میں اشیاء منقولہ کا ان کے قائم رکھنے کے مقابلہ میں فروخت کر کے قیمت کا محفوظ کر دینا ھی بہتر اور آسان ھوتا ھے۔ لہذا بچوں کے حق میں اس وقت مصلحت یہی قرار پائیگی کہ اس منقولہ شئی کو فروخت کر کے اس کی قیمت جمع کر دی جائے۔ لیکن یہ صرف اسی صورت میں صحیح ھو گا جب کہ اس چیز کو اس کی اصل قیمت پر فروخت کیا جائے اس سے کم قیمت پر فروخت نہ کیا جائے، رہا یہ سوال کہ قیمت کی کمی مطلقاً مانع ھو گی یا یہ کہ اس کمی کی بھی کوئی حد ھے جو فروخت سے مانع ھو۔ اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ھے کہ اگر کمی معمولی درجہ کی ھے جو مختلف قیمت لگانے والوں کی قیمت لگانے میں داخل کی جاسکتی ھے تو ایسی کمی بیع کے تصرف سے مانع نہ ھوگی بلکہ اتنی کمی جو جتنے قیمت لگانے والے لگائیں ان میں سے کوئی قیمت اتنے کم درجہ میں نہ لگائی جا سکے جس کو غبن فاحش (بہت نقصان) کہا جاتا ھے، یہ بیع کے تصرف سے مانع ھوگی۔ اسی طرح موصی کے بچوں کے لئے اشیاء کی خریداری میں بھی زیادہ قیمت کے ساتھ اسی زیادتی کے حد سے تجاوز کرنے اور نہ کرنے کا لحاظ ھو گا۔

غیر منقولہ اشیاء مثلاً مکان، دوکان، آراضی و غیرہ کی بیع میں یہ دیکھنا ھو گا کہ کیا کوئی ایسی وجہ ان کے فروخت کرنے کی پیش آگئی ھے جو لابدی ھو اور شرعاً اس کی اجازت دی جا سکتی ھو لیکن اگر شرعاً ایسی اجازت نہیں ھے تو وصی کو غیر منقولہ املاک کی فروخت کا حق نہ ھو گا۔کیونکہ غیر منقولہ اشیاء بذات خود محفوظ ھوتی ھیں۔ جو امور غیر منقولہ املاک کی بیع کا سبب شرعاً ھو سکتے ھیں، ان میں دو معنی عموماً ملحوظ پائے گئے ھیں۔ ایک بچوں کی منفعت اور دوسرے وصی کا اس کی بیع پر مجبور و مضطر ھو جانا کہ اس کے سوائے کوئی چارہ کار نہ ھو، مثلاً دین کی ادائی۔ چنانچہ حسب ذیل امور کو فقہاء نے غیر منقولہ املاک کی بیع کاجائز سبب شمار کیا ھے:۔

۱ - جب کہ کوئی شخص بچوں کی جائداد کو اپنی کسی غرض کے لئے اس کی اصل قیمت سے دو گنی و سہ گنی قیمت پر خرید رہا ھو۔ اس صورت میں چونکہ بچے کی واضح طور پر منفعت ھے اس رقم سے

وصی بچوں کے لئے کوئی دوسری جائداد خرید سکتا ہے، لہذا فروخت کرنا جائز ہوگا۔

۲۔ یہ کہ میت (موصی) پر اتنا دین ہو کہ ترکے کی نقد رقم یا اس کی منقولہ اشیاء کو فروخت کر کے ادا نہیں ہو سکتا، لہذا بقدر ادائی دین غیر منقولہ جائداد کو فروخت کرنا جائز ہو جائے گا۔

۳۔ جب کہ ترکہ میں وصیت مطلقہ موجود ہو اور ترکے میں منقولہ سامان یا نقد رقم موجود نہ ہو کہ اس وصیت کو پورا کیا جا سکے (وصیت مطلقہ سے یہ مراد ہے کہ وصیت کے مال کی مقدار مثلاً تہائی، چوتہائی، بیان نہ کی گئی ہو بلکہ موصی نے وصیت کی ہو کہ میرے مال میں سے ایک ہزار روپے فلاں شخص کو دیا جائے۔ اب ایک ہزار روپیہ اس کے ترکے کی کیا مقدار ہو گی۔ یہ امر مبہم و مجہول ہے۔ اس کو وصیت مطلقہ یا مرسلہ کیا جاتا ہے)۔ چنانچہ اس حالت میں جب کہ یہ مقدار ترکے کی ایک تہائی (یا اس سے کم) قرار پاتی ہو اور نقد رقم یا منقولہ سامان موجود نہ ہو تو وصی اس مقدار کے مطابق غیر منقولہ جائداد فروخت کر سکے گا۔ اس لئے کہ اس موقعہ پر وہ اس فعل پر مجبور ہو گا، بخلاف اس صورت کے جب کہ وصیت غیر منقولہ اشیاء کی ہواور مقیدہ ہو ایسی صورت میں غیر منقولہ اشیاء کی بیع جائز نہ ہوگی بلکہ موصی لہ ورثاء کا شریک متصور ہو گا۔

۴۔ جب کہ یتیم اپنے نان و نفقہ کے لئے نقد رقم کا محتاج ہو اور ترکے میں نقد رقم یا منقولہ سامان فروخت کے لئے موجود نہ ہو اس حالت میں وصی مجبور و نا چار ہو گا کہ وہ غیر منقولہ سے اتنا روپیہ حاصل کرے جو یتیم کی پرورش و نفقہ کے لئے کافی ہو۔

۵۔ جب کہ ترکے کی جائداد کی آمدنی اس بار کو جو جائداد پر بصورت ٹیکس وغیرہ عائد ہوتا ہے، اٹھانے کے قابل نہ ہو اور باوجود کوشش ٹیکس میں کمی نہ ہو۔

۶۔ جب کہ جائداد غیر منقولہ (مکان دوکان یا زمین) کے متعلق ویران

حنبلی مسلک :

اس مسئلہ میں فقہ حنبلی فقہ شافعی سے متفق ہے۔

جعفری مسلک :

شیعہ امامیہ ، شافعیہ ، مالکیہ و حنبلیہ سے اس امر میں متفق ہیں کہ موصی نے اگر وصی کو اپنی جانب سے وصی مقرر کرنے کے اختیار کی صراحت نہ کی ہو تو وہ وصی مقرر نہیں کر سکتا ، اگر صراحت کر دی ہو تو اس کا وصی مقرر کرنا جائز ہو گا۔[۳۶]

راقم الحروف کے نزدیک حنفیہ میں صاحبین کا نقطۂ نظر اور ائمہ ثلاثہ و شیعہ جعفریہ کا مسلک قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر وصی کو اپنے بعد وصی مقرر کرنے کا اختیار موصی نے وصی بنانے کے وقت تفویض کیا تھا تو وہ اپنے بعد وصی مقرر کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اسی نقطۂ نظر کو دفعہ ھذا میں اختیار کیا گیا ہے۔

وصی کے تصرفات

۲۳۶ - میت کے ترکہ پر دین اور وصیت نہ ہونے کی صورت میں اگر میت کے تمام ورثاء نابالغ ہوں تو وصی کو منقولات کی بیع کا حق حاصل ہوگا اور یہ بھی کہ بعض مواقع پر معمولی نقصان کے ساتھ فروخت کر دے ، بشرطیکہ وصی کا ایسا کرنا ان یتیموں کی ضرورت کی تکمیل اور اموال کی حفاظت کا بہتر ذریعہ ہو۔ لیکن جائداد غیر منقولہ کی بیع کا حق حاصل نہ ہوگا ، الا یہ کہ —

(۱) ان کے فروخت کرنے میں یتیم کا بیّن فائدہ ہو مثلاً دو گنی قیمت کو فروخت ہو رہی ہو ، یا

(۲) میت پر دین ہو اور جائداد غیر منقولہ فروخت کرنے کے علاوہ اس کی ادائی کی کوئی صورت نہ ہو تو بقدر دین فروخت کرے ، یا

(۳) ترکے میں فوری جاری کی جانے والی کوئی وصیت موجود ہو اور مال منقولہ اور نقد رقم موجود نہ ہوتا کہ ان کے ذریعہ وصیت کو پورا کیا جاسکے تو جائز ہوگا کہ بقدر اجراء وصیت جائداد غیر منقولہ فروخت کرکے وصیت نافذ کر دے ، یا

(۴) نابالغ اپنی ضروریات زندگی میں نقد رقم کا محتاج ہو تو جائز ہوگا کہ مثل قیمت یا معمولی سے نقصان کے ساتھ فروخت کرکے یتیم کی ضروریات زندگی فراہم کر دے۔

---

(۳۶) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۵۔

(۵) جائداد پر ٹیکس یا دیگر کوئی بار ایسا پڑ رہا ہو کہ جائداد کی آمدنی اس کو برداشت نہ کر سکے ، یا

(۶) جائداد (مکان ، دوکان ، آراضی وغیرہ) کے تباہ یا غیرآباد ہو جانے یا اس پر کسی جابر کے قبضہ کر لینے کا خوف ہو۔

مذکورہ بالا امور شرعیہ کے خلاف اگر وصی نے غیر منقولہ جائداد فروخت کی تو اس کا یہ تصرف باطل قرار پائے گا ، اور نابالغ کا بلوغ کے بعد اس تصرف کی اجازت دینا قابل اعتبار نہ ہوگا۔

تشریح

وصی کے تقرر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ موصی کے بعد اس کے اموال اور بچوں کی نگرانی و حفاظت کرے۔ اموال کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھے اور جو امور ان کی منفعت اور مال کی حفاظت یا اضافہ کا ذریعہ ہوں ان کو اختیار کرے۔ اس غرض کے پورا کرنے کے لئے لازم ہے کہ وصی موصی کے مال اور اولاد کے حق میں جو تصرفات کرے وہ منفعت و مصلحت پر مبنی ہوں۔ اس بناء پر ضروری ہے کہ وصی کے بیع وغیرہ جیسے تصرفات کو مذکورہ غرض پر محدود رکھا جائے۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر فقہاء اسلام نے ترکے کی اقسام اور اس کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے جو احکام مرتب کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ موصی کا ترکہ یا تو دین اور وصیت سے خالی ہو گا ، یا یہ کہ ترکے میں دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک جہت موجود ہوگی ۔ ہر حالت میں یا تو کل ورثاء نابالغ ہوں گے یا کل بالغ ہوں گے یا بعض نابالغ اور بعض بالغ ہوں گے۔ پھر بالغ ورثاء یا تو حاضر ہوں گے یا غائب ہوں گے۔ ان مختلف حالات کے تحت ان کے احکام ان پر مرتب ہوں گے۔ چنانچہ اگر ترکہ دین اور وصیت سے خالی ہو اور تمام ورثاء نابالغ ہوں تو یہ دیکھنا ہو گا کہ جس چیز کو وصی فروخت کرنا چاہتا ہے وہ منقولہ ہے یا غیر منقولہ ۔ اگر منقولہ ہے تو وصی کا برابر قیمت پر فروخت کر دینا صحیح ہو گا ، بشرطیکہ اس کے فروخت کر دینے میں مصلحت ہو۔ خواہ اس چیز کی فروخت کے بعد بچوں کو اس نقد رقم کی ضرورت ہو یا نہ ہو بلکہ قیمت کی نقد رقم کو جمع کر دینا مقصود ہو کیونکہ

دوسرے کے تقرر کی ضرورت نہ ہو گی، کیونکہ اس دوسرے کا قائمقام خود حاکم ہو گا۔ لیکن اس آخری قول میں تردد ہے ۳۲

وصی کا اختیار تقرر وصی

۲۴۵۔ وصی مختار کو اپنی وفات سے قبل دوسرے شخص کو موصی کے ترکہ کا وصی مقرر کرنے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ موصی نے اس کو یہ اختیار دیا ہو۔

تشریح

مذاہب اربعہ کے درمیان اس امر میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ ایک وصی اپنی موت کے بعد کسی دوسرے شخص کو موصی کے ترکہ کے لئے وصی مقرر کر سکتا ہے یا نہیں! ۔

حنفی مسلک :

فقہ حنفی کی رو سے وصی میت کے تمام تصرفات کا مالک ہو گا، اور اس وقت تک مالک رہے گا جب تک وہ شرعاً منصب وصایت کا اہل رہے۔ لیکن اگر اس کا انتقال ہو جائے اور کسی کو اس نے اپنی قائم مقامی کی وصیت نہ کی ہو تو اب عدالت اس کی جگہ اپنی جانب سے وصی مقرر کرنے کی مجاز ہو گی، لیکن اگر اس نے کسی شخص کو اپنے بعد وصی بنا دیا ہو تو یہ وصی کا وصی دونوں ترکوں میں تصرف کا مجاز ہوگا یعنی اپنے موصی اور پچھلے موصی ہر دو کے ترکوں میں تصرف کر سکے گا۔ لیکن یہ حکم حنفیہ کے نزدیک تمام صورتوں میں نہیں ہے، بلکہ اس کا اطلاق بعض صورتوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ جب وصی کسی دوسرے شخص کو وصی مقرر کرے گا، یا تو اس طرح کہے گا کہ میں نے تم کو اپنا وصی مقرر کیا، یا یہ کہ میں نے تم کو دونوں ترکوں میں وصی بنایا، یا میں نے اپنے موصی کے ترکہ کا وصی مقرر کیا، یا میں نے اپنے ترکہ کا تم کو وصی بنایا۔ اگر وصی نے تقرر میں ابہام اختیار کیا یعنی اول عبارت استعمال کی یا یہ کہا کہ دونوں ترکوں کا وصی مقرر کیا تو دونوں صورتوں میں ان دونوں ترکوں میں یہ وصی تصرف کا حق رکھے گا۔ اس صورت میں احناف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اس پر بھی ائمہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ اگر اپنے

---

(۳۲) شرائع الا سلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۴۔

موصی کے ترکے کی تخصیص کر دی تو پھر یہ تخصیص ہی متعبر ہو گی۔ لیکن اگر یہ کہا ہو کہ تم کو میں نے اپنے ترکہ میں وصی مقرر کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وقت بھی دونوں ترکوں کا وصی ہو گا، کیونکہ وہ اپنے بعد جو کچھ چھوڑے گا وہ اس کا اس بناء پر ترکہ ہو گا کہ اس کو اس چھوڑے ہوئے مال میں تصرف کا حق حاصل تھا اور اس درجہ میں اس کا اپنا ذاتی مال اور موصی کا مال دونوں یکساں ہیں۔ مگر صاحبین (امام ابویوسف و امام محمد) نے کہا ہے کہ وہ صرف اس وصی کے اپنے ذاتی مال کا وصی ہو گا۔ صاحبین کا قول ظاہر عبارت سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ مذکورہ عبارت سے ذہن کی جانب جو معنی منتقل ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ وصی کے مال میں اس کو تصرف کا حق دیا گیا ہے۔ اور پچھلے موصی کے مال کو اس وصی کا ترکہ اس تصرف کی بنا پر نہیں قرار دیا جاسکتا جو موصی کے وصی کو حاصل تھا۔ کیونکہ اول وصی کی موت پر وہ حق ختم ہو چکا۔[۴۳]

مالکی مسلک:

فقہاء مالکیہ کے نزدیک وصی کسی دوسرے کو وصی مقرر نہیں کر سکتا البتہ اگر دو وصی ہوں تو وہ آپس میں یہ کر سکتے ہیں کہ ایک دوسرے کو اپنا وصی بنا دیں لیکن کسی غیر شخص کو وصی نہیں مقرر کر سکتے۔[۴۴]

شافعی مسلک:

امام شافعی کے نزدیک بھی وصی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کو موصی کے مال میں وصی مقرر کرے کیونکہ ان کے خیال میں وصی کو محض تصرف کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کی مثال ایک وکیل کی ہے۔ لہذا وصی کو کسی دوسرے شخص کے وصی مقرر کرنے کا حق نہ ہو گا۔ البتہ اگر موصی نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر تمہارا انتقال ہو تو تم کو وصی مقرر کرنے کا اختیار ہے تو اس صورت میں اس کا وصی مقرر کرنا صحیح ہو گا۔[۴۵]

---

(۴۳) ردالمحتار ابن عابدین، مطبوعہ مصر، جلد ۵، ص ۶۱۸-
فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۵۰-

(۴۴) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶-

(۴۵) المہذب، فقہ شافعی، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۷۱-
مغنی المحتاج، مطبوعہ مصر، ۱۲۹۵ھ، ج ۳، ص ۷۶-

یا برباد ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہو۔ اور ان کے محفوظ رکھنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو مثلاً مکان کے منہدم ہو جانے یا خراب ہو جانے کی صورت میں بچوں کا اتنا مال موجود نہ ہو کہ دوبارہ اس کی تعمیر یا صحیح طور پر مرمت کی جا سکے۔

۷۔ جب کہ وصی کو بچوں کی جائداد پر کسی ظالم و جابر شخص کے قبضہ کر لینے اور پھر اس کے قبضے سے واپس لینے کی قدرت نہ ہونے کا خطرہ لاحق ہو اور وصی یہ سمجھتا ہو کہ میں جائداد کو واپس نہیں لے سکوں گا۔

مذکورہ بالا شرعی مجوزات کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وصی بیع کا تصرف محض ان حالات میں کر سکتا ہے جب کہ کسی شرعی جواز کی صورت وجود میں آ گئی ہو۔ اگر ایسا نہ ہو گا تو وصی کی بیع باطل ہو گی۔ اگر یتیم نے بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت بھی دے دی تب بھی اس کی بیع صحت کی جانب رجوع نہ کرے گی کیونکہ باطل عمل پر اجازت کا اثر مرتب نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اجازت موقوف عقد میں موثر ہو کر اس کے نافذ ہونے کا ذریعہ ہوا کرتی ہے ۳۶ الف

ائمہ ثلاثہ و شیعہ جعفریہ :

مذاہب ثلاثہ و شیعہ جعفریہ کی فقہ میں اس نوعیت سے جس کو فقہ حنفی سے نقل کیا گیا ہے تفصیل نہ مل سکی البتہ بعض مختصر عبارتوں سے یہ مستخرج ہوتا ہے کہ ان ائمہ کے نزدیک بھی وصی کے تصرفات کی بنیاد موصی کے بچوں کی منفعت اور مال متروکہ کی حفاظت پر ہے، اس کے خلاف تصرف جائز نہ ہوگا۔

۲۴۷۔ جب ترکہ پر دین نہ ہو اور نہ کوئی وصیت ہو، اور میت کے ورثاء بالغ و موجود ہوں تو وصی کو ان ورثاء کی اجازت کے بغیر ترکے کی کسی شیء کے بیع کرنے کا حق نہ ہوگا۔ البتہ وہ اس کا مجاز ہوگا کہ میت کے دیون کا مطالبہ کرے، اس کے حقوق پر قبضہ کرے اور انہیں ورثاء تک پہونچا دے۔ لیکن

ترکہ پر دین وصیت نہ ہونے اور ورثاء کے بالغ ہونے کی صورت میں وصی کے اختیارات

(۳۶ الف) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۱۵۲-۱۵۱۔
رد المحتار مع الدر المختار، مطبوعہ مصر، ج ۵، ص ۶۶۲-۶۶۰۔

اگر بالغ ورثاء حاضر نہ ہوں بلکہ غائب ہوں تو وصی اس کا مجاز ہوگا کہ منقولات فروخت کرکے ان کی قیمت محفوظ کر دے۔ غیر منقولہ جائداد میں کوئی تصرف نہ ہو سکے گا۔ اسی طرح جب بعض ورثاء موجود ہوں اور بعض غائب ہوں تو غائبین کے حق میں مذکورہ بالا تصرف کر سکے گا البتہ غیر منقولہ جائداد میں محض ادائی دین کی خاطر ہی تصرف کیا جا سکے گا۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت موصی کے ورثاء کی وہ حالت بیان کی گئی ہے جب کہ موصی کے ترکے پر دین اور وصیت کا وجود نہ ہو اور تمام ورثاء بالغ ہوں۔ اب اس صورت میں یا تو تمام بالغ ورثاء حاضر و موجود ہوں گے یا تمام غائب و غیر موجود یا بعض موجود اور بعض غائب۔ اگر تمام ورثاء بالغ و حاضر و موجود ہوں تو وصی کو ان کی اجازت کے بغیر ترکے کی کسی چیز کو بیع کر دینے کا حق حاصل نہ ہو گا کیونکہ اس حالت میں خود انہیں ذاتی ولایت مال حاصل ہے۔ چنانچہ اگر وہ اجازت دیدیں اور رضامندی کا اظہار کر دیں تو جن تصرفات کی اجازت دی ہو ان میں وصی کو حق حاصل ہو گا۔ اگر اجازت نہ دی ہو تو تصرف باطل ہو گا۔ اس کے بعد اب وصی کا صرف یہ کام ہوگا کہ وہ میت کے وہ دیون جو لوگوں پر واجب ہیں ان کو وصول کرے اور دیگر حقوق میت پر قبضہ کر کے ورثاء کو پہونچا دے۔ فقہاء حنفیہ کے بعض بیانات سے یہ بھی ظاھر ہوتا جاتا ہے کہ میت کے دیون اور دیگر حقوق کا مطالبہ اور ان پر قبضہ کرنا بھی ان ورثاء کی اجازت پر موقوف ہونا چاہئے۔ اگر وہ وصی کو اس امر سے بھی روک دیں تو پھر اس کو یہ حق بھی حاصل نہ ہوگا۔

اگر تمام ورثاء بالغ و غائب ہوں تو وصی کو منقولات فروخت کر کے ان کی قیمت کو محفوظ کر لینے کا حق حاصل ہو گا لیکن غیر منقولہ جائداد میں کسی قسم کے تصرف کا حق نہ ہو گا۔ جیسا کہ دفعہ سابقہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ وصی کا تقرر ترکے کی نگرانی و حفاظت کی غرض سے کیا جاتا ہے لہذا منقولہ اشیاء کے سلسلے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے ضائع ہونے کے خطرے کے پیش نظر ان کی قیمت کا محفوظ کر لینا آسان اور حفاظت کا سبب

یہ مسئلہ کہ وصی کی کنواری یا شوہر دیدہ لڑکی (ثیبہ) کا نکاح باوجود دوسرے اولیا کے موجود ہونے کے وصی کرائے گا اور تمام اولیا پر وصی کو تقدم حاصل ہو گا۔ اس سے مستخرج ہوتا ہے کہ میت کا وصی تمام دیگر اولیا پر مقدم ہے اور ہر قسم کے تصرف کا حق وصی ہی کو حاصل ہو گا۔[50]

شافعی مسلک :

امام شافعی کے نزدیک وصی پر دادا کو تقدم حاصل ہے۔ لیکن فقہ شافعی میں دادا کو محض میت کی لڑکیوں کے نکاح کرانے میں وصی پر مقدم ہونے کی صراحت کی گئی ہے۔[51] دیگر مالی تصرفات کے مسئلہ میں حق تقدیم سے متعلق کتب زیر مطالعہ میں صراحت نہ مل سکی۔

شیعہ جعفریہ :

شیعہ جعفریہ کے نزدیک دادا کے موجود ہونے پر کسی غیر شخص کا وصی مقرر کرنا صحیح نہیں، لہذا مقدم ہونے یا نہ ہونے کا سرے سے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔[52] چنانچہ اگر موصی نے دادا کے علاوہ کسی کو وصی مقرر کیا تو اس کا یہ فعل باطل قرار پائے گا۔

ماں کے وصی کے اختیارات

۲۳۹ - (۱) ماں کا وصی محض اس منقولہ ترکہ کی حد تک تصرف کر سکے گا جو نابالغ کو ماں کی جانب سے پہونچا ہو ، لیکن جو ترکہ کسی دوسرے کی جانب سے پہونچا ہو خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ ، دین میں مشغول ہو یا نہ ہو ، اس میں تصرف نہ کر سکے گا ۔

(۲) وصی کو ماں کے ترکہ میں جب کہ بچے کا باپ یا جد صحیح موجود و حاضر ہو یا ان دونوں کا مقرر کردہ وصی حاضر ہو ، تصرف کا حق حاصل نہ ہو گا ۔

(۳) اگر مذکورہ اشخاص میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ماں کے وصی کو بچے کے اس ترکے میں جو ماں سے اس کو پہونچا ہے تصرف کرنے کا بہ ایں طور حق ہوگا کہ وہ اشیاء منقولہ کو فروخت کرکے ان کی قیمت محفوظ کرلے

(۵۰) المدونۃ الکبری، امام سحنون، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۳ ھ، ج ۱۵، ص ۱۵ ۔

(۵۱) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۰ ۔

(۵۲) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۵ ۔

اور بچے کی ضروریات زندگی مہیا کرے۔ لیکن جائداد غیر منقولہ کی بیع اس وقت تک جائز نہ ہوگی جب تک اس پر دیون کی ادائی کا بار نہ ہو یا اس سے اجراء وصیت مقصود نہ ہو۔

(۳) اسی طرح جو شخص صرف بچے کا پرورش کنندہ ہوگا، کسی قسم کا تصرف نہ کر سکے گا بجز یہ کہ وہ تصرفات بچے کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کے سلسلے میں ہوں۔

تشریح

اس دفعہ میں ماں کے وصی کے احکام کو بیان کیا گیا ہے، کیونکہ باپ کے وصی کے مقابلے میں ماں کا وصی محدود تصرفات کا مالک ہوتا ہے۔ وہ اس درجہ آزاد نہیں ہوتا جس درجہ میں باپ کا وصی ہوتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ نا بالغ بچے کا مال یا تو اس کو ماں کی وراثت سے ملا ہو گا، یا کسی دوسرے طریقے سے۔ ہر دو حالتوں میں بچے کا باپ یا دادا یا ان دونوں کی جانب سے وصی موجود ہو گا یا نہیں۔ ان میں سے ہر حالت کے لئے علاحدہ علاحدہ حکم ہے۔ اگر ماں کا انتقال ہو اور وہ اپنی جانب سے کسی کو وصی مقرر کر جائے تو اس وصی کو محض اس مال منقولہ میں تصرف کا حق حاصل ہو گا جو بچے کو ماں کی جانب سے وراثت میں پہونچا ہو یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ بچے کا باپ یا اس کا وصی، دادا یا اس کا وصی موجود نہ ہو لیکن اگر ان میں سے کوئی ہو تو تمام اموال میں اسی ہی کو تصرف کا حق حاصل ہوگا، ماں کے وصی کو کسی قسم کے مال میں تصرف کا حق نہ ہوگا۔

اگر باپ یا دادا یا ان کا وصی موجود نہ ہوا اور بچے کی ماں کا وصی موجود ہوا اور بچے کی ماں کے علاوہ دیگر اموال بچے کے مملوکہ موجود ہوں تو اس صورت میں ماں کے وصی کو ماں کے متروکہ کی اشیاء منقولہ میں تصرف کا حق ہوگا، غیر منقولہ میں نہیں ہوگا بلکہ اس غیر منقولہ اور دیگر مملوکہ میں حاکم وقت (عدالت) کو تصرف کا حق حاصل ہو گا خواہ وہ بذات خود تصرف کرے یا اپنی جانب سے کسی کو وصی مقرر کر دے۔

چنانچہ وہ اموال جو بچے کو ماں کی وراثت سے پہونچے ہوں ان میں تصرف

امام ابویوسف و امام محمد کا ہے۔ کیونکہ غیر منقولہ اشیاء کی فروخت دفع حاجت کے پیش نظر ہے اور ضرورت سے زیادہ کے حق میں وجہ جواز موجود نہیں۔

جو حکم دین کی صورت میں دیا گیا ہے وہی حکم وصیت موجود ہونے کی صورت میں ہو گا چنانچہ اگر ترکے میں نقد رقم یا اشیاء منقولہ موجود نہیں ہیں تو غیر منقولہ جائداد کو وصیت کے نافذ کرنے کی حد تک فروخت کیا جا سکے گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہو گا جب کہ وصیت مرسلہ(مطلقہ) ہو، لیکن اگر وصیت مقیدہ ہے یعنی ایک تہائی زمین یا فلاں مکان کی ایک تہائی کی قید سے مقید ہو تو اگر یہ تہائی کل ترکے کی ایک تہائی کے درجہ میں قرار پاتی ہے تو وصی یہ تہائی موصی لہ کے حوالے کر دے گا اور موصی لہ وارث کا شریک متصور ہو گا۔

لیکن اگر بعض ورثاء نا بالغ اور بعض بالغ ہوں اور یہ بالغ حاضر نہ ہوں، یا کل ورثاء بالغ غیر حاضر ہوں تو اس صورت میں وہی حکم ہو گا جو منقولہ و غیر منقولہ جائداد کے متعلق سابق میں بیان کیا جا چکا ہے اور اگر تمام بالغ ورثاء موجود ہوئے اور تمام صاحبان فہم و دانش ہیں تو اس صورت میں ادائی دین اور نفاذ وصیت ان کا حق ہو گا، وصی کا نہ ہو گا، اگر وہ اس فریضہ کو انجام دے دیں تو فبہا، بصورت دیگر وصی کو یہ حق ہو گا کہ وہ اس امر کو انجام دے۔ اور اگر بعض بالغ موجود اور بعض غائب ہوں تو موجودین کے حق میں موجود ورثاء کا اور غائبین کے حق میں غائب ورثاء کا حکم لا حق ہو گا۔ چونکہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ بچوں کے باپ کے فوت ہونے کے بعد اگر دادا موجود ہو تو اس کو اپنے پوتوں کی ولایت حاصل ہوتی ہے، اس مقام پر جب وصی بھی موجود ہو تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وصی کے مقابلے میں دادا کا کیا درجہ نہ ہوگا ؟ اس مسئلہ میں فقہی مذاھب میں اختلاف منقول ہے: -

حنفیہ :

حنفی فقہ کی رو سے موصی کے وصی کی موجودگی میں دادا کو ان تصرفات کا حق نہ ہوگا جن کا وصی کو حق حاصل ہو، کیونکہ باپ کا وصی منقولات

کی بیع کا اس صورت میں بھی حق رکھتا ہے جب کہ موصی کے بچوں کو منقولہ اشیاء کے فروخت کر کے نقد قیمت جمع رکھنے کی حاجت نہ ہو، خواہ میت پر دین ہو یا نہ ہو۔ اور جب میت پر دین ہو، یا یتامی کے ذمہ دین ہو تو اس صورت میں وصی کو غیر منقولہ جائداد کی فروخت کا بھی حق ہے۔ لیکن دادا کو میت کے دین کی ادائی کے لئے منقولہ یا غیر منقولہ اشیاء جائداد کو فروخت کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ اس محل پر ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر میت پر کسی شخص کا دین ہو یا میت نے اپنے اموال میں سے کسی خاص شخص کے حق میں کسی چیز کی وصیت کی ہو تو ایسی صورت میں دائن یا موصی لہ کو اپنا حق وصول کرنے میں کیا عمل اختیار کرنا ہو گا جب کہ دادا موجود ہو اور میت کی جانب سے کوئی وصی نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک ان لوگوں کو اپنا معاملہ حاکم (قاضی) کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔اور حاکم یا تو بذات خود بقدر ادائی دین یا وصیت جائداد بیع کرے گا یا یہ کہ کسی کو حکم دے گا کہ وہ دین و وصیت کی ادائی کے بقدر منقولہ یا غیر منقولہ جائداد فروخت کر کے ادائی کر دے۔ اور امام محمد کے نزدیک دادا باپ کا ان تمام تصرفات میں قائم مقام ہو گا جو باپ اپنی زندگی میں انجام دے سکتا تھا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ نے باپ کے وصی کو دادا سے بلند تر مرتبہ دیا ہے، دادا کا درجہ وصی سے کم ہے۔ امام محمد کے نزدیک دادا کا مرتبہ وصی سے زائد ہے۔ بعض متاخرین فقہاء نے امام اعظم کے قول کو مفتی بہ کہا ہے۔[۳۹] اور یہی درست بھی ہے۔

مالکی مسلک :

امام مالک کا یہ قول کہ اگر کسی شخص نے صرف اس عبارت سے وصی مقرر کر دیا کہ فلاں میرا وصی ہے یا میں نے فلاں شخص کو اپنا وصی بنایا تو یہ وصی ہر قسم کے تصرفات کا مالک ہو گا حتی کہ موصی کی لڑکیوں کے عقد نکاح کر دینے کا بھی اسی کو حق حاصل ہو گا۔ اس کے بعد امام مالک کا

(۳۹) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیو بند، ج ۳، ص ۲۵۲۔
مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ھ، ج ۲، ص ۶۲۹۔
رد المحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۳ھ، ج ۵، ص ۶۲۵۔

تھا ، لیکن جائداد غیر منقولہ چونکہ بذات خود محفوظ ہوتی ہے ، حتی کہ لوگ اپنے نقد مال کو محفوظ کرنے کے لئے جائداد خرید لینے کا عمل اختیار کرتے ہیں اس لئے غیر منقولہ جائداد میں وصی بیع جیسا تصرف نہ کر سکے گا البتہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ غیر منقولہ جائداد کے باقی رکھنے میں بھی خطرہ یقینی ہو جائے تو ایسی صورت میں وصی کو بذریعہ بیع تصرف کا حق بھی حاصل ہو گا کیونکہ ایسی حالت میں حفاظت کا یہ طریقہ متعین ہو جائے گا۔

لیکن اگر بعض ورثاء حاضر اور بعض غائب ہوں تو ایسی صورت میں ان احکام کی پابندی لازم ہو گی جو کل ورثاء کے موجود ہونے اور کل ورثاء کے غائب ہونے کی حالت میں بیان کئے گئے ہیں، لہذا بعض حاضر ورثاء کے حق میں وہ حکم ہو گا جو کل حاضر ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اور بعض غیر حاضر ورثاء کی صورت میں غیر حاضر ورثاء کی صورت کا حکم لاحق ہو گا۔[۴۷] راقم الحروف کے نزدیک غیر حاضر ورثاء کی صورت میں عدالتی حکم حاصل کرلینا انسب ہوگا۔

مالکی مسلک :

مالکی فقہاء کے نزدیک اگر کسی موصی کے ورثاء میں بعض ورثاء نابالغ ہوں اور بعض بالغ ہوں تو وصی کے لئے ترکہ میں بیع کا تصرف محض اس وقت جائز ہو گا جب کہ بالغ ورثاء موجود ہوں اور اگر بالغ ورثاء موجود نہ ہوں تو پھر حاکم کی اطلاع اور اس کی جانب سے غائب ورثاء کے حق میں کسی کو نگران مقرر کرنے یا خود نگرانی کا فریضہ انجام دینے کے بعد ترکے کی بیع صحیح ہو گی بشرطے کہ ترکہ اشیاء منقولہ سے ہو۔[۴۸]

شافعیہ و حنبلیہ :

فقہاء شافعیہ و حنبلیہ کے یہاں مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ مسائل نہیں بیان کئے گئے البتہ وصیت کی مختلف ابحاث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے

(۴۷) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۳، ص ۱۵۲-
الدر المختار مع ردالمحتار ج ۵، ص ۶۲۲-۶۲۱-
(۴۸) جواہر الاکلیل، شرح مختصر الخلیل، صالح عبد السمیع الآبی، ج ۲، ص ۳۲۶-

کہ وصی کے تصرفات جو موصی کے بچوں کے حق میں نافع ہوں ، جن میں ضرر کا کوئی اندیشہ نہ ہو ، نافذ ہوں گے لیکن وہ تصرفات جن میں منفعت کے ساتھ خطرات لاحق ہونے کا اندیشہ ہو ان کے نفاذ میں حاکم کی اجازت ہونا چاہئے۔

ترکہ پر دین یا وصیت ہونے کی صورت میں اختیارات

۲۴۸ - جبکہ ترکہ پر کوئی دین ہو یا کوئی وصیت قابل نفاذ ہو مگر ترکہ میں نقد رقم موجود نہ ہو، ورثاء نے نہ وصیت پوری کی ہو اور نہ میت کا دین اپنے مال سے ادا کیا ہو تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ ترکہ کے دین میں مستغرق ہونے کی حالت میں ترکے کی منقولہ اشیاء وغیر منقولہ جائداد کو فروخت کرکے دین ادا کر دے۔ اگر ترکہ دین میں مستغرق نہیں ہے لیکن ترکے میں ادائے دین اور وصیت کے اجراء کے لئے نقد رقم موجود نہیں ہے تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ بقدر ادائی دین یا بقدر نفاذ وصیت ترکہ کو فروخت کرکے دین کی ادائی اور وصیت کا اجراء کر دے خواہ ورثاء راضی ہوں یا نہ ہوں۔

البتہ وصی کے لئے لازم ہوگا کہ ادائی دین و اجزاء وصیت کے لئے اولاً منقولات کی قیمت سے ادائی کرے۔ اگر دین اور وصیت کے لئے ان کی قیمت کافی نہ ہو تو بقایا کی ادائی کے لئے جائداد غیر منقولہ کو فروخت کر دے ، لیکن ادائی دین یا وصیت کی حد سے تجاوز کرنا جائز نہ ہوگا۔

تشریح

اگر ترکہ دین یا وصیت میں مشغول ہو اور موصی کے تمام ورثاء نابالغ ہوں اس صورت میں یہ دیکھنا ہو گا کہ پورا ترکہ دین میں گھرا ہوا ہے یا نہیں۔ اگر دین اتنا ہے کہ پورے ترکہ پر چھایا ہوا ہے تو وصی کو منقولہ و غیر منقولہ ہر قسم کی اشیاء کو فروخت کر کے دین ادا کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ خواہ یہ بیع پوری قیمت کے ساتھ ہو یا کچھ معمولی کمی کے ساتھ ہو۔ اس صورت میں علماء حنفیہ کا کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔ کیونکہ ترکے پر دین کا وجود ان امور میں سے ہے جو شرعاً بیع کے جواز کا سبب ہوتے ہیں۔

اگر دین پورے ترکے پر محیط نہیں ہے تو وصی اولاً اس کی ادائی میں منقولہ اشیاء کو فروخت کرے گا اگر دین کی ادائی کا کچھ حصہ باقی رہے تو غیر منقولہ اشیاء سے ،محض بقدر ادائی دین بیع کا تصرف کر سکے گا ، زائد نہیں۔ یہ مسلک

کے لئے یہ دیکھنا ہو گا کہ آیا بچے کا باپ یا دادا یا ان کا وصی موجود ہے؟ اگر ایسا ہے تو ماں کے وصی کو ان کے مقابلے میں تصرف کا حق حاصل نہ ہو گا۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو ماں کے وصی کو یہ حق ہو گا کہ بچے کے منقولہ مال کو فروخت کر کے نقد رقم اپنی حفاظت میں لے لے۔ جائداد غیر منقولہ کی بیع کے تصرف کا حق حاصل نہ ہوگا الا یہ کہ ماں کے ذمہ کسی کا دین ہو یا وہ کسی قسم کی وصیت کر گئی ہو اور ترکہ میں نقد رقم یا منقولہ سامان جس کو فروخت کر کے دین ادا کیا جائے یا وصیت پوری کی جائے، موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں بقدر ادائی دین یا نفاذ وصیت غیر منقولہ جائداد کی بیع جائز ہو گی۔ یہی حکم بچوں کی ضرورت کے لئے خریداری کا ہے۔ لیکن خریداری ایسی اشیاء کی جائز ہو گی جن پر بچوں کی زندگی اور پرورش کا مدار ہو۔ غیر ضروری اشیاء کی خریداری جائز نہ ہو گی۔ یہی حکم بھائی یا چچا وغیرہ اقارب کے وصی کا ہو گا بخلاف باپ یا دادا کے وصی کے۔

باپ اور ماں کے اوصیاء میں یہ فرق ہے کہ باپ اپنی حیات میں اپنی نابالغ اولاد کے ہر مال میں ہر قسم کے تصرف کا حق رکھتا ہے اور باپ کا وصی اس کا قائمقام ہوتا ہے لہذا وہ بھی ان تمام تصرفات کا مالک ہو گا۔ لیکن ماں اپنی حیات میں اپنے بچوں کے مال میں کسی قسم کے تصرف کا کسی حالت میں حق نہیں رکھتی۔ لہذا اس کے وصی کا حکم بھی یہی ہو گا۔

اگر کسی کے مرنے کے بعد نہ اس کا کوئی وصی ہو اور نہ اس کے پس ماندہ بچوں کا کوئی شرعی ولی ہو، اور ان بچوں کو کوئی اجنبی شخص اپنی پرورش میں لے لیتا ہے تو ایسے شخص کو بچوں کے مال میں کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہیں ہوا کرتا۔ وہ صرف اتنا عمل کر سکتا ہے کہ ان یتامی کے خورو نوش اور لباس کے انتظام کے لئے منقولی اشیاء میں سے کچھ فروخت کر کے سامان مہیا کر لے۔[۵۳]

مالکی مسلک:

امام مالک کے نزدیک بھی جب کہ ماں کے وصی کے ساتھ بچوں کا باپ

---

(۵۳) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیو بند، ج ۴، ص ۵۲-۲۵۱۔
رد المحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ھ، ج ۵، ص ۶۲۵۔

موجود ہو تو ماں کے وصی کو تصرف کا حق حاصل نہ ہوگا البتہ اگر باپ موجود نہیں ہے تو محض ماں کے متروکہ موروثہ میں وصی تصرف کر سکتا ہے لیکن یہ بھی اس صورت میں جب کہ ماں کا ترکہ موروثہ قلیل مقدار میں ہو۔ اگر مقدار زیادہ ہے تو پھر حاکم کی نگرانی کو دخل ہو گا۔ [۵۴]

شافعی مسلک :

امام شافعی کے نزدیک بچوں کے حق میں وصی مقرر کرنے کی یہ شرط ہے کہ جو شخص وصی بنا رہا ہے اس کو بذات خود بچوں کی شرعاً ابتداءہی سے ولایت حاصل ہو۔ چونکہ ماں کو بچوں کی ابتداءہی سے ولایت ذاتی و اصلی شرعاً حق حاصل نہیں بلکہ دوسروں کی جانب سے حاصل کی جاتی ہے یا کی جاسکتی ہے اس لئے اس کا وصی، وصی متصور نہ ہو گا۔[۵۵]

حنبلی مسلک :

فقہاء حنبلیہ اس مسئلے میں شافعیہ سے متفق معلوم ہوتے ہیں۔ [۵۶]

شیعہ جعفریہ :

شیعہ حضرات کے نزدیک اگر چہ ماں اپنے مال میں وصیت کر سکتی ہے لیکن بچوں کی نگرانی کے سلسلے میں وصیت نہیں کر سکتی۔ [۵۷]

وصی کا اختیار تجارت

۲۵۰۔ وصی کے لئے جائز ہوگا کہ نابالغ کے مال میں اضافہ کی نیت سے اس کے مال سے تجارت کرے یا اور کوئی ایسا عمل کرے جو نابالغ کے حق میں بہتری کا ذریعہ اور سبب ہو۔ لیکن یہ جائز نہ ہوگا کہ نابالغ کے مال سے اپنی ذات کے لئے یا اپنی ذات کے ساتھ تجارت کرے۔

---

(۵۴) المدونۃ الکبری، امام سحنون، محولہ بالا، ج ۱۵، صص ۱۶،۱۷۔
جواہر الاکلیل، صالح عبد السمیع الآبی، محولہ بالا، ج ۲، ص ۳۲۵۔

(۵۵) مغنی المحتاج، مطبوعہ ۱۹۵۸ع/۱۳۷۷ھ، ج ۳، ص ۷۶۔

(۵۶) شرح الکبیر بر حاشیہ، المغنی، ابن قدامہ القدسی، مطبوعہ مصر، ۱۳۴۷ھ، ج ۶، ص ۵۹۱۔

(۵۷) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۹۔

تشریح

چونکہ وصی کے تصرف کی بنیاد مصلحت پر مبنی ہوتی ہے، اس لئے نا بالغ کے حق میں اس کے مال میں تجارت کرنا بھی بالعموم نا بالغ کے لئے اصلاح و منفعت کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ مال کو اس کی اپنی حد میں باقی رکھنا بغیر کسی اضافہ کے مفید نہیں ہوا کرتا۔ لہذا وصی کے لئے جائز ہو گا کہ بذات خود یا کسی دوسرے کو دیکر تجارت کرائے، خواہ مضاربت پر دے یا بطور شرکت کے کسی سے معاملہ کر لے۔ کیونکہ اس قسم کے تمام تصرفات نا بالغ کے حق میں منفعت کا باعث ہوتے ہیں، اور وصی کی یہی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ نابالغ کے حق میں ہر قسم کی بہتری کے امور انجام دے۔ البتہ وصی یہ نہیں کر سکے گا کہ اپنی ذات سے یا جو افراد اس کے عیال میں داخل ہیں ان سے تجارت کا سلسلہ قائم کرے۔ وصی کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ یتیم کا مال بذات خود مضاربت کے طور پر لے کر اس سے تجارت کرے اور نفع حاصل کرے اگر ایسا کیا تو ایسے مال کا تاوان دینا پڑے گا۔[۵۸] (خصوصاً اس عہد میں کسی طرح یہ امر مناسب نہ ہو گا)۔

مالکی مسلک :

امام مالک کے نزدیک وصی نا بالغ کے مال کو مضاربت پر یا بطور قرض کسی نفع کے معین حصہ کے ساتھ یا بضاعت کے طور پر دے سکتا ہے یا اور کوئی ایسا عمل کرسکتا ہے، جو بچوں کے حق میں ان کے مال کے اضافہ یا بقا کا ذریعہ ہو۔ لیکن وصی کا اپنی ذات سے ان معاملات کا تعلق قائم کرنا ان کے نزدیک بھی جائز نہیں۔[۵۹]

بیع کی شرائط

۲۵۱ - (۱) وصی کے لئے جائز ہوگا کہ وہ یتیم کے مال منقولہ کو کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جو وصی یا میت سے کوئی رشتہ نہ رکھتا ہو بشرطیکہ یہ بیع واجبی قیمت یا معمولی سی کمی کے ساتھ ہو، زیادہ نقصان

---

(۵۸) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۵۳۔
جامع الفصولین، مطبوعہ مصر، ۱۳۰۱ ہجری، ج ۲، ص ۱۳۔

(۵۹) جواہر الاکلیل، عبد السمیع الآبی، محولہ بالا، ج ۲، ص ۳۲۶۔

کی شکل میں جائز نہ ہوگا۔ یہی حکم نابالغ کے لئے کسی شئے کی خریداری کا ہوگا۔

(۲) باپ کے وصی کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ نابالغ کا مال کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جس کے حق میں وصی کی شہادت قبول نہ کی جاسکتی ہو، اور نہ میت کے کسی وارث کے ہاتھ، مگر یہ کہ نابالغ کے حق میں ایسا کرنا بہتری کا سبب ہو۔

(۳) حاکم کے مقرر کردہ وصی کے لئے بھی جائز نہ ہوگا کہ وہ ایسے شخص سے بیع کرے جس کے حق میں اس وصی کی شہادت مقبول نہیں ہوسکتی جس طرح کہ وہ اپنے حق میں بیع نہیں کر سکتا۔

تشریح

وصی کا نابالغ کے مال کو تجارت میں لگا دینا صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اس مسئلے میں دو صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ اجنبی لوگوں سے تجارت کا معاملہ کرے۔ دوم یہ کہ خود اپنی ذات سے یہ معاملہ کرے۔ ہر دو صورتوں میں یا تو منقولات کی بیع ہو گی یا غیر منقولہ جائداد کی۔ اور ان تمام صورتوں میں یہ اجنبی شخص یا تو موصی اور وصی دونوں سے اجنبی ہو گا یا اجنبی نہ ہو گا۔ موصی سے اجنبی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ موصی کا وارث نہ ہو، غیر وارث ہو۔ اور وصی سے اجنبی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وصی کے حق میں اس کی شہادت مقبول نہ ہو سکتی ہو۔ نیز ان تمام حالات مذکورہ میں یا تو وصی مختار ہو گا یا قاضی کا وصی ہو گا۔ وصی مختار (موصی کا وصی) اگر کسی ایسے شخص سے تجارت کرے اور بچے کا مال اس کے ہاتھ فروخت کرے جو موصی اور وصی دونوں سے اجنبی ہے اور مال منقولہ اشیاء میں سے ہو، تو باتفاق ائمہ حنفیہ یہ بیع پوری قیمت یا کچھ معمولی کمی کے ساتھ جائز ہو گی، کیونکہ تجارت کے معاملات میں کچھ نہ کچھ کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اگر قیمت کی کمی حد سے تجاوز کر گئی تو یہ بیع صحیح نہ ہوگی، کیونکہ وصی کی ولایت بہتری و منفعت کے پیش نظر ہوتی ہے اور حد سے متجاوز نقصان بہتری نہیں کہلاتا، اور اگر فروخت کردہ شئے جائداد غیر منقولہ

ہے تو بیع صحیح نہ ہو گی الا یہ کہ شرع نے اس کی ان حالات میں اجازت دی ہو، جن کو پچھلے صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اگر وصی نے کسی ایسے شخص سے بیع کا معاملہ کیا جو وصی، اور موصی سے اجنبی نہ تھا مثلاً اپنے باپ یا بیٹے سے بیع کی، یا مُوصی کے کسی وارث کے ہاتھ فروخت کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع اس حالت میں صحیح ہو سکے گی جب کہ نا بالغ کے حق میں منفعت بخش ہو، لیکن اگر مثل قیمت پر (یعنی جتنے کی چیز ہونا چاہئے اسی قیمت پر) فروخت کی تو بیع صحیح نہ ہو گی ۔ امام ابو یوسف و محمد فرماتے ہیں کہ مثل قیمت پر بھی صحیح ہو گی۔ کیونکہ اس بیع سے سمانعت کی وجہ (رعایت وغیرہ) کا اتہام پیدا ہونا ہے اور مثل قیمت کی صورت میں بھی یہ شبہ یا اتہام موجود نہیں ہوتا ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس موقعہ پر تینوں اماموں کے نزدیک معمولی کمی کے ساتھ فروخت کر دینا جائز نہ ہو گا۔ یہ وہ صورت ہے جب کہ کسی منقولہ چیز کی بیع کی گئی ہو، غیر منقولہ جائداد کا فروخت کرنا بغیر ان حالات کے جہاں شریعت نے اجازت دی ہے، جائز نہ ہو گا۔

جو احکام نابالغ کی اشیاء کی بیع کے سلسلے میں بیان کئے گئے ہیں وہی نابالغ کے لئے اشیاء خریدنے کے متعلق بھی لازم ہوں گے۔ چنانچہ اگر وصی نے بچے کے لئے کسی اجنبی سے کوئی شئے مثل قیمت پر یا کچھ معمولی سی زیادتی کے ساتھ خریدی تو خریداری صحیح ہوگی، لیکن حد سے زیادہ قیمت میں اضافہ کے ساتھ صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر کسی اجنبی سے خریدای کا معاملہ کیا تو اس میں امام اعظم اور صاحبین کا مذکورہ بالا اختلاف منقول ہے۔ معمولی کمی یا قیمت میں اضافے اور حد سے متجاوز کمی یا اضافے کے درمیان فرق یہ ہے کہ جو کمی، زیادتی قیمت لگانے والے یا اندازہ کرنے والے لوگوں کی قیمت سے بڑھ جائے، وہ حد سے متجاوز سمجھی جائے گی۔ یہ تمام احکام وصی مختار کے سلسلے میں ہیں۔ حاکم کے مقرر کردہ وصی کے لئے کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہ ہو گا جس کی شہادت موصی کے حق میں مقبول نہ ہوتی ہو، کیونکہ وہ حاکم کی جانب سے وکیل ہوتا ہے اور وکیل کا حکم وہی ہوتا ہے جو موکل کا ہوتا ہے، اور موکل (حاکم) کا فیصلہ ایسے شخص کے لئے قابل

قبول نہیں ہوتا جس کی شہادت اس کے لئے مقبول نہ ہوتی ہو۔ یہی حکم اس وصی کی نابالغ کے لئے خریداری پر بھی منطبق ہوگا۔[۶۰]

بیع کی بنیاد

۲۵۲ - باپ کے وصی کے لئے یہ جائز ہوگا کہ اپنا مال نابالغ کو فروخت کر دے یا نابالغ کا مال خود خریدے بشرطیکہ یہ معاملہ نابالغ کے حق میں نفع بخش ہو۔ نفع بخش ہونے کی صورتیں حسب ذیل ہیں :-

(الف) غیر منقولہ جائداد جب کہ دوگنی قیمت پر خریدے اور فروخت جب کہ دو تہائی قیمت پر کی جائے ۔

(ب) منقولہ اشیاء کی صورت میں کل قیمت کا ایک تہائی کے فرق کے ساتھ معاملت جائز ہوگی۔ بشرطیکہ اس معاملت کا یتیم کے حق میں نافع ہونا بالکل واضح ہو۔ لیکن حاکم کے وصی کے لئے کسی حالت میں اپنی ذات کے لئے خریدنا یا اپنی ذات سے نابالغ کے حق میں فروخت کرنا صحیح نہ ہوگا ۔

تشریح

اگر وصی مختار کسی چیز کو یتیم کے مال سے اپنی ذات کے لئے فروخت کرے تو یہ بیع امام ابوحنیفہ کے نزدیک بشرط منفعت صحیح ہوگی۔ اگر وہ شئے غیر منقولہ ہو تو دوگنی قیمت منفعت بخش متصور ہوگی مثلاً پچاس روپیہ کی چیز سو روپے میں خریدے۔ اور اگر شئے منقولہ ہے تو کل قیمت کی ایک تہائی کا اضافہ منفعت بخش متصور ہو گا۔ اس کے بغیر بیع صحیح نہ ہوگی ۔

بعض فقہاء نے یتیم کے حق میں بہتر اور منفعت بخش ہونے کی یہ تعریف کی ہے کہ وصی نے جو قیمت اس مال کی ادا کی ہو اس کا نافع ہونا ہر شخص کے نزدیک واضح ہو۔ ایک تہائی یا دو تہائی کی کوئی تفصیل ضروری نہیں۔ بظاہر یہ قول زیادہ قرین صواب ہے۔ کیونکہ اپنی ذات کے لئے نابالغ کی کسی مال کی بیع کا جائز نہ ہونا شبہ اور تہمت کی بنا پر ہے اور جب اس بیع

---

(۶۰) ردالمختار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ھ، ج ۵، ص ۶۲۰-۶۲۲ -

ماخوذ از جامع الفصولین، محولہ بالا، فصل ۲۷، ص ۲۲-۲۳ -

میں واضح طور پر نابالغ کا فائدہ نظر آرہا ہو تو ناجائز ہونے کی کوئی وجہ قائم نہیں ہوتی۔

لیکن اگر قاضی (حاکم) کا مقرر کردہ وصی ہے تو اس کا اپنی ذات کے لئے خرید لینا یا اپنی کسی چیز کو نابالغ کے ہاتھ فروخت کر دینا خواہ وہ بہتر ہی کیوں نہ ہو، جائز نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حاکم کا مقرر کردہ وصی حاکم کے حکم میں ہے اور حاکم چونکہ خود ایسا کرنے کا مجاز نہیں لہذا اس کا وکیل (مقرر کردہ وصی) بھی نہیں کر سکتا۔[61]

میعادی ادائی پر بیع

۲۵۳ - وصی کے لئے جائز ہوگا کہ کسی اجنبی شخص سے میعادی ادائی پر بیع کا معاملہ کرے بشرطے کہ ادائی قیمت کی مدت بہت زیادہ نہ مقرر کی گئی ہو، اور یہ کہ خریدار سے مدت ختم ہونے پر رقم کی عدم وصولی کا خطرہ لاحق نہ ہو۔

تشریح

وصی کے لئے بیع کے جواز کے بعد یہ سوال باقی رہتا ہے کہ کیا وصی کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ نابالغ کی کسی شئے کو ادھار فروخت کر دے۔ دفعہ ھذا اسی جزئیہ سے متعلق ہے۔ اگر وصی کسی اجنبی شخص کے ہاتھ نابالغ کا مال نابالغ کے حق میں بہتر خیال کرتے ہوئے ادھار پر فروخت کر دے، بشرطے کہ ادائی کی مدت حد سے متجاوز نہ ہو اور عدم وصولی کا خطرہ نہ ہو تو یہ بیع جائز ہوگی۔ اس لئے کہ خرید و فروخت کے معاملہ میں نقد و ادھار کے لین دین سے بچنا ممکن نہیں ہوا کرتا۔ البتہ اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہو گا کہ معاملہ نابالغ کے حق میں کسی خطرے کا باعث نہ ہو۔ اسی لئے مدت کی کمی اور عدم وصولی کے خطرہ نہ ہونے کی شرط رکھی گئی ہے۔[62]

شافعی مسلک :

شافعی مسلک کی زیر مطالعہ کتب میں صراحتاً میعادی ادائی پر بیع کے

---

(۶۱) رد المحتار، ابن عابدین، محولہ بالا، ج ۵، ص ۶۲۰۔
جامع الفصولین، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۵۔

(۶۲) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۵۲۔

بارے میں کوئی قول نہ مل سکا لیکن اصولی طور پر شافعیہ کے نزدیک مذکورہ تصرفات جب کہ نابالغ کے حق میں مضرت رساں نہ ہوں اور اس کے لئے کسی بہتری کا ذریعہ ہوں جائز ہوں گے۔[۶۳]

وصی کا اختیار رهن

۲۵۴ - وصی کے لیے جائز نہ ہوگا کہ وہ نابالغ کے مال سے اپنا دین ادا کرے یا قرض لے یا کسی کو قرض دے دیا اپنا مال نابالغ کے پاس رھن رکھے یا نابالغ کا مال اپنے پاس رھن رکھے البتہ یہ جائز ہوگا کہ اگر کسی اجنبی شخص کا نابالغ پر دین ہے یا میت پر دین ہے تو نابالغ کی جائداد کو رھن رکھ دے یا اگر نابالغ کا مال کسی دین میں مطلوب ہے تو اس کے عوض میں رھن رکھ دے یا کفالت قبول کرے -

تشریح

وصی کے لئے یہ امر جائز نہیں ہے کہ اپنے ذاتی دین کو نابالغ کے مال سے ادا کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح کسی کو نابالغ کا مال بطور قرض دینا بھی جائز نہیں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں نابالغ کے مال کو ایسے معاملات میں صرف کر دینے سے روک دینا لازم آئے گا، جو نابالغ کے حق میں اس کے مال کے اضافہ کا ذریعہ ہوتے، جب کہ وصی کو اس امر پر مامور کیا گیا ہے کہ اس کے تصرفات نابالغ کے حق میں اس کے مال کے اضافے یا منفعت کا سبب ہوں۔

اگرچہ نابالغ کا مال قرض دینے سے وصی کو روک دیا گیا ہے لیکن اگر وصی نے (اتفاقاً) قرض دے دیا تو فقہاء نے اس عمل کو اس کی معزولی کا سبب قرار نہیں دیا ہے، یعنی وہ اس عمل کی وجہ سے منصب وصایت سے معزول نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرض کا دینا لامحالہ کسی انتہائی ضرورت مند کے حق میں ہوگا، اور قرض وہی شخص طلب کرے گا جو اپنی ضروریات میں محتاج کی حد تک پہونچ چکا ہو۔ شارع نے محتاجوں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے پر متعدد مقامات پر تاکید فرمائی ہے اور اس کے لئے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لئے فقہاء نے وصی کا اتفاقاً قرض دینا اس کی معزولی کا

---

(۶۳) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۳۵-۳۳۶ -

سبب قرار نہیں دیا، البتہ اس قدر مال کا وہ یتیم کے حق میں ضامن قرار پائے گا۔

اس کے برخلاف، حاکم (قاضی) کے لئے یہ تصرف جائز ہوگا کیونکہ اس کو مال کی وصولی پر کامل قدرت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن حاکم (قاضی) کے حق میں بھی اس کی اجازت آزادانہ طور پر نہیں ہے، بلکہ جب حاکم یہ خیال کرتا ہو کہ یتیم کا وہ مال جس کو قرض دیا جارہا ہے کسی اضافے کے طریقوں میں صرف کر کے اضافہ نہیں کیا جا سکے گا اور مال اسی طرح پڑا رہے گا تب وہ کسی حاجت مند کی ضرورت پوری ہونے کے خیال سے وقت معین کے لئے قرض دے سکتا ہے۔

وصی کے لئے جو حکم، نابالغ کے مال کو قرض پر دینے کا بیان کیا گیا ہے وہی حکم نابالغ کے لئے قرض لینے کا بھی ہے۔ جس طرح قرض دینا جائز نہیں اسی طرح بلا ضرورت قرض لینا بھی جائز نہیں۔ اگر وصی نے بچے کے لئے قرض لیا تو اس قدر مال کا خود وصی ضامن ہوگا۔ لیکن امام محمد نے فرمایا ہے کہ اگر قرض کی ادائی پر وصی کو قدرت حاصل ہے تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

اگر نابالغ کا خود وصی پر دین ہو (مثلاً وصی نے نابالغ کے مال سے کوئی شئے اپنی ذات کے لئے خریدی ہو اور اس خریداری میں نابالغ کا فائدہ تھا یا نابالغ کی کسی شئے کے ضائع کردینے کےسبب اس پر ضمان عائد ہوگیا ہو) تو وصی کے لئے جائز نہ ہوگا کہ اس دین کے بدلے یا ضائع کر دینے کے عوض اپنے ذاتی مال میں سے کسی شئے کو نابالغ کے پاس (یعنی اپنے ہی قبضے میں) بطور رھن رکھدے۔ اگر ایسا کیا گیا اور رھن رکھی ہوئی شئے (مرھونہ) ضائع ہوگئی تو وصی پر نابالغ کا دین بدستور واجب الاداء رہے گا، اور اس کے مال کا وصی سے مطالبہ کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر نابالغ پر وصی کا دین ہو (مثلاً وصی نے اپنی مملوکہ اشیاء سے کسی شئے کو یتیم کے ھاتھ فروخت کیا، اور اس کی قیمت یتیم کے مال سے ابھی وصول نہ کی، یا یتیم کے لئے کسی دوسرے سے کوئی مال خرید کر قیمت

اپنے ذاتی مال سے ادا کر دی جو یتیم کے مال سے وصول نہیں کی) تو وصی کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ اپنے اس دین کے عوض یتیم کی کسی چیز کو اپنے پاس رہن رکھ لے۔ البتہ بچے کا باپ اس حکم سے مستثنی ہوگا۔ باپ کے لئے دونوں امر جائز ہیں یعنی وہ اپنے بیٹے کا مال اپنے پاس رہن رکھ سکتا ہے۔ اور اپنا مال بھی بیٹے کے حق میں رہن رکھ سکتا ہے۔ اس فرق کی وجہ فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ، رہن کے معاملے میں ایک فرد دونوں جانب سے متولی نہیں ہو سکتا، یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک فرد راھن بھی ہو اور مرتہن بھی ہو، لیکن اس اصول کو فقہاء نے باپ کے حق میں مستثنیٰ قرار دیا ہے، اور اس کی ایک ذات کو دو ذاتیں اور اس کے ایک کلام کو دو کلام تصور کیا ہے، جس کی وجہ باپ کی اپنی اولاد کے حق میں انتہائی شفقت ہے۔ بخلاف وصی کے، کیونکہ اس کی شفقت باپ کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، نابالغ کے مال کو وصی کے پاس رہن رکھنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ وصی بیک وقت راھن اور مرتہن نہیں ہوسکتا، لہذا اگر وصی کسی ایسے اجنبی شخص کے پاس نابالغ کا مال رہن رکھدے جس کا نابالغ پر یا اس کے باپ پر قرض تھا تو وصی کا یہ عمل جائز ہوگا۔

اگر وصی نے نابالغ کی جانب سے اس کے مال سے دوسروں کے ساتھ تجارت کی ہو اور اس کے تجارتی عمل سے نابالغ کے ذمہ دین لازم ہو گیا ہو یا وصی نے نابالغ کی کسی ضرورت کے لئے کوئی چیز خریدی ہو جس کی قیمت ادا نہ کی ہو تو ان حالات میں یہ دین نابالغ کے ذمہ لازم ہوگا اور ان حالات میں اس کے لئے یہ جائز ہوگا کہ دائن کے پاس نابالغ کےمال سے کچھ حصہ رہن رکھ دے، کیونکہ تجارت کا معاملہ نابالغ کے حق میں بالعموم حصول منفعت کے لئے ہوتا ہے جس کا حق وصی کو دیا گیا ہے۔ تجارت کے لین دین کا سلسلہ مسلسل جاری رہتا ہے جس میں رہن رکھنے اور رہن دینے کی ضرورت بھی پیش آتی رہتی ہے، اس سے بچنا ممکن نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ اگر وصی نابالغ کے خورو نوش یا لباس کے لئے کچھ اشیاء قرض خریدے اور قیمت کے عوض کچھ مال رہن رکھ دے تو یہ جائز ہوگا، کیونکہ ضرورت پوری کرنے کے لئے ایسا کرنا جائز ہوتا

ہے۔ رہن رکھدینا گویا دوسرے کے حق کا ایفاء کرنا ہے جو شرعاً جائز بلکہ مستحسن امر ہے۔

جس طرح وصی میت یا نابالغ کے دین کے عوض نابالغ کے مال کو رہن رکھ سکتا ہے، اسی طرح وہ نابالغ کے دین کی وصولی کے لئے دوسرے کا مال اپنے پاس رہن بھی رکھ سکتا ہے، اور کفالت کا مطالبہ بھی کر سکتا ہے، کیونکہ مذکورہ ہر دو فعل سے یتیم کا فائدہ مقصود ہوگا، جس کا وصی کو پورا حق حاصل ہے۔ [۶۴]

شافعی مسلک

شافعیہ کے نزدیک نابالغ کے مال میں اگر رہن یا قرض وغیرہ جیسے تصرفات اس کے حق میں مفید ہوں تو جائز ہوں گے، ورنہ جائز نہ ہوں گے۔ [۶۵]

وصی کا وکیل مقرر کرنا

۲۵۵ - وصی کے لئے اپنے جانب سے اپنے استحقاقی تصرفات میں کسی شخص کو وکیل مقرر کر دینا جائز ہوگا۔ یہ وکیل وصی یا نابالغ کی موت سے خود بخود معزول ہو جائے گا۔

تشریح

چونکہ وصی کو یتیم کے اموال پر تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے، اس بنا پر اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بذات خود تصرفات کرے یا کسی دوسرے کو ان امور کی تکمیل کے لئے اپنا وکیل مقرر کرے۔ توکیل کے معنی کسی ایسے شخص کی جانب سے جو خود ان تصرفات کا مالک ہے کسی شخص کو اپنی ذات کے لئے اپنے استحقاقی تصرفات میں نائب بنانا ہے اس لئے یہ وکیل اپنے موکل کا نائب ہو کر وہ تصرفات انجام دے گا جو اس کو تفویض کئے گئے ہوں۔ وکیل موکل کی موت کے بعد خود بخود معزول ہوجائے گا، اسی طرح

(۶۴) جامع الفصولین، مطبوعہ مصر، محولہ بالا، ج ۲، ص ۱۴ (ماخوذ)۔
فتاوی عالمگیری، مطبوعہ دیو بند، محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۵۳ (ماخوذ)۔
(۶۵) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، محولہ بالا، ج ۱، ص ۳۲۵-۳۶۔

جب کہ بچے کا انتقال ہوجائے، کیونکہ وکیل درحقیقت نابالغ کی ملک میں تصرف کرتا ہے۔[٦٦]

شافعی مسلک :

امام شافعی کے نزدیک جن امور کو وصی بذات خود (حقیقی طور پر) انجام نہیں دے سکتا ان میں اس کی کسی دوسرے شخص کو وکیل بنا دینا جائز ہے۔[٦٧]

مالکیہ مسلک :

مالکی فقہہ کی مشہور کتاب جواہر الاکلیل میں وصی کے وکیل مقرر کرنے کے سلسلے میں کوئی صریح قول نظر سے نہیں گذرا، البتہ ایک قول یہ ضرور ملتا ہے کہ وکیل ایسے امور کی انجام دہی کے لئے کسی دوسرے شخص کو وکیل مقرر کر سکتا ہے جن کو وہ خود انجام نہ دے سکتا ہو یا کثرت کار کے سبب انجام دینے سے قاصر ہو۔ اس مسئلہ سے یہ امر مستخرج کیا جا سکتا ہے کہ جب معذور ہونے کی صورت میں وکیل کسی دوسرے شخص کو اپنا نائب بناسکتا ہے تو ایک وصی بدرجۂ اولیٰ اس کا مستحق ہوگا۔

حنبلیہ مسلک :

حنبلی فقہہ میں امام احمد بن حنبل کے دو قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ وصی اور حاکم کو ایسے امور میں وکیل مقرر کرنا جائز ہوگا جن کو وہ بذات خود انجام نہ دے سکتا ہو یا کثرت کار کی بناء پر انجام نہ دے سکے دوسرا قول یہ ہے کہ مقرر نہیں کر سکتا۔ (٦٩) المقنع میں دوسرے قول کو ،، قول فی المذہب ،، قرار دیا گیا ہے۔ (٦٩الف) جبکہ المحرر کے طرز بیان سے پہلا قول قوی نظر آتا ہے۔

---

(٦٦) جامع الفصولین، محولہ بالا، ج ۲، ص ۲۰۰۔

فتاوی عالمگیری، محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۵۴۔

(٦٧) المہذب، الفیروزآبادی، الشیرازی، محولہ بالا، ج ۱، ص ۴۷۱۔

(٦٨) جواہر الاکلیل، صالح عبد السمیع الآبی، محولہ بالا، ج ۲، ص ۱۲۸۔

(٦٩) المحرر فی الفقہ، مجد الدین ابو البرکات، ج ۱، ص ۳۴۹-۵۰۔

(٦٩الف) المقنع، محولہ بالا، ج ۲، ص ۱۵۰۔

وصی کا اقرار دین

۲۵۶ - (۱) اگر میت یا نابالغ کا کسی پر دین ہو، اور اس دین کو ثابت کرنے کے لئے وصیت یا نابالغ کی جانب سے شہادت موجود نہ ہو اور مدیون دین سے انکاری ہو تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ فریق مقابل (مدیون) سے، جس مقدار پر مناسب ہو، صلح کر لے، لیکن اگر میت یا نابالغ کی جانب سے دین کے ثبوت کے لئے شہادت عادلہ موجود ہو، یا مدیون دین کا اقراری ہو یا یہ کہ حاکم کی عدالت سے وجوب دین فیصل شدہ ہو تو ایسی صورت میں وصی کے لئے حق سے کم مقدار پر صلح کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۲) اگر میت یا نابالغ پر کسی معین شئی کا دعوی کیا گیا ہو اور مدعی کے پاس دعوی کے ثبوت میں شہادت موجود ہو، یا اس کا دعوی عدالت سے فیصلہ شدہ ہو تو وصی سے لئے جائز ہوگا کہ شئی مندعویہ کے بقدر قیمت پر صلح کر لے۔

(۳) وصی کا میت کے ذمہ دین یا اسکے ذمہ کسی معین شئی کے واجب ہونے یا وصیت موجود ہونے کا اقرار کرنا صحیح نہ ہوگا۔ البتہ اگر میت کا کوئی وارث میت کے ذمہ دین کا اقرار کرے تو اس مقر کے حصہ کی حد تک اقرار صحیح متصور ہوگا، لیکن دوسرے غیر مقر ورثاء کے حق میں یہ اقرار غیر موثر ہوگا۔ اور مقر لہ محض اس وارث مقر کے حصہ کے بقدر اپنا حق پالےگا۔ یہی حکم اس وقت ہوگا جب کہ کسی وارث نے میت کے ترکہ میں ایک تہائی کی وصیت موجود ہونے کا اقرار کیا ہو، تو یہ اقرار بھی اس کے حصہ کے بقدر معتبر ہوگا۔

تشریح

جب کہ موصی یا نابالغ کا کسی پر دین ہو یا موصی یا نابالغ پر کسی دوسرے شخص کا دین ہو اور وصی اس دین سے صلح کرنا چاہے تو اس صلح کی بنیاد بھی یتیم کے حق میں اس کی منفعت پر ہوگی۔ اگر یہ صلح یتیم کے حق میں بہتری اور منفعت کا سبب نہ قرار پاتی ہو تو صحیح نہ ہوگی۔ چنانچہ دین سے صلح کرنے کی متعدد حالتیں وجود میں آسکتی ہیں۔ اول یہ کہ موصی یا نابالغ کا کسی دوسرے شخص یا اشخاص پر دین ہو۔ تو یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا اس دین کا ثبوت مدیون کے ذمہ ممکن و سہل ہے یا نہیں۔ اگر دین کا ثبوت ممکن ہے مثلاً شہادت عادلہ دین کے ثبوت کے لئے موجود ہے یا یہ کہ

خود مدیون دین کا اقراری ہے، یا یہ کہ عدالت کے فیصلے سے دین مدیون کے ذمہ ثابت شدہ ہے۔ اور وصی اس دین کے مقابلے میں بجائے دین کی وصولی کے صلح کرنا چاھتا ہے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ وصی نے کسی ایسی چیز پر صلح کی ہے جو موصی یا نابالغ کے دین کی ہم جنس ہے یا یہ کہ کسی غیر جنس پر صلح کی ہے۔ اگر دین ہی کی ہم جنس پر صلح کی مثلاً ہزار روپے کے دین کے مقابلے میں ۹۰۰ روپے پر صلح کرلی تو یہ صلح ناجائز ہوگی، کیونکہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ وہ موصی کے دین کا کچھ حصہ چھوڑ رہا ہے، جس کا اسے حق نہیں پہونچتا۔ اور اگر غیر جنس کے عوض صلح کی ہے مثلاً ہزار روپے کے دین کے عوض موصی کے مدیون سے اس کا کوئی مکان خرید لیا۔ یہ مکان یا تو اسی قیمت کا ہوگا یا اس سے زائد قیمت کا یا کم قیمت کا اگر اول یا دوسری حالت ہے تو صلح بلا شبہ جائز ہوگی لیکن تیسری حالت میں جائز نہ ہوگی، جب کہ مکان کی قیمت بہت زیادہ کم ہو۔ البتہ اگر معمولی کمی ہے تو صلح جائز ہوگی۔ ایسی معمولی کمی نظر انداز کر دی جائے گی جس سے بچنا عام طور پر ممکن نہیں ہوا کرتا۔

اگر میت کے دین کے ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل یا ثبوت موجود نہیں جن کے ذریعہ مدیون پر دین ثابت کیا جا سکے، تو ایسی صورت میں وصی کے لئے ہر طرح صلح کر لینا جائز ہوگا۔ برابری یا کسی کمی کا کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ایسی حالت میں نابالغ کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ جس طرح اور جتنا ممکن ہو مال وصول ہوجائے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو کل دین ضائع ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔

وصی کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ میت کے کسی پر واجب دین کا کچھ حصہ معاف کر دے، یا اس سے بری الذمہ کر دے، یا اس کے مدت ادائی مقرر کر دے جبکہ یہ دین میت کے اپنے عمل سے واجب شدہ ہو۔ لیکن اگر وصی کے اپنے تصرفات کی بناء پر کسی پر دین واجب ہوا ہو تو پھر امام اعظم و امام محمد کے نزدیک وصی کا مذکورہ عمل جائزہوگا اور وصی یتیم کے حق میں ضامن ہوگا اور اس کا بار خود وصی کی ذات پر ڈالا جائےگا۔ لیکن امام ابویوسف کے نزدیک وصی ضامن نہ ہوگا۔

یہ وہ صورتیں تھیں جہاں موصی یا نابالغ کا دین کسی پر واجب ہو۔ لیکن جن صورتوں میں کہ میت (موصی) یا نابالغ کے ذمہ لوگوں کا دین ہو۔ اور دائن نے وصی سے اپنے دین یا ضائع شدہ چیز کی قیمت کا مطالبہ کیا ہو، تو اگر یہ دعوی ثابت شدہ نہیں ہے تو وصی کے لئے صلح کرلینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ اس صلح سے نابالغ کا نقصان ہوگا۔ اور اگر مدعی کا دعوی ثابت شدہ ہے تو اس حالت میں صلح کرلینا جائز ہوگا۔

ثبوت کے طریقے:

چنانچہ میت (موصی) یا نابالغ کا اگر کسی پر دین ہو تو اس کے ثبوت کے تین طریقے ہیں:-

(۱) شہادت (۲) عدالت کا فیصلہ، (۳) مدیون کا اقرار

اور اگر میت یا نابالغ پر کسی کا دین ہو تو اس کے ثبوت کے لئے مخص دو طریقے ہو سکتے ہیں:-

(۱) شہادت، اور (۲) عدالت کا فیصلہ

اقرار سے میت یا نابالغ کے ذمہ دین ثابت نہ ہو سکے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اقرار کسی امر کے ثبوت کے حق میں کمزور حجت ہوا کرتا ہے۔ اقرار کرنے والے کی ذات ہی پر اس کا اثر مرتب ہو سکتا ہے۔ دوسرے کی ذات تک متعدی نہیں ہوا کرتا۔ لہذا جب کہ میت کا یا نابالغ کا دین کسی کے ذمہ ہو اور مدیون اقرار کرے تو چونکہ مدیون کا تعلق ان افراد سے ہے جو اقرار کرنے کے اہل ہیں۔ اس لئے اس کا اقرار اس کی ذات کے حق میں قابل اعتبار ہوگا۔ لیکن دوسری صورت میں چونکہ مدیون میت ہے جو اقرار کی اہل نہ رہی، یا نابالغ یتیم ہے جس کا اقرار عدم بلوغ کی بناء پر قابل لحاظ نہیں اور وصی اگرچہ میت کا نائب ہے اور نابالغ کے مال پر اس کو ولایت حاصل ہے، لیکن وصی کا اقرار میت یا یتیم کے خلاف اثر انداز نہ ہوگا، یعنی وصی کے اقرار سے ان کے ذمہ دین لازم نہ ہوگا۔

چنانچہ اگر وصی نے ترکے کی کسی چیز کے متعلق یہ اقرار کیا کہ یہ

موصی کی نہیں بلکہ فلاں کی ہے، خواہ یہ رقم کسی قدر ہو یا کوئی شئی منقولہ یا غیر منقولہ ہو، تو یہ اقرار ناقابل اعتبار ہوگا۔ [۷۰]

وصی کے ذمہ ضمان

۲۵۷ - اگر وصی نے میت کا کوئی ایسا دین ادا کر دیا جس پر مدعی کے پاس شہادت نہ تھی اور نہ اس کے متعلق حاکم عدالت کا فیصلہ موجود تھا، اور نہ وصی کے پاس اس دین کے ثبوت کے لئے شہادت موجود تھی اور نہ ورثاء نے دین کی تصدیق کی تھی بلکہ حلفاً لاعلمی ظاہر کی تھی تو وصی ورثاء کے حق میں اس روا کردہ رقم کی واپسی کا ذمہ دار ہوگا۔

تشریح

ان تمام امور واجبہ میں جو موصی کے کسی پر ہوں یا موصی پر کسی کے ہوں وصی موصی کا قائم مقام ہوتا ہے، لہذا جس طرح موصی اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتا ہے اسی طرح یہ مطالبات وصی سے بھی کئے جا سکتے ہیں، چنانچہ اگر کسی شخص نے موصی کی موت کے بعد اس پر اپنے دین کا دعوی کیا تو اب اس کا مخالف (مدعاعلیہ) وصی ہوگا، اور بشرط ثبوت وصی کو میت کے مال سے دین ادا کرنے کا حق حاصل ہوگا اور جو کچھ ادا کیا جائے گا اس پر اس کی ضمان عائد نہ ہوگی۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے دین ثابت شدہ ہونے کے تین طریقے ہیں

(۱) اول یہ کہ حاکم کی عدالت میں دین کے اثبات میں شہادت عادلہ پیش کر کے ثبوت بہم پہونچایا گیا ہو اور حاکم نے دین کے ثبوت کا فیصلہ کر کے حکم دے دیا ہو کہ دین ادا کیا جائے

(۲) دوم یہ کہ موصی کی حیات میں اس پر باضابطہ دین کا فیصلہ ہو چکا تھا لیکن قبل ادائی دین موصی کا انتقال ہو گیا تھا۔

(۳) سوم یہ کہ دین کے مدعی کے دعوے کے میت کے اهل ورثاء اقراری ہوں۔

---

(۷۰) فتاوی عالمگیری، محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۵۴۔
جامع الفصولین، محولہ بالا، ج ۲، ص ۱۷۔

چنانچہ ان حالات میں جب وصی دین ادا کر دے تو اس پر اس کے ذاتی مال سے تاوان عائد نہ ہوگا بلکہ اس دین کا بار میت کے ترکہ پر ڈالا جائے گا۔

لیکن اگر دین ان تین طریقوں میں سے کسی طریقے پر ثابت شدہ نہیں ہے۔ اب اگر وصی کو اس دین کا یقینی علم ہے مثلاً موصی نے وصی کے سامنے اقرار کیا تھا، کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ اتنا اتنا دین ہے، یا وصی نے موصی کو دیکھا تھا کہ اس نے کسی شخص کی کوئی چیز ضائع کر دی تھی اور اس کا معاوضہ ادا نہ کیا تھا، اور انتقال کر گیا۔ اس صورت میں بعض فقہاء کے نزدیک وصی دین ادا کر سکتا ہے، جب کہ بعض فقہاء کے نزدیک ادا نہیں کر سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف قضاءً ہے دیانۃً وصی کو یہ حق ہوگا کہ میت کے اس دین کو بھی ادا کر دے۔ چنانچہ وہ فقہاء جو وصی کے اس اختیار کے قائل ہیں ان کے نزدیک اگر وصی نے بربنائے دیانت دائن مدعی کے حاکم کی عدالت میں دعویٰ پیش کئے بغیر موصی کے ذمہ جو دین تھا اپنے ادا کر دیا تو وصی پر یہ تاوان نہ ڈالا جائے گا۔ کیونکہ اس نے موصی کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کیا ہے جو وہ خود اپنی زندگی میں پوری نہ کر سکا تھا۔ لیکن اگر یہ معاملہ قاضی کی عدالت تک پہونچ گیا تو اس صورت میں حاکم یہی فیصلہ کرے گا کہ وصی اپنے مال سے بقدر ادائی دین رقم ترکے میں شامل کرے۔ لیکن اگر وصی اس ادا کردہ دین کے ثبوت پر شہادت پیش کرنے پر تیار ہو تو یہ موقعہ اس کو دیا جائے گا۔ کیونکہ اس طرح وہ اپنی ذات سے ضمان کا دفع کرنے والا ہوگا، جس کا حق شرعاً اس کو حاصل ہے، لیکن اگر وصی نے شہادت قائم نہیں کی اور میت کے ایسے ورثا موجود ہوئے جو موصی کے ذمہ دین کی تصدیق کی اہلیت رکھتے ہیں تو قاضی ان سے اس کے متعلق معلوم کرے گا۔ اگر وہ اقرار کریں تو فبہا، ورنہ بعد حلف وصی کے ذمہ ضمان عائد کر دیا جائے گا۔ [۱]

(۱) فتاوی عالمگیری، محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۵۵۔
جامع الفصولین، محولہ بالا، ج ۲، صص ۱۷، ۲۴، ۲۶، ۲۷۔
رد المحتار، ابن عابدین، محولہ بالا، ج ۶، ص ۹۲۹۔

بی کا معاوضہ

۲۵۸ - بشرط طلب ، وصی ، اپنے منصب وصایت اور کارکردگی کا معاوضہ پانے کا مستحق ہوگا ، جو اجر مثل (واقعی اجر) کی حد تک دیا جا سکے گا ۔

تشریح

وصی میت کے بعد اس کے یتیم بچوں کا نگران ہوتا ہے اور اس کو اپنے ذاتی معاشی اسباب و وسائل مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ ان یتیم بچوں کے معاشی امور کی نگرانی بھی کرنا ہوتی ہے جو ان بچوں کے سن رشد کو پہونچنے تک قائم رہتی ہے۔ اس لئے اگر وصی کے لئے اس کی خدمات کا معاوضہ دینا ممنوع قرار دے دیا جائے تو عین ممکن ہے کہ وہ مفوضہ خدمات کو دل چسپی سے انجام نہ دے۔ لہذا عام فقہاء کے نزدیک اس کا معاوضہ لینا جائز ہوگا۔ البتہ اس مسئلہ میں یہ صراحت پائی جاتی ہے کہ اگر وصی ضرورت مند ہے تو ایسی صورت میں خدمات کا معاوضہ لینا بالاتفاق صحیح ہوگا۔ لیکن اگر وصی ضرورت مند نہیں ہے تو ایک گروہ کے نزدیک معاوضہ لینا درست نہ ہوگا کیونکہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے " من کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیراً فلیأ کل بالمعروف "(۱ الف) دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ہر دو حالتوں میں معاوضہ لے سکتا ہے۔ کیونکہ جب وصی معاوضہ کا طلب گار ہو تو ظاہر ہے کہ بغیر معاوضہ کے اس سے بچوں کی خدمات کا جبری مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اپنی خدمات میں بچوں کے ساتھ ایک محسن کا درجہ رکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ محسن پر اس کے احسان کرنے پر جبر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک اجرت کی مقدار کے اندازہ کا تعلق ہے اس کا مدار خدمات کی نوعیت پر ہوگا [۲]، راقم الحروف کے نزدیک بھی آخری نقطۂ نظر انسب ہے۔ اسی بناء پر دفعہ ھذا میں " بشرط طلب " کی صراحت کر دی گئی ہے۔

حساب فہمی

۲۵۹ - موصی کے نابالغ بچوں کو بعد بلوغ وصی سے اپنی ذات پر صرف کئے جانے والے اخرجات کے محاسبہ کا حق حاصل ہوگا۔

(۱ الف) سورہ نساء، آیت ۶ - (جو شخص غنی ہو اس کو چاہئے کہ عفت اختیار کرے اور جو شخص حاجت مند ہو وہ عرف کے مطابق کھا لے)

(۲) الدر المختار، (مع رد المحتار)، حصکفی، محولہ بالا، ج ۵، ص ۶۲۴ -

فتاوی عالمگیری، محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۵۵ -

تشریح

چونکہ نابالغوں کے اموال وصی کی محافظت میں ہوتے ہیں اور وہ اس امر کا مکلّف ہوتا ہے کہ ان بچوں پر ان کی ضروریات زندگی کے مطابق صرف کر کے ان کی پرورش کرتا رہے، اور یہ کام اس وقت تک جاری رکھے جب تک کہ بچے حد بلوغ کو پہونچکر حسن تصرف کے اہل نہ ہوجائیں، اور جب اس درجہ کو پہونچ جائیں تو وصی پر لازم ہوگا کہ وہ ان کا بقیہ تمام مال ان کے سپرد کردے، اور جو کچھ ان کی نابالغی کے زمانے میں ان پر صرف کیا ہے، تفصیل کے ساتھ مکمل حسابات پیش کردے۔[۴۳]

وصی کی ذمہ داری کی نوعیت

۲۶۰ - اگر حساب کی افہام و تفہیم سے قبل وصی کا انتقال ہوگیا تو موصی کے ورثاء سے حساب فہمی کا حق نہ ہوگا، الا یہ کہ وصی نے اپنی حیات میں یتیم کے اموال کی تفصیلات بیان کر دی ہوں اور بوقت وفات وصی وہ اموال موجود ہوں یا وہ اموال یا ان کا کچھ حصہ وصی کی وفات کے بعد ضائع ہوا ہو۔

تشریح

اصول یہ ہے کہ اگر یتیم نابالغ کے مال کی تفصیل بیان کرنے سے قبل وصی کا انتقال ہوگیا تو اس کی ضمان وصی کے ترکے سے وصول نہ کی جائے گی اور اگر اس نے اپنی حیات میں تفصیل بیان کر دی ہو اور وہ بیان کردہ مال موجود ہو تو نابالغ اس کا مالک ہوگا اور اگر بعینہ موجود نہ ہو مثلاً ضائع ہو گیا ہو تو نابالغ کو وصی کے ترکے سے وصول کر لینے کا حق حاصل ہوگا۔

---

(۴۳) فتاوی عالمگیری، محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۵۷ (ماخوذ)۔

بعضہ از جامع الفصولین، محولہ بالا، ج ۲، ص ۲۹۔

ردّ المحتار مع در المختار، ابن عابدین، محولہ بالا، ج ۵، ص ۶۳۴۔

چنانچہ حساب فہمی سے قبل وصی کا انتقال ہو گیا تو اگر اس نے مال کی تفصیل بیان کر دی ہے کہ اتنا مال نقد ہے اور اتنی اتنی فلاں فلاں اشیاء ہیں اور اگر یہ سب اشیاء و نقدی موجود ہوں تو یتیم ان تمام اموال کا مالک ہوگا اور اگر ان مفصلہ اشیاء میں سے کوئی چیز موجود نہ ہو تو یتیم وصی کے ترکہ سے لے لینے کا مستحق ہوگا۔ لیکن اگر وصی نے کوئی تفصیل بیان نہ کی ہو تو جو اشیاء اموال نابالغ کے واضح طور پر موجود و متعین ہوں وہ یتیم کی ملکیت ہوں گی اور جو موجود نہ ہوں ان کو وصی کے ترکے سے وصول نہ کیا جا سکے گا۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فقہاء کے نزدیک وصی امین کا درجہ رکھتا ہے، اور امین پر امانت و ودیعت کے مال کی ضمان عائد ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کے پاس اپنی کوئی چیز ودیعت رکھی اور جس کے پاس ودیعت رکھی اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ اور اس نے ودیعت کے متعلق کچھ بیان نہ کیا اور نہ وہ اس کے متروکہ میں موجود پائی گئی یا کسی شخص نے کسی دوسرے سے کوئی چیز کرایہ پر لی تھی یا عاریتاً لی تھی اور لینے والے کا بغیر بیان کئے انتقال ہو گیا اور یہ اشیاء جو کرایہ پر یا عاریت پر لی تھیں متروکہ میں موجود نہ پائی گئیں تو اس اجارے پر یا عاریت پر لینے والوں کے ترکے سے ان اشیاء کی قیمت مالکوں کو ادا کرنا ہوگی۔ لیکن وصی کی صورت میں اگر وصی بغیر تفصیل بیان کئے انتقال کر جائے تو جو چیز اس کی موجود نہ ہو اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وصی کے ترکے سے وصول نہ کی جائے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بلا شبہ وصی امین بھی ہوتا ہے لیکن وصی اور امین میں ایک فرق یہ ہے کہ وصی ایسا امین ہوتا ہے جس کو یتیم نابالغ کے مال میں ان تمام تصرفات کا حق حاصل ہوتا ہے جو اس کے حق میں نافع ہوں

اسی بناء پر وصی کے ساتھ ایسی قانونی رعایتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں جو امین محض کے ساتھ نہیں کی جاتیں، بخلاف اس شخص کے جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہو یا اس نے کرایہ پر کوئی چیز لی ہو یا عاریتاً لی ہو، ان کو کسی قسم کے دیگر تصرفات کا حق نہیں ہوا کرتا۔"[۳۳]

بحمداللہ جلد چہارم ختم ہوئی۔

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جلد پنجم" قانون وارثت"۔

---

(۳۳) الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیہ، زید الابیانی، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ء، ج ۲، ص ۱۹۳۔

فہرست کتب حوالہ

قرآن (حکیم) :

سورۂ آل عمران، الانعام، الاعراف، ابراھیم، البقرہ، بنی اسرائیل، تغابن، التین، الجاثیہ، الحج، الحجرات، الروم، الزخرف، ص، الفاطر، الفرقان، ق، المائدہ، الممتحنہ، النحل، یونس، یسین۔

تفسیر قرآن :

الجصاص، ابو بکر (م ۳۷۰ھ) :
احکام القرآن، مصر ۱۳۲۸ھ
الخازن، علاءالدین بن علی (م ۷۲۵ھ) :
تفسیر الخازن، مصر

حدیث نبوی :

ابن ماجہ، محمد بن یزید (م ۲۷۳ھ) :
سنن ابن ماجہ، اصح المطابع، کراچی
ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی (م ۲۷۵ھ) :
سنن ابو داؤد، اصح المطابع، کراچی،
بخاری، محمد بن اسمعیل (م ۲۵۶ھ) :
الصحیح (البخاری)، اصح المطابع، کراچی
البغوی، حسین بن محمود، (م ۵۰۶ھ) :
مشکوۃ المصابیح، اصح المطابع، کراچی
الزرقانی، محمد بن عبدالباقی (م ۱۱۲۲ھ) :
الزرقانی، شرح مؤطا، مصر ۱۳۸۱ھ

فقہ اربعہ

الشعرانی، عبدالوھاب بن احمد (م ۱۰۰۰ھ) :
المیزان الکبریٰ، مصر
الدمشقی، محمد بن عبدالرحمن (م ۸۰۰) :
رحمتہ الامۃ، (برحاشیہ المیزان الکبریٰ)، مصر

فقہ حنبلی :

ابن قدامہ، المقدسی،
المقنع، مصر
شرف الدین، المقدسی، م ۹۶۸ھ):
الاقناع، مصر
مجدالدین، ابو البرکات (م ۶۵۲ھ) :
المحرر، مصر ۱۳۵۰ھ

فقہ حنفی :

ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) :
البحر الرائق، مصر ۱۳۱۱ھ
ابن عابدین (م ۱۲۵۲ھ) :
ردالمحتار، مصر ۱۳۲۷ھ،
اعزاز علی، مولانا، دیوبندی :
حاشیہ نورالایضاح، اصح المطابع ۱۳۸۲ھ
بابرتی، اکمل الدین :
العنایہ شرح الہدایہ (بر حاشیہ فتح القدیر)، مصر ۱۳۵۶ھ
بحر العلوم، عبدالعلی اللکھنوی :
فائدہ جلیلہ بآخر نور الا یضاح، اصح المطابع ۱۳۸۲ھ
حصکفی، علاءالدین (م ۱۰۸۸ھ) :
الدر المختار، بر حاشیہ رد المحتار، مصر ۱۳۲۷ھ
داماد آفندی (م ۱۰۷۸ھ) :
مجمع الانھر، مصر ۱۳۲۴ھ
السرخسی، شمس الدین، شمس الائمہ، (م ۴۸۲ھ):
المبسوط، مصر ۱۳۲۴ھ
السرخسی، محمد بن سہل (م ۴۹۰ھ) :
شرح السیر الکبیر، مصر ۱۳۵۸ھ
قاضی سماوہ (م ۸۲۳ھ) :
جامع الفصولین، مصر ۱۳۱۰ھ
الکاسانی، علاءالدین بن ابی بکر (م ۵۸۷ھ) :
بدائع الصنائع، مصر ۱۳۲۸ھ
لجنۃ الدولۃ العثمانیہ :

مجلة الاحکام العدلیه، اصح المطابع، کراچی
مرغینانی، برهان الدین (م ۵۹۳ھ) :
الهدایه، قرآن محل، کراچی،
نسفی، محمود (م ۷۱۰ھ) :
کنزالدقائق، مجتبائی دهلی
نظام الدین والجماعة، مولاناه
فتاوی عالم گیری، دیوبند انڈیا،

فقه شافعی

الخطیب محمد الشر بینی (۹۷۷ھ) :
مغنی المحتاج، مصر ۱۳۷۷ھ
الشیرازی، ابراهیم بن علی الفیروزآبادی (م ۴۷۶ھ) :
المهذب، مصر ۱۳۷۹ھ

فقه شیعی

الحلی، نجم الدین جعفر (م ۶۷۶ھ)،
شرائع الاسلام، بیروت

فقه مالکی

ابن رشد (م ۵۹۵ھ) :
بدایة المجتهد، مصر ۱۳۷۹ھ
الآبی، صالح عبدالسمیع :
جواهرالاکلیل، مصر ۱۳۶۶ھ
الخرقی عمر بن الحسین (م ۳۳۴ھ) :
المختصر الخرقی، دمشق ۱۳۸۳ھ

السحنون (م ۲۴۰ھ) :
المدونة الکبریٰ، مصر ۱۳۲۳ھ

فقه ظاهری

ابن حزم، محمد بن علی (م ۴۵۶ھ) :
المحلی، مصر،

قوانین

ابوزهره: احکام الترکات و المواریث، مصر
ابوزهره: شرح قانون الوصیت، مصر
ادمون کسبار: الوصایا و الهبات والارث، مصر
زید الا بیانی: شرح الاحکام الشخصیه، مصر ۱۹۲۰ء
قانون الوصیت، مصر، ۱۹۴۶ء
قانون الاحوال الشخصیه، شام، ۱۹۵۳ء
قانون الاحوال الشخصیه، عراق، ۱۹۵۹ء
قانون الاحوال الشخصیه، مصر،
قدری پاشا: الاحکام الشرعیه فی الاحوال الشخصیه ۱۸۹۵ء
کامله طیب‌جی: لیٹیڈ انٹرسٹس ان محلن لاء، لندن، ۱۹۳۹ء
محمد یوسف موسی: الترکة و المواریث فی الاسلام، مصر، ۱۹۶۰ء
مجله الاحوال الشخصیه، تونس، ۱۹۵۶ء

اشاریہ (موضوع وار)

ح

ر

ز

ش

وصیت اور جانشینی کا فرق : ۱۲۷۵

وصیت واجبہ

اشاریہ (نام وار)

الف

ب

ج

صحت نامہ

غلط	صحیح	صفحہ ـ سطر
توریت	توریث	۱۱۸۰-۷
"	"	۱۱۸۱-۱۹
اخیار	اختیار	۱۱۸۳-۲۲
حاهیے	چاهئے	۱۱۸۶-۷
"	"	۱۱۸۷-۵
بعض مقامات پر	بعض مقامات پر	
بعض مقامات	لفظا اور بعض	
معنی	مقامات پر معناً	۱۱۹۳-۱۲-۱۳
نزدبک	نزدیک	۱۱۹۷-۲۰
موصی	وصی	۱۲۰۰-۱۰
تهی	-	۱۲۰۱-۲۰
(۲۳ن	نہین	۱۲۰۱-۲۳
وصی	موصی	۱۲۱۰ عنوان
حاملہ	شرط یہ ہے کہ	
	حاملہ	۱۲۱۳-۱۶
تیسواں باب	تیسواں باب	
	احکام وصی	۱۲۱۵-۲۱
بحال	بحالہ	۱۲۱۶-۲۰
ڈیرھ گنا	دوتہائی	۱۲۲۱-۲
الوصیہ	الوصیة	۱۲۲۷ نوٹ ۱۲
باپ	باب	۱۲۲۷ نوٹ ۱۳
وصیث	وصیت	۱۲۲۸ نوٹ ۷
ابوبرکات	ابوالبرکات	۱۲۳۷ نوٹ ۳۷
موقہ	موقتة	۱۲۵۱ نوٹ ۱۱
وصی	وصیتی	۱۲۶۰ نوٹ ۶۹
مقصود	مقصودہ	۱۲۷۷ نوٹ ۳

غلط	صحیح	صفحہ ـ سطر
اسطلاح	اصطلاح	۱۲۷۷ نوٹ ۸۷
مطالع	مطابع	۱۲۷۷ نوٹ ۱۲
بس	جس	۱۲۸۰ نوٹ ۲
توصیح	توضیح	۱۲۸۱-۱۶
وصیت	موصی کا وصیت	۱۲۹۷-۱
متصور هوگا	متصور ہوگا	
	بشرطیکہ حالات	
	و قرائن اس کے	
	متقاضی ہوں	۱۲۹۷-۱
بالع	بالغ	۱۲۹۹-۱
کے	اس	۱۳۱۹-۹
وصیت	-	۱۳۱۹-۱۰
بهی	ہی	۱۳۲۸-۷
ووراءٌ	ومن وراءٌ	۱۳۲۹-۵
تنقید	تنفیذ	۱۳۳۶-۲۲
بعد	بعید	۱۳۶۰-۱
ملکیت	-	۱۳۶۳-۱۳
نابالع	نابالغ	۱۳۶۵-۷
ورائت	وراثت	۱۳۶۸-۱
کا	کا	۱۳۶۸-۱
وصیت	مال وصیت	۱۳۷۰-۱۳
بہ	یہ	۱۳۷۱-۲۲
کو	کی	۱۳۷۱-۲۵
کے	کہ	۱۳۸۱-۲
جائز	ناجائز	۱۳۸۱-۳
بعه	بعد	۱۳۸۶-۱۵

غلط	صحیح	صفحه - سطر
محدالدین	مجدالدین	۱۳۰۱ نوٹ ۵
انتقاعی	انتفاعی	۱۳۱۰
زبادہ	زیادہ	۱۳۱۲-۱۳
بعرالسئکم	بعرائسکم	۱۳۲۵ نوٹ ۲
هیں	میں	۱۳۳۲-۱۶
اصطلاع	اصطلاح	۱۳۳۷-۲
مقدار کے	مقداریں	۱۳۶۳-۶
بقرر کا حاصل	تقرر کا حق	
	حاصل	۱۳۶۳-۵
خاظر	خاطر	۱۳۹۳-۵
درجه نه هوگا	درجه هوگا	۱۳۹۶-۲۲

غلط	صحیح	صفحه - سطر
اصلی شرعا	اصلی کا شرعا	۱۰۰۱-۸
القدسی	المقدسی	۱۰۰۱ نوٹ ۵٦
بیع کی سنیاد	بیع کی بنیاد	۱۰۰۵ عنوان
اوا	ادا	۱۰۱۵-۷
موصی اپنے	موصی سے حقوق کا	
حقوق کا مطالبه	مطالبه کیا جا	
کرسکتا ہے	سکتا ہے	۱۰۱۵-۱۰
دین کے مدعی	دین مدعی	۱۰۱۵-۲۲
ج ۲	ج ۵	۱۰۱٦ نوٹ ۷۱
بالعمروف	بالمعروف	۱۰۱۷
موصی	وصی	۱۰۱۸-۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی قوانین کی تدوین نو کا جامع منصوبہ

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے تحت قائم شدہ ادارۂ تحقیقات اسلامی نے اسلامی قوانین کی ترتیب نو اور تدوین جدید کا ایک جامع منصوبہ بنایا ہے ۔ اس منصوبہ کے تحت جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب ایڈووکیٹ ۱۹۶۳ء سے ''مجموعہ قوانین اسلام،، کی تالیف و تدوین کا تاریخ ساز کام کررہے ہیں ۔ انشاءاللہ تعالی یہ مجموعہ دس جلدوں پر مشتمل ہوگا ۔ اس مجموعہ میں مسلمانوں کے شخصی ، تعزیری اور بعض دیوانی قوانین شامل ہونگے ۔

ہم اس مجموعہ کی تین جلدیں ہدیۂ ناظرین کرچکے ہیں اور اب اس کی چوتھی جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں ۔ اس کی پانچویں جلد طباعت کے لئے تیار ہے اور چھٹی جلد زیر تالیف ہے، امید ہے کہ بقیہ جلدیں بھی طبع ہوکر جلد ہی منظرعام پر آجائیں گی ۔

ان چار شائع شدہ جلدوں میں نکاح، نفقہ زوجہ، مہر، طلاق، فسخ نکاح، عدالتی تفریق، عدت نسب اولاد ، نفقۂ اولاد، حضانت، ہبہ، وقف اور وصیت کے قوانین کو جدید قانونی طرز پر دفعہ وار ضابطہ بند (Codify) کیا گیا ہے اور ہر دفعہ کی تشریح کے تحت حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، ظاہری اور شیعی مذاہب کے فقہی احکام مکمل حوالوں کے ساتھ بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی مصر، شام، مراکش ، تونس، عراق وغیرہ میں رائج الوقت متعلقہ قوانین کے جابجا حوالے بھی دئے گئے ہیں ۔ ہند و پاکستان کی اعلی عدالتوں کے فیصلے بھی زیر بحث لائے گئے ہیں اور جہاں کہیں قدیم یا جدید نظریات سے فاضل مؤلف نے اختلاف کیا ہے وہاں اپنا نقطۂ نظر دیانت داری کے ساتھ بیان کردیا ہے ۔

اسلامی قوانین کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، فقہاء کے اختلافات کی وجوہ، اسباب اور علل، قرآن پاک ، حدیث نبوی، آثار صحابہ اور آئمہ و فقہاء مجتہدین کی مستند عربی تصانیف سے براہ راست

استفادہ اور ہر جلد کے شروع میں مؤلف کا مبسوط مقدمہ اور آخر میں مفصل اشاریے اس مجموعہ کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ماسوائے عربی کے، شاید ہی دنیا کی کسی دوسری زبان میں اسلامی قانون کا ایسا "مجموعہ" موجود ہو۔

یہ مجموعہ پاکستان میں "احیائے قانون اسلامی" کی ایک مثبت اور ٹھوس کوشش اور اسلامی قوانین کی ضابطہ بندی (Codification) کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ برصغیر ہند و پاکستان میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا کام ہے، جو فاضل مؤلف کے ہاتھوں تکمیل پا رہا ہے اور پاکستان کی نظریاتی تشکیل کے اس تاریخ ساز مرحلہ پر غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔

یہ "مجموعہ قوانین اسلام" بڑے سائز کے دبیز کاغذ پر خوبصورت گردپوش کے ساتھ بہترین اور دیدہ زیب اردو ٹائپ میں چھاپا گیا ہے اور اصل لاگت سے کم پر پیش خدمت ہے۔ مقام مسرت ہے کہ عدالتوں کے ارکان، وکلاء، اسلامیات و قانون کے طلبہ، اساتذہ اور اسلامی قانون سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب علم نے اس "مجموعہ" کو بنظر استحسان دیکھا ہے اور عدالت عالیہ نے اپنے فیصلوں میں اس کے حوالے دیئے ہیں۔

اسلامی قانون پر کوئی لائبریری اس "مجموعہ" کے بغیر مکمل نہیں کہی جا سکتی۔

نوٹ : مجموعہ "قوانین اسلام" کی ان جلدوں پر تبصروں کے اقتباسات اور ہر جلد کے ابواب کے عنوانات اگلے صفحات پر ملاحظہ ہوں۔

مجموعۂ قوانین اسلام

کے بارے میں

اخبارات اور رسائل میں شائع شدہ چند اقتباسات اور آراء

جلد اول

یہ فاضلانہ تصنیف ممتاز قانون داں جناب تنزیل الرحمن کی غیر معمولی کاوش اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے ۔ انھوں نے اس کتاب میں قانون ازدواج کے تحت نکاح، مہر اور نفقہ کے ہر مسئلہ کو بڑی خوبی کے ساتھ قانون کی زبان میں قلمبند فرمایا ہے اور اس ضمن میں قدماء سے لے کر آج تک کے مفکرین کی آراء کو پیش نظر رکھا ہے اور ان کے خیالات میں جہاں کہیں الجھاؤ محسوس کیا ہے اسے قرآن و سنت کی روشنی میں سلجھانے کی کوشش کی ہے ۔ فاضل مصنف کا مطالعہ بڑا وسیع اور ذہن بڑا رسا ہے، البتہ اجتہاد کے ذیل میں کہیں کہیں تجدد پسندی کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے ۔

ماھنامہ ترجمان القرآن، لاہور جلد ٦٥، شمارہ ٥

مصنف نے اسلامی قانون کی ضابطہ بندی کی تحریک کو عملی طور پر آگے بڑھانے کی بھر پور کوشش کی ہے اور مسلمانوں کے شخصی قوانین کا ایک خاکہ پیش کرکے دوسروں کو دعوت فکر دی ہے ۔

روزنامہ جنگ، کراچی، ١١ فروری ١٩٦٦ء

یہ کتاب اس حقیقت کی زندہ شہادت ہے کہ قانون اور فقہ اسلامی میں صاحب موصوف کی نگاہ کس قدر ژرف بین اور نزاکت شناس ہے . . . . . مجموعی طور پر یہ کتاب فقہی قوانین کی تدوین و تعبیر کی طرف ایک ایسا اقدام ہے جو فکر و بصیرت سے لبریز ہے ۔

ماھنامہ فاران، مارچ ١٩٦٦ء کراچی

یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ جناب تنزیل الرحمن صاحب نے مجموعۂ قوانین اسلام مرتب کرکے وقت کے ایک اہم تقاضے کو پہچانا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے ایک ٹھوس دینی و دلیوی خدمت انجام دی ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

روزنامہ کوھستان، لاہور، ١٧ مارچ ١٩٦٦ء

"مجموعہ قوانین اسلام،، دستور اساسی اسلامی کو روبہ عمل لانے میں سب سے پہلی کوشش ہے ۔ مؤلف نے پاکستان کے لئے ایک تاریخ ساز کام کی ابتدا کی ہے ۔ وہ مستحق مبارک باد اور سزا وار تحسین ہیں ۔

ماھنامہ ھمدرد صحت، کراچی، اگست ٦٦ء

ہمارے نزدیک یہ کتاب اسلامی لٹریچر میں ایک بیش بہا اضافہ ہے ۔

ہفت روزہ شہاب، لاہور۔

تنزیل الرحمن صاحب کی کتاب اپنی نوعیت کی کتابوں میں تحقیق کا پہلا قدم ہے ۔

مجلہ قانون، کراچی، ۱۹۶۶ء

اسلامی عائلی زندگی کے قوانین کو اس شکل میں پیش کرکے جناب مؤلف نے ایک بڑا قابل تعریف کام کیا ہے ۔

ماہنامہ الرحیم، حیدرآباد، اپریل ۶۶ء

جو اہم کام قدیم و جدید علوم کے محققین اور قانون کے ماہرین کے باہمی اشتراک عمل سے کرنے کا تھا، وہ کام تنہا مؤلف نے ایک حد تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا ہے ۔ اب وزارت قانون کا فرض ہے کہ وہ ملک کے تقوی شعار علماء دین اور ارباب فتوی کی ایک کانفرنس بلائے اور اس اجلاس میں وہ حضرات باہمی تبادلۂ خیالات اور بحث و تنقیح اور متفقہ طور پر ناگزیر ترمیمات کے بعد اس کی توثیق کریں اور اس کے بعد وزارت قانون ''علماء پاکستان کے متفق علیہ مجموعۂ قوانین اسلام،، کے نام سے شائع کرکے عدالتوں کے حکام کے پاس اس کو مجموعی طور پر نافذ کرنے کے لئے بھیجے تاکہ وہ عظیم مقصد جس کے لئے یہ سب کچھ کاوش و کوشش اور جانفشانی کی گئی ہے اور کی جائے گی یعنی ''پاکستان میں شرعی قوانین کا نفاذ،، حاصل ہو۔

ماہنامہ بینات، کراچی، نومبر ۶۶ء

مؤلف نے بڑی عرق ریزی سے پرانے مواد کو کھنگالا ہے اور جہاں انہیں قدیم یا جدید نظریات سے اختلاف ہوا ہے انہوں نے دیانت داری سے اپنا نقطۂ نظر بیان کردیا ہے ۔ ان کی کتاب اسلامی قانون کی ضابطہ بندی کی طرف ایک اہم قدم ہے ۔ مجھے امید ہے کہ جس راستہ کی نشان دہی انہوں نے کی ہے وہ کاروان علم و ذوق کے لئے موجب تشویق ثابت ہوگا اور یوں اس تعمیری فکری تحریک کی بنیاد پڑے گی جس کی اسلامی معاشرہ میں کمی، اپنے اور بیگانے، مدت سے محسوس کر رہے ہیں ۔

جسٹس ایس ۔ اے ۔ رحمن (پیش لفظ)

The Muslims of Indo Pak sub-continant fought and succeeded in establishing a separate homeland to enable them to pattern their lives according to the dictates of Islam. To achieve this end, it was necessary to have the Islamic Laws Codified. The book Majmooa-i-Qawanin-i-Islam by Mr. Tanzilur Rahman, Advocate, in Urdu, published by the Islamic Research Institute, is a commendable step to fulfil this long-standing need for which both the author and the Institute deserve gratitude.

Pakistan Quarterly, Karachi,
Autumn 1966.

The learned author in this Volume of the series, brought out on behalf of the Institute has dealt, in Urdu, with Muslim Personal laws on Marriage, dower and maintenance. He has arranged the laws, so as to say in the form of a bill for the Legislature and discussed their sources, effects and conclusions etc. In this connection, he has also taken into account the judgements of the High Courts of India and Pakistan and where he has differed from the old or new theories, he has dispassionately given his own point of view....................

It must be said on the whole that this large sized bound volume with a beautiful multi-colour dust cover is a commendable step towards the Codification of Islamic Laws in Pakistan and a rare specimen of *Naskh* type printing.

'Dawn' Karachi, 7th August '66.

جلد دوم

جناب تنزیل الرحمن ایڈووکیٹ اگرچہ اصطلاحا طبقۂ علماؑ سے متعلق نہیں ھیں لیکن انھوں نے جو عظیم کام کرکے دکھایا ھے وہ بڑے بڑے علماؑ کے لئے لائق صد رشک اور مایۂ ہزار غیرت ھونا چاھئے . . جو کچھ لکھا ھے حزم و احتیاط اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ بڑی شگفتہ اور سلیس و رواں زبان میں لکھا ھے اور بحث کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا ھے . . فاضل مصنف کا اعتدال و توازن فکر اور ان کی حق گوئی و صاف بیانی کتاب کے صفحہ صفحہ سے نمایاں ھے ۔ تجدد یا ذھنی مرعوبیت کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ۔ ھم یہ بات پوری ذمہ‌داری کے ساتھ کتاب کی دونوں جلدوں کو حرفاً حرفاً پڑھنے کے بعد کہہ رھے ھیں . . . غرضیکہ کتاب ظاھری اور معنوی دونوں حیثیتوں سے اسلامیات کے عظیم ذخیرہ میں نہایت بیش قیمت اضافہ ھے ۔ فاضل مصنف اور ادارۂ تحقیقات اسلامی دونوں اس پیش کش پر عالم اسلام کے شکریہ کے مستحق ھیں ۔

(مولانا) سعید احمد اکبر آبادی، ماھنامہ، برھان، دھلی، اکتوبر ۱۹۶۸ء

آپ نے اسلام کی ایک مفید خدمت انجام دی ھے ۔ قوانین اسلام کی تدوین نو و ترتیب جدید کا آغاز تو ھوا، آگے آنے والے اس میں مزید اصلاح و ترقی کے ائے کام کرسکیں گے ۔

(مولانا) سید ابوالاعلیٰ مودودی (خط سے اقتباس) ۔

آپ نے یہ بہت بڑا کام کیا اور علماؑ کرام کے کرنے کا جو کام تھا اس کو آپ نے انجام دے دیا ۔ اگر جملہ قوانین اس طرح مرتب ھو جائیں تو فتاوی عالمگیری کے بعد یہ دوسرا بڑا کارنامہ ھوگا ۔

دارالمصنفین، اعظم‌گڑھ (خط سے اقتباس) ۔

قوانین اسلام کی شیرازہ بندی انتہائی عرق ریزی سے جدید اصولوں پر کی گئی ھے اور صدیوں بعد ایسی عالمانہ تصنیف قانونی افق پر جلوہ گر ھوئی ھے ۔ جو چیز اس تصنیف کو بلند اور ممتاز

کر دیتی ہے، وہ ہے اس کی جامعیت ۔ پھر یہی نہیں بلکہ انتہائی خوش اسلوبی سے لاقدالہ فرائض بھی انجام دئے ہیں ۔ عصر جدید میں جو اسلامی قوانین دیار عرب اور دیگر اسلامی ممالک میں رائج ہیں ان کا جائزہ جہاں ایک نئے باب کا اضافہ کرتا ہے وہاں تصنیف کو باضابطہ طور پر مکمل بھی کردیتا ہے ۔

سید اختر امام، صدر شعبہ عربی، یونیورسٹی آف سیلون، (خط سے اقتباس) ۔

مؤلف نے حسب سابق بڑی محنت اور جزرسی سے اس جلد کا مواد جمع اور مرتب کیا ہے . . . جناب مؤلف نے انصاف سے کام لیتے ہوئے متعدد مقامات پر موجودہ عائلی قوانین کے خلاف شریعت پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے اور متبادل تجاویز اسلام کی روشنی میں پیش کی ہیں ۔

ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، ستمبر ۱۹۶۸ء

فاضل مرتب نے بڑی دیدہ ریزی، فراست و بصیرت اور ساتھ ہی حدود شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قوانین کی شرح کی ہے اور ایک ایک مسئلہ کو اپنی استطاعت کی حد تک منقح کیا ہے ۔

ماہنامہ فاران ،کراچی ، جولائی ۱۹۶۸ء

پاکستان میں انفرادی طور پر جو کام (اسلامی قانون کے) اس اہم موضوع پر ہورہا ہے اس سلسلہ کی ایک قابل ستائش کوشش زیر تبصرہ کتاب ہے ۔ مرتب نے ہر مسئلے کو اس کے اصل عربی ماخذ اور برطانوی ہند اور پاکستان کے عدالتی فیصلوں کے تقابلی مطالعہ کے بعد جس محنت اور عرق ریزی سے دفعہ‌وار مرتب کیا ہے اس سے اس کتاب کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے ۔ کتاب نہ صرف ماہرین قانون اور وکلاء کے کام کی ہے بلکہ اس کے مطالعہ سے اردو داں طبقہ کو بھی واقفیت ہو سکتی ہے کہ شریعت کی رو سے مسلمانوں کے عائلی قوانین کیا ہیں ۔

ماہنامہ اسلام اور عصر جدید، دہلی ۔

انہوں نے جملہ مسائل اور ان کے متعلقات پر قرآن مجید، حدیث و سنت، آثار صحابہ اور ائمہ و مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور ان کو مختلف ابواب میں دفعہ وار مرتب کیا ہے۔ انکا نقطۂ نظر حنفی ہے مگر ہر مسئلہ کے متعلق دوسرے ائمہ اور شیعوں کا مسلک بھی بیان کردیا ہے ۔ بعض مسائل میں جن دوسرے ائمہ کا مسلک قوی نظر آیا، بحث و تمحیص کے بعد اس کو اختیار کیا ہے مگر کسی مسئلہ میں اسلامی مآخذوں سے باہر قدم نہیں نکالا ہے . . . مجموعی حیثیت سے ''مجموعہ قوانین اسلام،، انکا بڑا کارنامہ ہے ۔ اور پاکستان میں فتاوی عالمگیری کے بعد اسلامی قوانین کی تدوین کی یہ دوسری کامیاب کوشش ہے جس کے لئے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں ۔

ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۶۹ء

کتاب کی افادیت اس بات سے بڑھ گئی ہے کہ انہوں نے دوسرے اسلامی ممالک میں رائج الوقت اسلامی قوانین سے بھی استفادہ کیا ہے اور جہاں ان کے تنقیدی شعور نے رہنمائی کی ہے انہوں نے موجودہ پاکستانی قانون میں ترمیم کی تجاویز بھی پیش کی ہیں ۔ وہ چونکہ مشرقی اور مغربی علوم دونوں میں دستگاہ رکھتے ہیں اس لئے ان کی جچی تلی رائے اہل نظر کے لئے دعوت فکر و تفقہ کا سامان اپنے اندر رکھتی ہے ۔

(جسٹس) ایس ۔ اے۔ رحمن (پیش لفظ)

اس کتاب کے مطالعہ سے مشکل مسائل پر فقہائے اسلام نے جن مختلف نقطہ ہائے نظر سے بحثیں فرمائیں ہیں ان کی جامعیت بھی قارئین کے سامنے کھل کر آجائے گی اور جس قدرت ذہنی سے جناب تنزیل الرحمن نے ان پر جرح و تعدیل کی ہے اس سے فاضل مصنف کی علمی اور فکری قوتوں کا اندازہ بھی ہوجاتا ہے ۔

(ڈاکٹر) فضل الرحمن، (دیباچہ)

The Author has not contended himself with mere repetition of what each school holds as the correct view. He has thoroughly discussed the implications of each opinion arguing in a sensible and unprejudiced manner the opinions which, according to him, is preferable, giving reasons for his preference. Indeed he has gone further: he has described the law on the subject as it is followed at present in different Muslim countries, including Pakistn. In this particular aspect, his opinions gain their hall-mark of impartiality. While pointing out the faults of the Faimlly Laws Ordinance, promulgated by the Government of Pakistan, he has suggested improvements on a rational basis. His real aim. through his own efforts, can be summed up by saying that he has farmulated Islamic teachings in a way that at no place comes into conflict with the Holy Qur'an and Sunnah and the elucidation of the *Ulama* while at the same time keeping in view the real benefit of Islamic Society........His labours are a real service to the cause of Islam and the Muslims.

Muslimnews International, Karachi,
February 1969.

جلد سوم

اس کتاب نے اہل علم، عدالتوں اور وکلاء کے لئے اسلامی قوانین اور مذاہب فقہ تک رسائی آسان کردی ہے ۔ اس سے کسی مسئلہ میں مختلف مکاتیب فکر کے نقطہ ہائے نظر بھی یک جا معلوم ہوجاتے ہیں اور بہت آسانی سے فقہی مذاہب کا موازنہ بھی کیا جاسکتا ہے ۔

ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک، مارچ ۷۰

جہانتک مسائل اور امور زیر بحث کی تحقیق و تنقیح کا تعلق ہے، اس میں شبہ نہیں کہ فاضل مؤلف نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے اور اس بنا پر ہند و پاک میں انکا کام اپنی نوعیت میں پہلا ہے ۔

(مولانا) سعید احمد اکبر آبادی ، ماہنامہ برہان، دہلی، مئی ۱۹۷۰ء

مصنف محترم جس شغف و انہماک سے اور اپنی بساط تک کامل حزم و احتیاط سے اس فرض کفایہ کو انجام دے رہے ہیں، وہ لائق تحسین ہی نہیں، سرمایۂ صد رشک بھی ہے ۔ ہمارے یہاں جو ''احیائے قانون اسلام،، کی کوششیں ہورہی ہیں ، زیر نظر کتاب اس کی طرف ایک مثبت اور ٹھوس قدم ہے ۔ ہماری دعا ہے کہ حق تعالی مصنف محترم کو اخلاص کامل عطا فرمائیں اور محض رضائے الہی اور اجر آخرت کے لئے اس اسلامی خدمت کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کی توفیق بخشیں ۔

ماہنامہ بینات، کراچی، جولائی ۱۹۷۰ء

فاضل مصنف اس عظیم کام کو سر انجام دے کر پوری امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کررہے ہیں ۔ . . . فاضل مصنف اس فرض کو جس خلوص اور احساس ذمہ‌داری سے ادا کررہے ہیں، وہ قابل ستائش ہے اور باری تعالی کے ہاں اجر عظیم کا مستحق ۔

ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، ستمبر ۱۹۷۰ء

کتاب کی زبان فقہی اور قانونی ہے، جس مسئلہ کو بھی بیان کیا ہے اس کی تشریح میں ابہام اور ژولیدگی پیدا ہونے نہیں دی ۔ اپنی اس کتاب میں جناب تنزیل الرحمن نے حکومت کے رجحان اور رائج الوقت قانون کی پچ نہیں کی ،انہیں جس دفعہ میں خامی نظر آئی، اس میں ترمیم کرنے کا پوری جرأت کے ساتھ مشورہ دیا ہے ۔ جناب تنزیل‌الرحمن اس کتاب کی تدوین پر مبارک باد کے مستحق ہیں ۔ انہوں نے اپنی استطاعت اور قابلیت کی حد تک تحقیق و تدقیق کا حق ادا کردیا ہے ۔

ماہنامہ فاران، کراچی، اکتوبر ۷۰

فاضل مؤلف علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں ۔ ان کا اسلامی فقہ کا مطالعہ وسیع ہے ،اور وہ دیگر اسلامی ممالک میں قانون کے ارتقائی پہلوؤں اور جدید قانونی نظریات سے بھی واقف ہیں اس لئے ان کا انداز نظر اور پیرایہ تحریر متوازن اور حامل احتیاط ہے ۔

جسٹس ایس ۔ اے ۔ رحمن، (حرف آغاز)

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مصنف نے اس میں کسی خاص اسلامی طبقے یا فرقے کی رائے کا پروپیگنڈہ نہیں کیا ہے بلکہ ہر مسئلہ پر مختلف پہلوؤں اور گوشوں سے غور کیا ہے ۔ فقہاء کی مختلف آراء بیان کرنے کے بعد انہوں نے اپنی رائے کا بھی بڑی خوش اسلوبی سے اظہار کیا ہے ۔ میں اس کتاب کی اشاعت پر ادارۂ تحقیقات اسلامی اور جناب تنزیل‌الرحمن صاحب دونوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

جسٹس وحید الدین احمد (پیش لفظ) ۔

In Pakistan the first attempt at codification of Shariat law sectionewise on modern lines has been made by the scholar-jurist Dr. Tanzilur Rahman, a practising lawyer of Karachi. So far he has completed four Volumes running into some two thousand pages dealing with what is technically termed as Muslim personal law. He has delved deep into every problem referring to authentic original Arabic sources of different schools of thought doing justice to everyone of them. His is a laudable effort and any future legislation to enforce Shariat law in Pakistan is bound to benfit from his critical study of the problems, pains-taking research and comprehensive formulation and suggestions.

Muslimnews International Karachi,
(October, 1972).

بلاشبہ دین اسلام کے حقائق و قوانین کی ابدیت اپنی جگہ قطعی یقینی ہے لیکن علماء امت کو قرون اخیرہ میں اس کا زیادہ احساس نہ ہوسکا کہ اسلام کی برتری و فوقیت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ قدیم فقہی ذخیرہ کو جدید قالب میں ڈھالا جائے . . . کہ جدید دور اس کو قبول کرے اور نئی نسل کے دل و دماغ پر اس کا اثر ہو۔ بلاشک یہ تقصیر ہوئی۔

ہمارے ملک میں یہ سہرا ہمارے محترم برادرم جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب کے سر باندھا گیا ہے۔ حق تعالی مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور بقیہ قوانین اسلامیہ کی تکمیل ان کے قلم سے کرائے۔ مؤلف محترم ہر طرح ہماری دعا و تحسین کے مستحق ہیں۔ جو کام عصر حاضر کے ممتاز علماء نہ کرسکے، بہت خوبی سے انجام دیا۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری (تقریظ ج۳.)

جلد اول	صفحات ۳۵۰	قیمت مجلد	٦٠ روپے
جلد دوم	" ۴۸۰	" "	٦٠ روپے
جلد سوم	" ۳۷۵	" "	٦٠ روپے
جلد چہارم	" ۳۷۵	" "	٦٠ روپے

اپنی فرمائش اس پتہ پر بھیجئے

ادارۂ تحقیقات اسلامی، پوسٹ بکس نمبر ۳۵۰۱، اسلام آباد۔

تفصیل عنوانات ابواب مجموعہ قوانین اسلام
جلد اول تا چہارم

Accession numbers

مطبع : اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ پریس ، اسلام آباد (پاکستان)